

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احسن الخالقین نے مجھے سر دیا تو ایسا جیسے کاسٹہ ہوا وہوس کو ٹوٹا دیا۔ غینو رنے
 باغ دیا۔ بے دماغ نکلیا۔ غرور سے خالی خاکسار سے مملو کیا۔ آنکھیں کیا دین دینا دیا۔
 کمانین سرمہ ڈال کے گوش کو شنوا کنہ دید کو دکھا دیا۔ لب بند زبان حال گویا۔ سینہ کینہ
 خالی۔ دل تولا و لا کا بہرہ ہوا۔ دم عجز و نیاز کا ہمد۔ نفس نفوس قدسیہ سے باہم
 کیا۔ ہاتھ ید اللہ کا دستگیر۔ پریت اللہ کے راگیر۔ بخودی خود داری کی ہم سفر
 جب سے دلدار نے آنکھوں میں لکھ کر کیا۔ ادب کے مودب۔ تحیر نے متحیر کر دیا ہے۔
 بحیذ ذات مطلق مقید صفات سے تحمید خالی حیوان ناطق سے کب ادا ہوئی جو نعمت
 شفیق امت ادنی امتی سے مودعی ہوتی۔ مصرع خاموشی از شاہے لوح شناسی
 حنائے راشدین وائمہ طاہرین (جو نفس جاشین حبیب اکرم الماکرین میں) انالیق
 بلا تصنع صلح کی صنعت کی واقعی ہے یہاں مصنوع نہاں ہے صلح عیان ہے

تب ہی انکی محبت باعث ایمان ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم (محببتکم اللہ
یا اولی الالباب) اس پیمبر سے (جو بھی سے بھی زیادہ سچ ہے) بیشتر احباب
بدین تصور مرتبہ کہ اگر مکتوب جمع ہو جائے۔ مجموعہ خیالات بنجائے۔ چونکہ عارف
بخود پر عارف تھا غرض خواہ رہا وجہ کیا جو شخص آداب و ادب سے بے بہرہ ہو جسکی
ارد و تک بے محاورہ یا متردک الحاورہ۔ زبان سے بیان۔ بیان سے مطلب
اولچا ہوا۔ ترکیب عبارت ترکیب۔ ابتدا سے خبر بنجیر ہوا اس سے سکوت کر سکیا
ہو۔ جب انکا اصرار حد سے گزرا۔ میں انکا ر بعد سے درگزار۔ حضرات حبیب
پرست جانتے ہیں۔ جب کا اندازہ محب کر سکتے ہیں کہ محبت سے مروت کیا
کچھ مجبور کرتی ہے۔ بارے کیجئے کیا اجتماع خطوط طول عمل تھا لہذا غلطی تعمیل
اسکی اس برداشتہ خاطر نے بخاطر داشت انکے باین عنوان کی کہ بعضیہ لوگوں
آئندہ سے نگہداشت نقول مکاتیب کیلئے تاکید کی۔ بیوقوف نہ ہو گا اگر حضرات
فصل کے دلنشین و خاطر نشان کر دوں۔ اس منشا کا غنشات یا غنشاء انشاء
یہ نہیں ہے کہ اسکو میں لائق التفات اصحاب فضیلت سمجھا ہے۔ بہلا محبسا میرا
کچھ بیان فصاحت و بلاغت سے انجان کہیں بھولے سے ایسا تصور کر سکتا ہے
یا خواب میں بھی خیال لا سکتا ہے۔ کوئی خواہی ہی خواہی ہذاں سے بیدار مغرور
دور دست نہا ہے۔ الحال اس میں مودت بعد زمامت محض بخلاص مخلصین تدوین و ترمیم

کیا ہے۔ وہ لکھ کر دہ نام و نشان جس کا اسم ہو سہمی ہو اس منشاں کو اگر سخیال شوریدہ
 مغزی و پریشان مقالی موسوم بہ (منشاں پریشان) نہ کرے تو کیا کرے۔
 اللہ بس باقی ہو۔

جشن سالگرہ مبارک اعلیٰ حضرت قدر قدرت ادا م اللہ سلطنتہ

وزرا د ا جلالہ و ببرکات کی مبارک باد کا ملخص

رباعی۔ شاہ بقا کے عمر تو بادا ہزار سال : ا جلال درپناہ تو بادا ہزار سال
 سال ہزار ماہ و ماہ ہزار سال : روزے ہزار ساعت و ساعت ہزار سال
 جشن سالگرہ مبارک اقدس و اعلیٰ میں نسیم بذل نے غنچے گوگل۔ چارچمن عالم کو
 نہال کیا۔ شمیم نوال نے شکوفے کوثر عالمین کو مالا مال۔ سرور گل چکے۔
 بلبل چکے لگے۔ نشہ نشاط سے فدیاں ہوا خواہ چکے لگے۔ خیام فلاک
 عمار جاہ و ا جلال پہ ایستادہ ہوئے۔ قوس قزح کمان و لکھنوی۔ چرخ طلسمین
 راہ بنانا ہوتا ہے چاندنی کو بچھا دیا۔ خورشید نے گل خورشید کو پائیدان بارگاہ
 جم جاہ کیا۔ خاور نے تار شعاعی کا چنور بنایا۔ جان نثار و نجات دہان۔
 عقد ثریا کی طرح نچا کر دیا۔ عمود سلطنت و عاید دولت کی کشمکش سے دارا
 پیشی کے تارے کیا ٹوٹتے تھے۔ انجم کی آنکھوں میں تارے ٹوٹتے تھے۔ خانہ دارا

دل سوز کا بہرنت منت کے چراغ جلانا کیا تھا۔ بدخواہوں کو سرد چراغان
 بنانا تھا۔ خدام نازک دماغ نے چہل چراغ میں جو روحن گل جلا یا تھا غنچہ
 دہن گلگیر کے بے لیتا۔ وہاں گلگیر بڑے گل دیتا تھا۔ ذوق میں آتش گل
 سے عناؤں اُدھر جلتے تھے۔ ادھر شمع کے مانند بداندیش اراذل کی
 جگر بی لگتی تھی۔ طرفہ تاشا تھا۔ شمع تو شوق میں بہی جاتی تھی۔ پر سوزش سے
 انکے آنسو بہ جاتے تھے فدا ئی بخود می میں مثل تپنگے پر دانے تھو
 بدخواہ بے بال دہری سے سوختہ تھے آتش بازی کے انار غوطہ زن
 جو چھوٹے لکڑی منفعیل خلقوں کے پسینے مثل فوارہ چھوٹنے لگی۔ اس مبارک
 رسم میں بد فرخندہ طالعی جو شخص قدمبوسی سے ممتاز ہوا فرسار ہوا
 اعجاز تقریر سرمہ گوش ہو کر کو باطن تک کے دیدے کو بنایا کیا۔
 فرط مسرت سے زمانے کی باجہین کھل گئیں۔ زمانیوں کے غنچے ہائے
 دل کھل گئے۔ طبیعت شگفتہ ہو گئی۔ پڑمردہ خاطر ہی نہ ہفتہ ہو گیا
 محبوبس افلاس جس سے رہا ہوئے۔ مایوس آس سے
 ملے۔ نامراد۔ با مراد۔ ناشاد۔ شاد ہوئے کم بخت نار سائی بخت سے
 پایہ تخت تک پہنچ نہ سکے۔

بنام نواب حسام الملک خان خانان معین الہام سرکار عالی

عاشق صنم بت پرست کے تنگ مین مصوع در حضرت کفرستان
 بت خانہ خپسین بایہ کا ترانہ سنا کر سادہ لوح کو پستارِ اصنام
 کر دیا۔ شایق وجودی رنگ مین زمار کو حسن بیچ سلیمانی ٹہرا کے تبون کا
 مالا جپا۔ ویر کو دارِ آخری بنا دیا۔

شعر

حرم و دیر مین ہر جلوہ پرفن اون کا پڑ و گھر و نکا ہر چراغ الکون روشن اون کا
 پھر کیا تھا شاعر عشقِ آتشین رخسار مین جلوہ نکا دل جلا کے فگے شعلہ طور کو شعلہ
 کر نے۔ وجہیہ مہیچہ بہر صورت وجہ اللہ بن سکے خدا نمائی کے گھونگٹ
 مین خود نمائی کا مشاہدہ دکھا نے۔ خال رخسار کو سوید اسے
 دل کا مراقب بنانے۔ مفتی مفتون ہو کے لگا لہجہ شریف کو لیش
 قاضی بنانے تخب کمان ابرون کے تیرنگہ کا شکار ہو کر لگا آنکھ
 بچا کے دیدے لڑانے مہین بھی گر و شش ایام۔ خانقاہ سے
 جو میخانہ چلی ہے شکست تو یہی ار مغانِ مغان ہے۔ دو آب
 مین معشوقِ چار وہ سالہ کے ہاتھون شراب سے آتش کا چسکہ جو پڑ گیا
 گرم آہن بھرتے بھرتے دم سرد ہو گیا ہے۔ جیسے روئے
 روشن کا زرافشان میری آنکھ مین درخشان ہے۔ تیار نظر مین کر

صحر کے مانند ہر ذرہ رُخسان ہے اُن رے نازک فراچی انکی۔ آتش گل کی حرارت سے
 پسینہ آتا ہے۔ گرمی حُسن سے گلگون بُشیرہ گلنار ہوا جا تا ہر شاخ گل کی جبین سے عرق
 مقطر ہے حبیر گل سے گلاب۔ یا سمن بدن سپیدہ ایسا چھوٹا ہے جیسے زہرہ
 ماہ الزہرہ۔ نازک دماغی سے چراغین روشن گل جلتا ہے۔ گل شمع پہول کی باس
 دیتا ہر گلگیر کے منہ سے بو خنجر دہن آتی ہے۔ بید ماعی سے شمع کی چربی پگھلی جاتی ہے
 فانوس غفل پر پتنگے پروا ہونا کیسا غا دل جلتے ہیں۔ جسکی شمع زبان سر گل جھپٹتے
 دہن گلگیر کے خنجر دہن بو سے لیتے ہوں۔ اُس شعلہ روی سرد جہر کی آتش زبانی سے
 غم من زندگی عشاق میں پھول کیونکر نہ پڑتے ہوں۔ شیریں ادائی پہ تلخ کلامی سفاک
 تلخ زبان کا جو ہر ہے۔ تلخ چہرہ کے شکر نیک پاشی میں لب زخم جگر واد ہے
 سداہ واہ ہے میں آہ ہوں۔ ہے ہے خود میں کی بدگمانی بھی دیدنی
 باغین زکس کا قلم لگائیے تو مہندی کے چور کی طرح ہاتھ قلم کر دے۔ سو سن کر
 زبان درازی و لسانی کے شبہ پہ لسان کٹوائے چپا بو تو زور و رو ہو جائے
 بیل لگائے تو کوڑے کھائے۔ شمشاد اگر لگا بین (انا ولاغیر)
 بے امنک میں تدفین گروائیں۔ جب گلستان میں ہمارے پہول ہوں تب شاید شاہد
 و کادل کہلے غنچہ مراد کہلے۔ جس مقول چشم زکین پہ گل نہیں پہول کشتہ شاخ
 اپر شراب کے قلمیں چڑھائے۔

بنام نامی جو برائے محبت محمود ریاست ہیں

پولیشنگ کا پتہ پولیشنگ اس کشن کا گریبان گیر ہے۔ عقدہ سر سر بند کیا عقدہ شیا
 ہم مشکل کشاؤں کی گردین کہنے بند ہے۔ اشراقین غرب سے طلوع آفتاب
 کئے دیتے ہیں۔ مشائین کے مشور و نیر ہی دیکھتے دکھاتے کو رباطن ماہتاب
 نہیں دیکھتے ہیں۔ وہ فرخندہ کیا جانے جس کا آداب بیان ہے تو پورا
 حرف ندارد۔ ادھوری تشبیہ پر ساگر استعارہ دارد۔ اس تعلیق کا کیا کھن
 جو ٹوٹی پھوٹی زبان پر شکستہ قلم۔ اور طبق بہ عطار و رقم ہے۔ بوسیدہ الفاظ
 فرسودہ مضامین ٹھوسنا۔ اترے بال پر اترانا۔ اگلے اوگالی سے اترے رنگ
 لکھوٹا جانا۔ پس خوردہ کو پیش کرنا پیش بریدہ و پس دریدہ ہی کا امر اہم ہے
 گذرے ہوؤں کی رفتار و روش روشن و ندون کے لئے رہبر ہے۔ بار اس لکیر کے
 فقیر و نپروہ تک بھی تو شوار تر ہے۔ دیکھئے جب خور میں شید نہیں گنجھ کا آفتاب
 جس پوری شاہ میں شاہی نہیں گنجھ کے پادشاہ کی طرح بازی گرد و گماہتوں میں
 ہے جس وزیر کو وزیر نہ ہو وزیر شطرنج ہے۔ اوس نام تمام کا کام شاطر و کمال
 چالو نہیں تمام ہے۔ اوسکو وزارت وزیر و ذرا ولی ہے۔ سب صفات
 خاص کے ساتھ نام کو شہرت عام ہوتی ہے تب کہیں خلعت تام ہوتی ہے
 و صفو ہستی سے نامیوں کے نشان ملتے ہیں پر ہر شری سے نام نہیں ملتے۔

دروغ بیان شکن جو بھرا بیٹا ہے تو چاہئے ہماری جالی ہے۔ گرکش ایام و حرام
 ہم گھرایسے بیٹھے کہ مرہی کے اوٹھے تو اوٹھے۔ نقش قدم کی طرح بیٹھنا تھا
 اوٹھنا شکل ہے اوس کیہ تازگی نظر سے ایسے گرے کہ مرے ہی چارے کا ذکر
 نہ چڑھے ہر چند بیدست و پائی میں پابندی اوقات اوقات سے باہر ہوتی ہے۔
 زندگی پر وقت پیمیری وقت ہوتا ہے۔ برین ہم جسے ترک عادت نہیں ہوتی ہے
 گوچرہ اتر رہا ہے پر تو چڑھے رہے ہیں۔ تاہم ناہموں کے ہاتھوں تنگ۔ انکے
 یہم بازوؤں نے تنگ ہو کر کمر سے ہتیار کھولتے۔ کمر باز پر مضمون باندھتے ہیں۔ والسلام
 بنام خواجہ غلام غوث خان صاحب المناطیہ القدریہ اور میرنشی نواب لفظت کوثر پریا
 آپنے اپنا خانگی ایصال نامہ کا جو سب گردانا۔ مسیبتی ارسال نیاز نامہ اسباب گردانا
 اسلئے پیچیز نے بجائے شک و شکایت۔ گذشتہ کھایت کا مذکور اولی جانا۔
 میں ہند سے باہر ہی نہ تھا اپنے سوا ہر تھا۔ لوگ صرف کر کے وطن آتے ہیں
 یہ بے مصرف اصراف کر کے آوارہ وطن رہا۔ اس طویل سیاحت کی سیر کا قصہ
 مختصر و نتیجہ تخیرون ہے کہ اطلاع عالم کے قریب قریب براعظم پر سے گذر جانا
 اور جناب کے تقریب محروم رہ جانا۔ و شو ار گزار میں رسائی اور آسانین تن آسانی
 غالباً بخت رسا و نارسا اسیکانام ہے۔ چونکہ مکتوب الیہ جواب کتاب میر کے
 عوض خود ہی جو لطف وہی کے لئے پمیل برنگ پہنچتے ہیں۔ لہذا اسنے ہی نیاز

۱۰
سرستہ کے کپکپے مضمون کا اظہار ان ہی کی زبان سے وابستہ کیا ہے۔

مولوی خواجہ محمد جان صاحب تعلقدار

شبِ گزشتہ کی سرگزشت سے آپ کے سر کی قسم کے سوا اگر مخلص نے کھا یا ہو تو عربی نہیں عربی ہو۔ کل کے دن قتالوں کے ساتھ جو زہر مار کیا تھا مہنوز وہی زہر اگل رہا ہوں۔ من و خدا گھٹن۔ دلربا سے سرٹا کے دل چڑانا عین صحت تھی نہ کہ آپسے آنکھیں چڑانے میں سکت۔ نصف النہار کو پیام دینے کا سارا مطلب یہی تو تھا کہ شب و بجور نہ آئیں لیل النور تشریف لائیں۔ محمد برہان جو اپنی حجت میں برہان قاطع ہے مکتا ہی زبان کا ٹٹے اگر ریش قاضی سے ارسال پیغام میں کہتا ہی کی ہو۔ نکیرین کے یہاں اگر منکر کا انکار لایق اکراہ نہ ہو۔ از روئے احتساب سیاہ رو کے شارپ لواٹے۔ خیر صاحب جانے بھی دیکھے گذریں در گذشتہ عشا کے بعد سے عشا کے قبل تک قدم رنجہ فرما کے ندامت کو پا مال کیجئے محبت کو پائیال نہ کیجئے۔

سید حسن علی شاہ صاحب مشائخ کو کسی کے کہنے سے

سلام علیکم و قلبی لیکم جو اللہ نے دیا تھا سینے ما سوا اللہ کو دیدیا۔ مالک الملک جو میری ملک کیا تھا سینے غیر اللہ کے املاک کر دیا۔ اب یہ ہے نہ وہ ہے صرف والدین کے ترک پر صرفہ ہے یا گروہ ہی اسراف سی اسقدر نہ رہے

جو رہا سہا متروکہ بنے۔ ہاں در صورت کو ماضی حیات شاید دقت سے کفن۔
 تنگی سے دفن بنے تو بنے۔ گو مجھ زندہ درگور کو فکر قبر تک گھور ہے تاہم کیا
 گھر کی تعمیر میرے لئے بہر کیف آہم ہے لیکن آچکا بلا معینہ رقم کا طالب ہونا رقم کا
 غیر مطلوب ہے۔ المختصر طول عمل نہ کیجئے جلد تعین زر کیجئے میں مُعین تو نہیں خدا معین
 معین ہو نہ چا دیگا۔ آپ کا اپنے نام پر لفظ گدا اضافہ کرنا غالباً اضافی ہے
 بھلا شاہ بھی کہیں گدا ہو اگر تاہم شکر کیجئے ناشکری کا بُرا ہوتا ہے۔

بنام نواب میر حشام علی خان بہادر رئیس اعظم ٹبرہ
 لف غنبر شامہ کیا آیا گویا غنبر لو کے پوٹ لایا جیسے نیم و صبا لوٹ ہی۔ سرور
 اس شاخ بریدہ کی سرت ہر آن و پل یوں اُگ رہی ہے جیسے بہار میں خزانہ وہ
 پیڑ سے کوئل۔ اور کیون نہ ہو پیار و دوست کی عزیز فرزند کا خط ایسا دلکش ہر
 خطِ ریحان پہ خط کش ہے جسکی تفصیلی رقم میں میرا قلم زنگس کا قلم ہے اپنے براہ
 محبت عافیت جوئی خیریت گوئی کی ہے۔ متحیر ہوں وہ کون الفاظ ہوں جسے
 آپ کی مہر و دی کی شکرت۔ میری گزشتہ موجودہ حکایت مبرہن ہوا ^{شانہ} جلا
 آپ کو سرسبز و سرخ و دیکھے۔ آپ گلزار ابراہیمی کے گل سرسبد ہو جس
 نگہتِ حُلت آتی ہے۔ آپ جو چاہیں سمجھ لیں پر مین اپنی کیفیت نہیں کہتا
 وجد کیا و حقیقت وہ شکایت منجربہ حضرت صاحبِ ہر دو عالم یا صاحبِ عالم

ہوتی ہے۔ دنیا میں سیری حالت ایسی ہے جیسی آپ کے والد ماجد کی نوعیت
 تھی۔ صبح ہر گھنٹے بغیر و زینتِ اوست پتا ہم اوس عالی قدر و مجید بقدر
 بیٹھے تھے۔ اس قدر کہ مرحوم جوار رحمت میں گئے۔ بات رہ گئی۔ محروم
 زحمت میں نہایت بات جاتی رہی۔ حق جو پوچھتے تو بس رونا اسی جا اور سننے
 کا ہر بانی خیریت۔ اس درگزر سے دنیا گزر کا ہے اقبال و خیران گذر
 جانی ہے۔ اب رہا آپ کا میرا قصہ۔ من و خدائے من میں آپ سے کل منہ
 نہیں درمند ہوں کہ کیوں آپ نے آج تک نام تک کو نامہ بھیجا نہ پیام و سلام

بنام نواب فیاض الملک

اولیٰ شکر رنجی کا شکوہ آخری شکر شکر پارہ اولیٰ ہے۔ سُنئے۔ بلا سُنئے
 سنائی پر صبح شکر خوردی شکر دان را شکرستی کا مصداق نہ بندئے۔
 مدت ہوئی آپ کی آواز میرے کانوں تک نہ آئی۔ آئی بھی تو تلخی آمیز
 دیکھنے میں آئی۔ اجی صاحب زعفرانی شیرینی شریک دست خانی
 سے ہوا۔ تیرن۔ خندہ۔ زیر خند ہو۔ مٹھائی کے بھوکے چشم براہ
 حجاب بلب رہے ہیں شربت دیدار کے پیادید کے لئے جان بلب رہے ہیں
 بیات آپ نے کس جن سے اس گپ چٹنی اور سال میں شکر کی چھری کیسے کہا

چھری پسند کی آجکے گمیرین شیرین کام کا کیا کہنا وہ تو پھر وزہ زندگی میں کجا فردائی
قیامت تک آپ کو مجھ سے اغلب شیر و شکر نہ ہونے دینگے۔ خوانِ کرم پر۔
خانہ احسان آباد باد۔

بنام نواب صف افکن جنگ

کس سوچ میں ہو نواب بولو پڑ آنکھیں تو ملاؤ دل کہاں ہے پڑ سلف میں مجب
اجاب کیلئے فدائی جان تک میں بیدریغ تھے۔ دریا حالی محبوبِ خالی
خولی پریش میں بھی دریغ کرتے ہیں۔ تہین و اشد ہے سچ تو کہیے گا۔ اس
کر دار و رفتار پر شرمایگا تو نہیں۔ یاد رہے روزِ حساب بھاؤ کی وہ کسے
ہو گی کہ توبہ ہی پہلی۔ اوہ بولے نواب آپ نے ہوئے سے بھی کہو پوچھا تھا کہ
ہمارا زندہ درگور ہے یا گورستان میں چل بسا۔ وہ جو آستان پر نقش قدم
کی طرح چار ہوتا تھا کیوں نقش کف پا کے ماند مٹ گیا۔ کہیں با تراز تو نہیں گیا
مینے بت الغب کو بُرائی پر۔ دنیا کو بیوفائی پر تین طلاق کہا۔ باک عیاری
آپ کے تین حرف تک کہنا مجھ کو شاق ہوا۔ سیاحت و زواریت پہ ہماری نہانا
جانا مہم کے ہنوز وہی دم خم ہیں۔ آپ کا دامن سیر۔ میرا گریبان آپ کے
ہاتھ رہے۔

بنام نواب فیروز بہا کمانڈر برکید افسر وایدگانک
اعلیٰ حضرت خلیفۃ المسیح
درتہیت

آپ کی شیریں کامی پر جام مبارک دلب ریز۔ اجاب تر زبان و ترانہ خیرین پیشین گوئی
کیلئے مجھے مینائے فلک قُلْ قُلْ کہتا ہے۔ خدایا کمپا میں (انڈین امپائر)
حالیہ کامیابی آئندہ کے اوس سرکا یہ پایہ ہو جو گرانڈ کمائڈری افوج
نظام کا ہمایہ ہو۔ آمین۔

بنام مولوی محمد علی خان صاحب

سلام سنت اسلام گزارش۔ اشتیاقی پیام نگارش ہے۔ آپ جیسے بزرگوار کا
جانب مشرق جانا۔ سمت مغرب متوجہ نہ ہونا۔ مغربی کو قبلہ نہ کیطرح مضطرب کرتا ہے۔
آتش رشک سے نہ صرف قلب آبلہ ہوا قالب تک چھالہ ہو گیا۔ تسبیح و گداز
عشق شمشاد بے ثمر نے با بیاری اشک جو سرد چراغان بنا دیا۔ شنیدنی نہیں
دیدنی تھا۔ تماشا یہ کہ تماشائی براہ دل لگی خارش کہکے جدا جگر خراش تھے۔
آپ جانئے مرضی سیحی کا مداوا دوا سے کیونکر ہوتا۔ آخر آپ ہی کی دعا
کا اثر کار گر ہوا۔ جسکے شکر یہ مین اظہار شکر کرتا ہوں۔ الطاف ناموں کا جواب
بہ مجبوری میر سجاد حسین کے ہاتھ انگریزی مین اسلئے لکھوایا نہا کہ وہ اردو نہیں
جانتے۔ خدا جانے انگریزیت کی غایت کہ مین عیسے لکھے موسے پڑھے کی سی
تو نہ تھی۔ دیر چھٹی کا پہنچنا عجالتاً مین کا چلنا۔ کھانسی کا رہ جانا وغیرہ امور
لو آپکے باعث ملال ٹھیرے۔ لیکن فی الواقع وہ واقعہ من مصلح رب اعلم

ہیرا۔ دیکھئے کرشنا کے آشنائی مہاجن جو نا آشنا تھے۔ میری لہجی لالچ کے اثر سے
 آشنا ہو کر ویڈ وگٹا پوتھی و پڑائی مسائلی حجت بالغہ پر انجان جان گئے کہ اس وقت کے
 مہادیو وہ۔ اس وقت کے اوتار یہ ہیں۔ بچہ کیا تھا۔ تلن۔ میوہ۔ شیرینی
 پان مصالحہ کے تو دی لگ گئے تو دل لگا کہنے یہ گپ چپ کی مٹھائی (نوبت)
 ہے کہنے کی نبات ہر ادواجہ چپ چاپ اسے کھا جا۔ کیون حضرت میں
 و خدائی سن اُلٹی لنگا ہینا اسی اُلٹ پھیر کا نام ہے کہ نہیں والسلام بالوف لا خرا
 بنام جناب شیخ فرید الدین میان چشتی صاحبزادہ

سر تسلیم خم ہے۔ کونش قبول ہو۔ دینی نکت ملازمت ظاہری و دہری کہی تھی
 مستزاد برآن معنوی نحوست کی بدولت شرفیابی اتفاق کا اب نجت کی طرح
 اتفاق نہیں ہوتا جبکہ دنیا کا مال وہ اخری کا آغاز یہ ہو۔ فرمائے۔
 تمحیر کا حال کیا ہو۔ اگر فراق میں وصال اور وصال میں فراق ہی منظور ہیں
 ہی تو پھر ہر کیا ہو۔ خواجہ شیراز نے کنار آب رکنابا مقام کیا تھا۔ بندہ نیاز
 رودخانہ احمد آباد پر حجام و قیام کرتا ہے۔ گل گشت نہ سہی گل گشت ہی سہی
 انشا اللہ تعالیٰ مصرع ہر کہ شد خاک نشین برگ دے برپیدا کرد و مان
 میان یہ شیخ صاحب کھن سال کو نہ مال کی مالالی کا تلو سے۔ سال خوردہ کو ہوش
 خود سال بکے پائمال ہو نیکا و سوسہ۔ کیونکر سوچھا۔ خفاش کو مہر و من سے

نظر بازی۔ اہل رسیدہ کو العجل۔ ہیمہر سے ہر مہر کو کیونکر سوچھی۔ شادی کے
 شادی کیجے۔ دیکھنا بتا شے کے تاشے کیسے بچے ہیں۔ اس دنگی بردن دے
 گھی کے دے جلتے۔ ہر شب رنگی متین ہیں خدشہ ہے کہین شمع کا فوری گل۔
 لف کا فورنہ ہو جائے۔ سارا چتیا ہرن۔ چار پانچ ہو کر (برات نیم جان بر شاخ آہوں)
 رہ جائے۔ واہ مبلغ کے جلوے پر نابالغ تک کو بس بلغ بھونچا دیتے ہیں۔
 حضرت کا یہ ارشاد کہ سھو آجواب نہیں بھیجا۔ من و خدا من۔ بھلا میں اور صحت
 یقین ماننے پر و مرشد پر ہمیں ناز تھا آپسے نیاز ہی۔ جب ادبی تک باعث خوف
 نہ تھے۔ اب ادب ماوجب بھی محب ہر اس ہے۔

نام نواب خیر شید الملک بہادر فرزند نواب شید جاگیر

جب دلی شاکری قلبی شکری کا کہا ہی بیان زبان سے نہیں ہو سکتا۔ فکیف ادائی
 شکر لسان قلم سے ہو سکتا۔ لہذا تسلیم شکریہ مع مبارک باد عید التماس کرتا ہوں گاہ
 خاتمہ ستہ سوال ختم شکن حواس خمسہ ہوا۔ ہر ٹوٹی ڈبہ کھلا۔ روحی فداک قوطی عطر
 قوت روح۔ قوت رائحہ مقوی دماغ ہوئی۔ شامہ معطر ہوا۔ مجموعہ عطر خاطر
 نشان پریشان خاطر ہوا۔ تحفہ عطریات کا حد ہدیہ سے زیادہ بھجوانا گو مزید مہربانی
 پر حالیہ دل جوان۔ سنہ جوانی ہے زندگی کیا ہی گویا حسرت بھری زندگانی ہے
 تاہم کلاب و یاسمن سیمن تن و گلبدن۔ چنپا۔ بہار۔ حنا۔ خانی ویت چنپائی رنگ۔

بستی پیرین۔ شہ ناز و بید مشک ناز نینان عفتن پُرفتن کو یاد۔ کیوڑ خس

سرد خانہ کے گرم انجن کو فرایا دکر اسکے برباد کرتا ہر خانہ احسان آباد و نطفلم زیادہ

بنام مولوی مشتاق حسین صاحب المی طوبی و قار الملک محمد مالک زری

نمبرہ اسد اللہ یعنی شیر خان نشی بذریعہ رقعہ رسائی کر کے بخت نارسا کی مفصل حقیقت

گزارش کریں گے۔ اجمالاً یوں ہے کہ تعلقدار صاحب ضلع نے روباہ باز یونس

ضعیفی کے اطمینان ضمیمہ کو مجروح کیا ہے نہیں معلوم اسد اللہ سی کیونکر چشمہ کوثر

پر چشمہ چڑھا کے چار چشم ہوں گے۔ غرض وہ نیم جان افغان و خیزان حکمہ مقتدی

مک پھونچتے پھونچتے بھڑم گور ہو گیا ہے۔ مولوی امیر حسن صاحب مددگار

ممد و علی ٹانگے دیا تھا۔ آپ بقیہ دوزی کر کے بہ نظر ترجمہ مرہم لگائے

تاکہ مجروح اچھا۔ ہو کر دعائیں دے تعلقدار خام خیالی سے انکی بلی ڈاڑھی

پر دھوکہ کھایا ہے ورنہ یہ کارگزاری میں جوانوں سے جوان ہے۔ اس

بے ملاحظگی میں اسے کاش اگر تعلقدار اپنا بھی ملاحظہ کرتے ہر چند خود میں

بدین تو نہ ہوتے۔ انکو پیرا اپنے کو پیرا بالغ نہ ٹھیراتے۔ سیہ بخت کی لہجہ

سفید بوجھ سر و مہرئی روزگار نزلہ بر اعضا کے ضعیف ہر یا دورہ کی ڈور

دھوپ سے پگ لگی ہے یا دورنگی زمانہ سے دو موہ یہ ہو گئی ہے بہر کیف

وائے برآں قامت کوتاہ و ریش بلند جو سن و سن میں امتیاز نہیں کرتا ہے

زیادہ زیادہ۔

جناب نواب سر آسمانجاہ امیر کبردار المہام سرکار کے نام
 پانیر میں طبع ہوا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے دوزیر اعظم سر آسمانجاہ نے ایک بہت
 خوبصورت کشتی موسوم بہ عائشہ سرورنگر کے تالاب میں چھوڑ دینے کے لئے خریدی ہے
 جسوقت یہ برجہ میری نظر سے گزرا غیظ سے آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ تلام
 طوفان فوج نگاہوں میں سما گیا۔ غرض جزد و مدحیت عرض حقیقت برہمت سے
 جرات کرتی ہے کہ خدا مان عالی مقام بعین کارشاپاڈنٹ کے بگڑے حواس
 درست فرمائیں۔ سفیہ کی سفاہت سرگندہ کر کے سفینہ کا نام بدل کرنے میں
 حرکت نہ فرمائیں تاکہ اہل طغیان و رطہ ہلاکت میں ڈوبیں۔ از عیبی اسٹیٹ

نمبر ۷۷ تار دیورہ۔

نواب فتح نواز جنگ محسن صوم سکر رری کے نام

سپارش خلق باعث خوشنودی خالق ہے۔ اور اخلاق بھی یہی جلاتا ہے۔
 بارے شافع اور شتشف کے مشکلات مشکلات صی جانتے ہیں۔ یعنی شفیع عذاب
 جاتا ہے اور شتشف عذاب۔ حالانکہ بلا جانے ہو جھے مخاطب الیہ کو بیوقوف و ناانصاف
 بنا نا خود مخاطب کی دلیل حماقت ہے۔ اگر یہ سمجھکے ملتجی کو سمجھائیں وہ کب سمجھتا ہے
 بے نقط لاف و نشر مرتب و غیر مرتب دہشتناہ ہے کہ تو یہ صی بھلی۔ جوان باتوں سے

گزر کر خاشاک گزرتے ہیں مرنیکے بعد زندے اوسی کا دم بھرتے ہیں۔ مردم اوسلو
 مرد یک دیدہ۔ اہل بصر و بصیرت آنکھوں کی تپلی دل کا سویدا بناتے ہیں۔ طرفہ یہ کہ
 ہینگ لگے نہ چٹکڑی اور رنگ آئے چوکھا۔ گرہ سے اوہی بجائے اور سعادت کے
 بوٹن ہیں کہ چلے آتے ہیں۔ جسکو دیکھیے انگلی بکڑ کے پھونچا کاٹھیا ہر دامنگیر کے
 گلوگیر نہ تاسی۔ میں آپکا شکر ادا کرتے کرتے رنگ شکر گھل گیا عرق انفعال سے
 پانی بانی ہو گیا مگر یہ بہانہ آتش در کا سہ ہیں۔ کیجیے کیا گویم مشکل نہ گویم مشکل تر۔
 للہ حال رقعہ کی بقدر ممکن جلد روائی حاجت کرنی چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ۔
 مصرع برات عاشقان بر شاخ آہو تبادین۔ اسے جناب غور سے دیکھیں
 اور سچ پوچھیں تو یہ سمجھ اور سمجھنا زائد ہو سلا ہی ڈکھو سلا ہی ورنہ انصاف اخذ
 کا شکر کالانا اور محتاج کے ممنون ہونا عموماً مجھ کو خصوصاً آپ کو لازم ہے۔ اسلئے
 کہ آپکی ہماری ایسی حیثیت کی اور ہوئی۔ آپ اس حلقہ معنی خیر پر توجہ کریں یا لکڑ
 مگر مجھے بہر حال ثواب ملیگا۔ فرمائے تو کہیں میرا ایسا بید ہرک کھنا برا تو نہیں
 مخلص کے کہنے سے دوست کے نام

شعر ہم کس سے کریں دعویٰ خون کیجئے انصاف + مقتول ہیں جس کے
 وہ ستھر نہیں ملتا نامہ کیا آیا۔ کہ قیامت آئی مجھے اصلاً توقع نہ تھی نہ انصاف
 سے میرا جتھرا سیا کر دے گی یوں نامہ اعمال ڈھراؤ گے۔ تمہارا گمان ہے

مین ہوں۔ ہے ہے مین نہیں ہوں۔ سرا با صورت انتظار ہوں۔ آنکھیں
 تمہیں ٹاٹو نہ دیتی ہیں۔ دل ترستا ہے۔ ترسا تک میری حالت منظرہ پر ترس کھاتا ہے
 حیف مین غم کھاتا ہوں آپ ترس نہیں کھاتے ترسا ترسا کے مارے ڈالو
 سفاکی آپکی شربت وصال کجا۔ آب تیغ تک پانا روا نہیں رکھتی ہے۔ تمہارے
 چلمن کے آگے کسی چلتی ہے جو میری چلے گی۔ اگر چلتی ہے تو بس تلوار چلتی ہے
 آنکھیں لڑتی ہیں تو قریب بہڑتے ہیں۔ گو خال ڈال سے تمہاری دم شمشیر
 ہوں تیرے منہ نہیں موڑتا۔ تیرے قبضہ کیا۔ قبض روح ہوتی ہے۔ میرا تیرا
 زندگانی تیرے تیغ کا پھل ہے۔ میرے گل مقاصد تیرے سپر کے پھول ہیں۔ تیرے
 سرو ہی کا مالہ میرے گلے کا مار ہے۔ جنیوی ہاتھ مین بد بھیا کی بہا رہے
 اسلئے تو مرنا مجھے شادی مرگ ہے۔ اولیلی لیل موصلت مین جب (کھل مین)
 حیرتیں کھتا ہوں تو یوم مفارقت کی حالت کو تم سمجھو۔ روز نشر کا الم شب
 فراق کے غم سے کہیں کم ہے۔ تاہم امید شب وصل روز ہجر مین باعث
 زیت نا ملایم ہے۔ ادغچہ دہن کیون مجھ تنگ سر دل تنگ ہے۔ ارے
 سنگدل جب تو میری لحد کا سنگ ہے تو پھر کیون ساتھ سے تجھے تنگ ہے۔
 مجھ تفتہ جگر کا میناے دل شیشہ دور بین ہے جس سے بلا حجاب زیر نظر
 سراپاے خود مین ہے۔ تمہارا انکیٹو نے دیکھنا میری آنکھوں مین کہہ سکتا ہے

پر منہ کہاں جو تبارے دہن کے بوسہ کا رخ کروں۔ نہ زبان ہے جو زبان
 لڑانے میں لب جنبانی کروں۔ تمہارے سڈول سینہ۔ چٹیا کمرے میرے
 چیتے کو بہن کر دیا ہو۔ اس دھواچہ کڑی کی سرگزشت چارپائے کے کانٹوں
 تو پتنگ بولے گا۔ خطا معافا و لعبتِ جن جن سے ڈانوان ڈول نہ ہو
 میں یوسف کی طرح کسی زلیخا کی جاو میں نہ ڈوبو گا۔ سودا ہو جو سودا کی بنو گا
 ہر جائی تو ہون نہیں جو سربازار بکو گا۔ تمہارے چاہِ ذوق کے ڈوبے کو
 کسی اُبھرے سینہ کا اشتیاق کو مین نہ جھکا یگا۔ تمہارا جذبِ دل اور کے ہتے
 چڑھنے نہ دیگا۔ اے واہ تمہارا دامن انتظار خالی رہے۔ اور کا جب تمنا
 پر ہو۔ تم پا بند ہو۔ ہم کھلے بند پہرین۔ ہم چین کرین۔ تم بے چین رہو۔ ہرگز
 نہیں بس بیٹھو بھی تمہاری بید روی سے میرے پہلو میں درد اوٹھتا ہو۔ بیٹھو بیٹھا
 اشتعال طبع سے تمہاری طبیعت مشتعل ہو کر آنکھوں سے شعل نکلتے۔ جگر سے دھواں
 اوٹھتا ہو۔ تمہاری چشمِ مخمور نے میری مٹی خراب کی ہو۔ جب اس خاکِ سراسر و مینا
 میرے مزار کے اگے انگور کی شراب بنے۔ شراب کے شر نہ کرنا۔ او خود فراموش
 ضرور میری یاد میں پنا۔ دیکھ تو او شمشاد قد۔ تیرے سوزِ عشق سے سرو چراغان
 یوں پراف نہیں کرتا۔ کہوں کیا جب تو کچھ نہیں کہتا۔ کیا تم بید مان ہو۔ جیسے میں
 بے زبان ہوں۔ پیار ساقی کیوں بہر بیٹھے ہو۔ کسے ہاتھ پر ہاتھ دھر بیٹھے ہو۔ ساغر

مینا کیسے خالی رکھ چھوڑے ہو۔ کیا اس رند میکیش کا پالہ ہوا سمجھے ہو۔ غالباً میرے
 جگر کے جلنے سے تمہارا دل تو ٹھنڈا ہوا ہو گا۔ میری شوگی میں نہیں ہے کونجا ب تو
 آگئی ہو گی۔ مجھ تشنہ رکھکے تم بات پی جاتے ہو۔ کیا شکر کی چہری ہو جو گپ چپ
 کا تمام کئے ڈالتی ہو۔ او شیریں تمہاری شیریں دالی کا کیا کھنا اب تو خطا مت
 شربت کا غدر پر لکھا کرتے ہو۔ واللہ تمہاری کیا بات ہر تم شیریں دہن ہو نہ شکر تیرے
 میٹھے ٹھک ہو۔ سفاکی سے تلوار تک پر میٹھی باڑ دے رکھ ہو۔ اوشاخ نباتات ہل
 صفا سے بصفائی دل بات کیجئے۔ تلخ مزاجی سے ہلکی سیٹھی نباتات کیجئے۔ گو تمہارے
 چین چین ہونے کو میں سکن چین سمجھتا ہوں تاہم ترش روئی کو شکر رنجی کی وجہ
 جانئے۔ آپ پان چبا چبا کے ہونٹوں پر رنگ جاتے ہیں ہم اپنی سیرنگی برب چکا
 رہ جاتے ہیں۔ اہی مجھ پر کیوں دانت پیستے ہو۔ میں خود ہی پسا جاتا ہوں عشق کی
 بیعت کر کے تمہارا طالب ہوں یا اس فصل امید وصل میں یک روح دو دو قالب
 ہوں۔ دہن کی دہن میں میں ہوں جان بلب۔ گلے شکوہ سے ساغر قلب ہی لب لباب
 مہر صبح کہیں تو سبھی او کا فر طالب : اول لب لعل لبیا ساغر لب لب سب لب رہو گے۔ اس
 خشک لب سرب نہ ملاؤ گے۔ جب جان بلب کی بات تا لب نہیں آتی۔ تو تاب دریا کیونکر
 آتا۔ بہا محبت کو سیبِ قن سے توقع بھی کی تھی۔ مگر ظالم یہ ستم تو دیکھ کہ کیسا تیرا چشم قن
 نے مجھے بادام کی طرح کھلٹا لایا۔ تیری آنکھ چرانے نے میری ناک میں دم کر ڈالا ہے۔

بہد می کی ہوا میں دم ہوا ہوا جاتا ہے۔ تیرے آنکھل کا سایہ آسب ہو گیا ہے
 اوپری رو کیا بے پرہی اڑا یا کرو گے۔ بات اڑا کے ہنسی میں رو لایا کرو گے۔
 تمہیں ہمارا قتل منظور ہے۔ جو قتل پڑتے ہو۔ قتل پڑھواتے ہو۔ اجی میرا شہ نہ
 کھلاؤ۔ ورنہ تالی بجگی۔ منہ سے نکلی لب پہ آئی۔ خلق سے نکلی خلق میں پہلی۔ اچھا
 تمہارے سر میں سُرخاب کا پرہی اور ہم بے بال و پرہی سہی۔ لو ہم دے
 تمہارے ہی سر سہرہ سہی۔ پریا و رہے کہ زمانہ کارنگ و گرگون ہے۔ نہ میری
 زندگی پر جن کا وجود و قیام ہے۔ نہ تمہارے جو بن پرفن کو بقا و دوام۔ اسپر غور کرنا
 نکرنا تمہارا کام ہے۔ لو خدا حافظ۔ تم تاش کے مسند کجواب کی گدی پہ نہال ہو
 ہمیں سایہ خار مغیلان ہی فرش مشجر ہے۔

بنام حکیم محمد منیر الدین صیاد اکرم محل مبارک علی حضرت نظام

اپنے میان زین العابدین کا زائچہ بنوایا۔ کیون بنوایا۔ اسلئے تاکہ از رو قواہد
 نجوم متعلق بہ اسے انکرواقف ہو کر وقا فوقا حسب صواب بدید عمل پریا ہوں۔
 شاید آپ کی بے توجہی سے دہوت پرشاد نے جنم پتری تو نہیں البتہ زائچہ کی لنگولی
 بنا دیا حکم رمانے علی العکس ضابطہ منجین ایسی پیدیاں بچھائیں۔ گویا تحصیل
 کو تحصیل لا حاصل کر دیا۔ الحق انجم شناس کا کیا ذکر ناحق شناس جو گلن کو چے میں
 (آج بھلے ہوتے ہیں بے پہلے ہوتے ہیں) کھتا پرتا ہے وہ اس سے کہیں

اچھا لکھتا۔ نجات خواص وغوامض استخراج احکام رہے اسکی پوتھی میں عام طور پر مہاراجا
انتر دسا۔ تک کے ثرات مہل نے مفصل کی مجھ بھی رقم نہ کیا۔ کیا آپ نے زائچہ یون ہی
بنوایا جو مفت راجہ بادیگفت کھڑکوت فرمایا۔ اگر خوشی بضع اہل اللہ سے تو لکھ لکھ
آخر اس لکھانیکے مقاصد کیا تھے اسکے لکھنے کا مقصد کیا تھا۔ اسی حکیم صاحب بے انجام
کام حکمت نظری سے بعید ہو کر حکمت عملی کے اگر قریب ہو تو انوکھی بات ہے۔ بات سمجھو
نبات ہر بے سمجھی ہی کوئی بات ہے۔ میرے کہنے کو سہل جانئے نہ سہل انکاری کیجئے۔
تک دو کر کے مرد کو مجھ تک لائے۔ میں اسے ٹھیک بنا کر زائچہ درست بنواتا ہوں۔

بنام مولوی خواجہ محمد جان صاحب تعلقہ دار

اچھے کھلے خط کا مضمون درستہ واضح ہوا۔ جھوٹا کوڑا ناشناسا و غیر نبتہ تھا۔ شناسا و غیر بڑا دروازہ کھلا بند
تھا اصل اسباب نہ تھا خیر صاحب گفتگو کے در سے در گزرنے مطلب کی سننے مقام
معلوم میں آمد و شد میری گوگوگوگو کی بات ہر نام جن پر نہاں آشکار ہر اُسے چپانکی
کیا بات ہے۔ ہر جذبہ عقل و حرکت احباب کی باعث مسرت ہے پر اولی الالباب کا محل حیرت
و جب کیا آستانہ نشین کا آستان بلند مکان پر جانا داخل کوتاہ اندیش ہے نفی عہد حاج
از مال اندیش ہے۔ بیدست و پائی میں ساعد سین سے ماتہ طائیکے لئے زور و زور
و رگاہے خالی غلی گفت و شنود محض بیکار ہے۔ ان نیزنگیوں میں جنکارنگ جہا ہوا ہے
وہ اپنا ہم رنگ چاہتے ہیں مکیزنگ کو بد رنگ جانتے ہیں۔ وہ کون ہوگا جو تمہوڑیسی

زندگی مختصر زندگانی کے لئے بہت خمیازہ اپنے سر لیکر سر دے۔ بھلائی کے عوض
بڑائی لے۔ اس لین دین میں جو لے دے ہوگی وہ مفت مسلم زید برید ہوگی۔ یہاں
یہاں ہر بات میں شش و پنج ہے وہاں پنجہ قدرت میں پنجاہ و پنج ہے والسلام۔

ایک مسیّر جسٹس جٹلکین کے نام

اپنے تاثیر الانظار کی کتابیں دیکھیں۔ پرتاثر المنصور کا مرقع نہ دیکھا جب گلو
کے بیاضی چہرہ کا خیال ناظر کے قلب میں آتا ہر قالب سے بوسے گلاب آتے ہیں
چشم محمور کا تصور آنکھوں میں سماتا ہے۔ بے کیفی میں بھی کیف شراب آتی ہے۔ دل
چھین کر دشمن جان ہونا غارتگر ایمان کی رسم ہے۔ آنکھ لگا کے آنکھیں چسپا نا
انکا دستور عام۔ مکھڑا دکھلا کے منہ چھپا ناشیوہ خاص ہے۔ اسے خرابا تو نکا
گھر آباد۔ خانہ زہد خراب ہے سیاہ بخت کو گور و نکلی الفت گو رکھ دہند اہر شمشاد
قد کی محبت میں سرو آزاد گرفتار بلا ہے۔ خون آشام کے لئے انگور زخم گھائل نقل۔
خون نائے جگر مئے ناب ہے۔ تفتہ جگر کے سینے میں دل نہیں طاس کباب ہے طرف
تاشا ہی پتھر کا تعب لعل کا باعث تاب ہے۔ لب صدف خشک اور گوہر میں آب ہے۔
اتحی حسینو کا عشق سراب۔ زندگی عشاق نقش بر آب ہے۔

ایک لوکل پولیسکل دوست کے نام

جناب باد فروش کے ہوا خواہ جو منہ دیکھی باتیں بنا یا کرتے تھے۔ کسی صورت میں

ہنہیں سکتے۔ گوش بریدہ پس دریدہ ٹٹوسے پر سوار پڑے پھرتے ہیں۔ بشرہ
 اُترا طبعیت نڈھال رہتی ہے۔ اب انہیں وہ چھل بل ہے نہ کس بل۔ اصل
 معاملے میں ایسے بل پڑ گئے ہیں کہ انہیں بھاگتے راہ نہین ملتی۔ بے بصری سے
 مردم آزار کے مردم چشم میں بصارت نہ رہی۔ چھڑے پر مردنی چھا گئی۔ اہل
 پہر جو کئی جائے رہتے تھے اب ٹکے کو بھی پوچھے نہین جاتے۔ لالہ کچوری مل کے
 طالب میں ملنا ملانا۔ مراد پوری ہوئی کیسی۔ اُلٹا کچور منکل گیا۔ بے بھاؤ کی لے دے
 وہ ہوئی کہ آٹے دال کا پورا بھاؤ معلوم ہو گیا۔ اب یہ لاکھ پاڑ بیل کرین۔ باک
 لوگ انکے چھاتی پر مونگ دلنا نہین چھوڑتے۔ آتش افروز کے خام خیالیوں سے
 وال نہ گلے گی۔ جوتیوں میں ضرور دال شیلیگی۔ بڑا سئی سے کہیں بڑے بنتے ہیں
 چھوٹا منہ بڑے نوالے بیڈیہ ہوتے ہیں افیونی کی طرح متھرا کے تصویری پر
 کھانے۔ بھنگیائے ہوئے کے مانند خیالی پلاؤ پکا نیسے کھین شکم پر موتا ہے
 ہرگز نہین۔ آپکے آئے دن گئے جھگڑو نکامنا قشہ فیصد طلب نہین۔ میرا قول قول
 فیصل نہین۔ مطلوب و طالب سر مجھے مطلب نہین وال سلام۔

نواب محمد عسکری خان بہادر تعلقہ کرنام

تمھاری پُرسرت تحریر کے دیکھنے سے طبیعت باغ باغ ہوئی۔ سرورِ جام دال باغ ہو
 باغبانِ قدرت نہین گلستانِ رجمندی کا گل سرسبز کرے۔ کشت امید شکوفہ تھا

کھلایا کرے شکر ہے شکوہ کرتے تمھاری سہی کو مشکو کیا۔ تم نے واقعی مصروع اگر پر نہ تو اندر
 تمام کندہ کے مثل کو پورا کیا۔ رہا میری نسبت تمھارا گمان خیر۔ محض حسن ظن ہے۔ لا شک
 و بلا شبہ نتیجہ اہل تمھارے ہی اعمال حسنہ کا ثمر ہے جو طرفۃ العین میں نمایاں بھولا بھلا
 کچھو رہن ہاتھوں ہاتھ دستیاب ہوا۔ خدا کریم یوں ہی مدام تمہیں نشاطیں میں شیریں کام
 کرے۔ نخل مراد علی الدوام ہر ابھرا رہے ہوا خواہوں کی زبانی تمھاری مہمان نوازی
 ہو خوب ہی بند ہی چٹھارین لے لیکے کھتے ہیں لذیذ کھانوں کی لذت پر ہنوز رال سکی پتی
 زعفرانی حلاوت کے کھلاوت گولب بند ہیں تاہم مشک و عنبر کی عطریت سے مانغ
 پر طبلہ عطار کی پھبتی ہے۔ نمکین اطعمہ کے افراط شور بخون کو اب تک کھٹائی میں
 ڈال دیا ہے۔ بھلا ہوا تلخ مزاج خاںسانان کار و کھاپن جمع البقر و مکوچر شہرین
 طعمہ کے عوض لطمہ دیا ورنہ چوبے کی طرح اٹکا کچھو کھل جاتا۔ گونیدہ کا بیان تھا۔
 گو جاترا کا راگ و رنگ۔ پر اک شکا ڈھنگ لایا تھا۔ پر کوئے جاتری ننگ و ڈھنگ
 نہ تھا۔ الابلے وزیر کے سلطان جامے سے باہر تھے۔ محترم و منتظم خیمے کے اندر اپنے
 باہر تھے مصروع ایک سان جلوہ دیدار تھا انور باہر بھلے کو تمھاری بالادستی
 نے برائی کو تمھام لے ورنہ طبقہ تہذیب کا بڑا ہوتا۔

ایک عزیز کے نام

تقسیم شہر کو قیام صحرا دستان ہوتا ہے چہ جائیکہ مقام بستان۔ لیکن آپ جانئے

جس کے آنکھوں میں سدسرسوں بھولی ہے اسیکے منظورِ سنت ہر نہ ہو لی ہے۔
 بھلا جس کا سینہ داغوں سے لالہ زار ہوا اس کا دل کیا مائل کچھار ہو۔ حالیہ
 حال یہ ہے کہ دل باغِ ارم سے بھی رَم کرتا۔ بھشت کو بھشت کھتا ہے۔ میرا قیام
 گو میلِ کطیع بر سرِ راہ ہے پر میلانِ عزلت قدم بڑمانے نہیں دیتا ہے۔
 کیجئے کیا افسردہ طبیعت کی روش چمن کی روش سے جدا ہے۔ سر و حسرتِ شمر
 و تعبِ خزان سے آزاد ہے۔ دلِ ناشاد شمشادِ قد کا گرفتار ہے۔ قمری نزار کو
 کھتی ہے۔ دل زار ہو ہو کھتا ہے۔ گزرے ہوؤں کی روایتیں شہیدہ ہیں۔
 میری نکلاستیں آپ کے دیدہ ہیں۔ اُبلتے ہوئے حوضوں کو دیکھ کر جب پُر جوش طبیعت
 میری طہرائیگی۔ فوارے بلند کی ہمتیں پست ہو کر پسینے چھوٹیں گے۔ سوزشِ قلب
 سے آتشِ گل و دلِ عنادِ شعل ہونگے۔ آہ شر بار سے خار کو آگ لگ جائیگی
 بریں ہم آتا ہی سر کو ز خاطر ہو تو آج نہیں کل آؤنگا مگر ستم یہ ہر کشمیر کی گوری رنگت
 پر زعفرانی لباس۔ گلابی جانکی چمپی رنگ پر ارغوانی ملبوس بھلا معلوم ہو کر
 بختِ الغب کی برائی کا یا عث ہو گا۔ پتلی کمر اُبھرے سینوں کی بندشِ مشکبست
 تو بہ ہو گی۔

بنامِ نواب آصف خان از الملک معتمدِ صرفِ خاں علی حضرتِ حضوری نظام

خاک رنے اپنی پیش نماز مولوی سید حمید رضا صاحب کو صلوٰۃ جوازہ۔ نیو سوم کے نام لکھ کر

بہیمان تھا۔ بارے وہ آپکے بید قلمی واضطراب کے مارے جرأت ادا کئے تعزیت نہ کر سکے۔ مغفورہ کے انتقال کافی الواقع غم و الم ایسا نہیں ہے جسکے تعزیت مجھ پاشکستہ کے زبان دست گستہ کے قلم سے ادا ہو سکے۔ گو مرحومہ آپکی والدہ تھیں مگر درحقیقت خاندان کے سایہ اور مھر ما درانہ کا درجہ رکھتی تھیں۔ چونکہ اس عالم کا آنا جانا داخل عادت الہی ہے اور پس نذون کے لئے گریہ و زاری لابدی ہے۔ بناؤ علیہ آپکی بقرار می لازمہ بشری و محبت پسری کی مقتضی ہے تاہم بہ لحاظ ذریت آپ کو برداشت کرنا۔ انہیں دلاسا دینا ضروری ہے ورنہ رقیق القلب کا حال و مضطرب القالب کا احوال پر طلال ہو جائیگا۔ اللہ آپ اپنے دل کو تھائے۔ لخت جگر کو سنہائے۔ مرحومہ بڑی خوش نصیب تھیں جو عمر طبعی کو بچھو چکر گھر بار کو بخیر و عافیت و حفظ و امان خدائیں چھوڑ کر اپنے نور نصیر کے ماتھون دار البقا کو چل بسیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں مغفرت کے مکان میں رکھے اور آپکو صبر دے۔

ایک بقدر قدر کیے نام نامہ

ہمارے رفیق خدا کے گھر گئے تھے خانہ جنگی کے لئے نہیں آئے تھے جو مکابرہ کر کے گئے تھے کی طرح لڑ مرتے۔ اپنی آپکی سمجھ بوجھ ہمارے پندار سے باہر ہے۔ لا چار می غمتار شرت دیجئے اگر ہے۔ بایند شرع نہ ہونا۔ شرع بنا۔ اپنے سے آگاہ نہ ہو کر معرفت بنا

عین جمالت ہر معرفت نہیں ہے۔ بے حقیقی پر اوتھائی حقیقت خود روشنی ہے طریق طریقت
 نہیں ہے۔ کھتے ہیں اگر داری خروش و گزاری خروش میں کھتا ہوں تا تو انی محرو
 اگر نتوانی پر ہوش۔ فضول گفتگو سے قرب خدا و تقرب رسول نہیں ہوتا ہر بے اصل
 باتوں نے کہیں وصول و حصول ہوتا ہر۔ شکر شاکرانہ اولی ہے شکایت عانتانہ یا ہنسی ہر
 حکایت فلسفانہ ہانا بے معنی ہے۔ اس انسان بے مثل کا مثال ہے اور کل کمال کا طوطی کا
 مقال ہے۔ آپ باتوں کے طوطے مینے نہ بنائے۔ صورت آئینہ ہر آئینہ صفا بے آئینہ
 ہیمنہ اطوار سزاوارا نس وائس نہیں ہوتے۔ اگر ہوتے ہندراؤ نہ ہوتے۔ طائر خیال کے
 یہاں ہوش اڑتے مین۔ پر کے کوئے کھین اڑتے مین دیکھتے دکھانے سنی سنائی
 پر نہ جاؤ چشم بنایا ہو تو دیکھو۔ گوش شنوا ہو تو سنیو۔ ورنہ چٹاؤ گے۔ تھوڑی سی
 زندگی کا خیارہ بیٹھے بٹھائے بہت اوٹھاؤ گے۔

بنام مولوی غلام محمود صاحب چشتی

آپ کی چٹھی کیا تھی لفافہ تھی۔ دو انگل کے پرچے مین پانچ حرف رقم تھے حیرت مین
 حرف کھتا ہوں۔ اہی ملا صاحب آپ ربط و ارتباط کے پابند نہیں ہم آپ سے گلہ مند ہیں
 وجہ کیا مصرع تو ہے قطع مین ہر روز نیر امیر امیل نہیں : بھلا آپ کو چڑھا
 کے رسم و رواج کیا جانیں۔ آپ کی بلا جانے۔ وہ ہینے مین ایک خط بھیجا تیر شکوہ یہ کہ
 کے عزیز بھیجے بارک اللہ اس سچ مین کیا جھوٹ ہر۔ انفس الامر یو لعلہ برسوں کے بعد

زادہ خشک کا خانہ خدا سے اپنی گھر جانا تر دامنوں کی طرح حوروں سے دست و گریبان ہونا کیا
 قصور ہے نا صاحب چاک دامن ہونا ضرور ہے۔ بانہر کا اس عالم میں داریں مایا
 سے بیخبر رہنا باعث سورد و سرور ہے شکم سیر کو شکم پر فرہ نہیں دیتا۔ صائم کو نعم
 و بزرگانی ہوتا ہے۔ واہ رے اتقا تیرا کیا کھتا۔ انسانے آدمی۔ متقی سے فرشتہ
 پیدا ہوتا ہے۔

بنام حاجی سید شمس الضحیٰ عرف بخاری صاحب

مخلص کو مخلصین کے خط سے نصف ملاقات کا خط آتا ہے بارے رقعہ سراپا مرقع
 اخلاص سے آپ کے مجھے پورا لطف ہم نبری و ہم کلامی ملتا ہے۔ آپ کے تصور میں
 روزہ دار کے یہاں بے روزہ کا اکل و شرب روز روشن میں سیاہ کاری ہے
 اسلئے ملاقات ماہ صیام میں سخت دشواری ہے۔ حضرت یہ آپ کو کل سے ہو گیا ہو
 فردا کا خیال آج کیا ہے۔ پہلے سے تو سید ہے میں تیسرا شیخ بھی ہوئے ہیں۔ بس
 سیادت و شیخت آپ کی گھر کی ہے۔ ضعف و پیری وسیلہ شرعی ہے لہذا آپ کے
 کھانے میرے کھلانے پر رحمت خدا ہے۔ عکس میں حکماً زحمت بخدا ہے۔ ہے
 جناب کوئی روزی کا قبلہ ہے کوئی روزیکا۔ اس بلا میں خود محتسب بخارہ ہے
 بہر حال آپ مخیر ہیں۔ روزہ افطار کیجئے کہ افطار کی روزہ تناول فرمائے۔
 لیکن اپنے گھر کھا پکیرنا روا مجھے سخت دل کھلائے نہ خونائے جگر بلو اسے عشرہ بیکار

عشرین باقی ہے آپ آئے تو ابھی عید نوروز ہو جاتی ہے۔

ایضاً

آپ کا تحفہ چار تحفہ لاثانی ہے۔ مزہ یہ ہے کہ ہنوز میں چکھا نہیں ہے تیر زبان

چٹخا رہیں لے رہی ہے رال ٹپکی پڑتی ہے۔ مین تو اس نام ہی کا دل دادہ ہوں

بارے اثنا عشری کے کھانے مین بھی اگر آگیا۔ قسم چار دہ معصوم کی دوازدہ امام

کی طرح خلیفہ اربعہ کو چار و ناچار چاہنے لگ جائیگا۔ خام خیالوں یہاں اچار کا بھل

انہ خام ہے۔ پختہ مغزون کے نزدیک ثمر لذت اسی کا نام ہے۔ اس سبزی

کا طریقہ جو بن ہے پکھراج و یا قوت کے رنگ مین ڈوبی ہوئی ہے۔ سوخی رنگ

سے غازی کی رنگت بھسکی ہے ہر چند یہ ریشہ ہر مگر گ جان مین ریشہ دوانی کرتی ہو

سبزی پر سبز خط۔ ترشی پر شکر لب ملاحیت پر ملیح غذا دشیداہین۔ خوشگوار ترشی نے

سر کے کی چٹنوں کو کھٹائی مین ڈال دیا ہے۔ خوان کرم تیزا ذخا احسان آباداد۔

محبوب کے خط کا جواب محب کی فرمائش

بہت شور سنتے تھے پہلو مین دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

کیون صاحب ہم ہی سے یہ اوڑن چھو۔ یہ ٹھنڈیاں۔ نا مہر بانیاں عبات

آرائیاں۔ یہ خود نمائیاں۔ ہمارے ستم ہم مین کہ جان فدا کرتے۔ دل صدقہ

مین اتار تے۔ پتھر کا کلیجہ کر کے چوٹیں سہتے مین۔ اور آپ مین کہ جان

دل چراتے۔ آنکھیں چراتے ہیں۔ خدا جانے کیا جراتے کیا چھپاتے ہیں آنسوؤں سے
 پیاس نہیں ٹھہرتی۔ تحریر تقریر کی تلا فی نہیں کرتی۔ کیا اتنا بھی نہ کر و سگے کہ
 اپنے پسینہ لگے ہوئے کرتے کی دھبی خط میں لپٹ کے نہ بھیج دو گے۔ آواز
 دیکھنے کی بات ہے حضرت یوسف کا پرہیز حضرت یعقوب کیلئے باعث نصرت
 ہوا تھا۔ اور یہ میری بصیرت کی درجیان اڑانیکے سبب ٹھہرے۔ اجمی صاحب
 تم رات میں اپنے گہر رتھکے مٹاؤ۔ بھلا دنکو تو مجھ سے دل بہلاؤ۔ قصہ مختصر
 اور جلد آؤ۔ یا بہن مٹی بلواؤ۔ کچھ نہ سہی نہ سہی جان بلب کولب دریا کی
 سیر ہی سہی۔ جی سیر نہ ہو نہ ہو۔ آنکھیں تو ٹھنڈی ہونگی۔ آپ تو غضب کے
 ٹھنڈے آدمی نکلے تب ہی تو ستم کی ٹھنڈیاں سناتے ہو۔ کیا برف کے آدمی
 تو نہیں ہو۔ بس صاحب یہ خالی خالی ٹھنڈی گرمیاں اور جھانسنے کسی اور کو دنیا
 ایسے ویسے کو سنانا۔ مانا آپ پری ہو۔ مگر میں تو پرایا نہیں ہوں۔ کیا ہم
 ہی سے اڑے جاؤ۔ اُن فوہ۔ آج کل تو آپ کی طبیعت اڑن کھٹولانی
 جاتی ہے۔ لیکن نقش خاطر رہے کہ ہم بھی اپنے وقت کے سلیمان ہیں یقین
 بانٹے جان چھوٹ جائے تو چھوٹ جائے تم چھوٹ نہیں سکتے۔ کیون جی چر کے دنیا
 اور پوچھنا کہ دل تو نہیں جلتا۔ زخم جگر پر ننگ چھڑکنا اور کھنا کہ کیا مزہ ہے۔
 ننگ چھڑکا گیا اچھا ہوا فیض : دمان زخم اتک بے مزہ تھا

میرے سکوت کو دلیل خاموشی گردانتے ہو۔ دیکھنا جب دل ہلکا کلیجہ دہلکا۔
 بے بی تک لامحالہ زلزلہ آئیگا۔ اے پیار صاحب آپنے اپنی مشتاق کا کچھ حال
 بھی سننا ہے کہ نہین مصحح اعضا شکنی ہو گئی اب جان شکنی ہے؛ بس اب دم
 ٹوٹا جاتا ہے۔ بیچ کھنا اسکے پھولوں کی فاتحہ کرو گے اور چار پھول آپنے
 رنگین ہاتھ سے تربت پر دھر جاؤ گے کہ نہین۔

کسی محب کی وجہ سے ایک حبیب نام

شہر منہ بھٹ ہوں چہر چھڑنا مناسب نہین جناب؛ رک جاؤ گے جو منہ سے میرے
 کچھ نکل گیا؛ اگر آپ خواب غفلت میں عریان نہ ہوتے۔ مین جامہ سے
 کیون باہر ہوتا۔ تم برہنہ ہوئے۔ مین نکلا ہو گیا۔ او بت کافر کش خیر موی
 کہ تو نے منہ نہ دکھلایا۔ ورنہ کعبے کی قسم۔ قبلہ سے رخ پھر گیا ہوتا۔ بیت ام
 کو طاق ابرو سے تیر جو تشبیہ دے۔ اُس نامحرم کو صحن مسجد میں حلال کرنا
 بجا ہے۔ تیرے قامت کی قسم اگر شب وصل موزن نے اذان دی صلواتین
 سنا دون گا۔ تیرے آنکھوں کی تعریف جب لکھتا ہوں۔ قلم۔ نرگس کا قلم۔
 خط۔ خط گلزار۔ دوایر حروف نرگس شہلا۔ ہو جاتے ہیں۔ آخر شید طلع
 یہ تیرا ہی تو جلوہ ہے۔ جو میری تحریر خط شعاعی آفتاب ہے۔ گلزار کہ
 توصیف سرد و اُت قرابہ گلاب ہے۔ تمھاری لسانی کا کیا کھنا تم سیف زبان

بات سیفی ہے۔ جس سے حاسد بات بات میں کٹ کٹا تے ہیں۔ تم نے حلقہ پہنکے مجھے
 حلقہ بگوش کر لیا ہے۔ بھلیاں پہننا بھلی گراتا ہے۔ او شرمگین نگاہ و شرمیدہ رخسار
 حسن عارض عارضی نہیں ہے جو بوسہ دینے میں عذر۔ جو بن دکھانے سے انکار کرتا ہے۔
 میرے رخ۔ آنکھیں تو ملا۔ مُتھ تو بتا۔ وجہ کیا ہے جو بے رخی سے رخ ادا نہیں کرتا
 تیری نگاہِ قہر چھپر بقی سی کو ند جاتی ہے۔ میری بقیاری پر بھلی تڑپ جاتی ہے۔
 بس تم جو پڑ کھینچتے ہی رہو۔ ہم جان پر کھیل جاتے ہیں۔ کوٹھے کے ماتحتابی پر جب
 ٹہلتے ہو۔ زمانہ ہے کہ گردش کھاتا ہے۔ آفتاب لبِ بام ہو جاتا ہے۔ ہر چند
 تم نے خود روی میں رکاوٹ سی روک۔ خود سری سے تصویر کی کاٹ کتر۔ کئی
 دیوار پر فقیان لگا دی ہیں باین خیال کہ طائرِ روح تک نہ گزرنے پائے۔ پر کھینا
 جیسے شیشے سے نظر گزرتی ہے۔ یا تو دھواں سے تیر گزرتا ہے۔ نہ گز جاؤں تو سچا
 جنا بعالی در باکمی پاسبانی پر اتنا نہ اترائے گا۔ دروازہ مسدود کیجئے کہ روزِ ن
 دیوار بند۔ مگر مثل سایہ۔ دیوار پر چڑھ کے اُتر آؤں گا۔ لاکھ چوں و چرا کیجئے
 جو نے کیطیح کوٹھے پر چڑھ ہی جاؤں گا۔ سادگی سے۔ تمہارے بھولے پن پر بھولا تھا
 مگر واسد تم تو پرے سر پہ کئے کا بیان نکلے۔ گو گال صفا میں پر چوں کہے دیتی ہیں۔
 دل صاف نہیں ہے۔ طرفہ تماشا ہے۔ مصفا کال پر نظر پھلتی ہے۔ دل اٹکتا ہے۔
 تیرے رُکنے پر میرا دم رکتا ہے۔ میرا خبر تیرے آبِ خنجر کا پایا سا ہے۔ تیرا

دشمن میرے خون کا ششہ ہے۔ ساتھی مجھ پر تیرے دور میں سارے دیندار و دیندار ہیں
 اچھی کیا خود فراموشی ہوں جو کسی بت فروش کے ہاتھ کیچا ونگا۔ جان من لگاؤ
 پلیٹ سے نہیں کھتا۔ یقین مانئے لحد سے بھی اگر ہم آغوش ہوں تو تمھارے
 ہی آغوش کے دہو کے میں لپٹوں گا۔ شکرین لب جہا جہا کے نبات کرو۔ اہل صفا
 بہ صفا کی دل بات کرو۔ جن قل آغوز نے نے تمہیں یہ شہر سکھایا۔ اُس پر تین حرف
 کہکے بلا اخلاص فاتحہ پڑھئے۔ مجھ پر خاک ڈالئے تمھاری آتش فراہی سے سمندر
 پانی پانی۔ سر مھر یسے ہوا کا دم سرد ہوا جاتا ہے جن دانت کاٹی روٹی تھی۔
 اُسے ترش روئی کر کے دانت کھٹے کرتے ہو چرب زبان کو کھنے پر تلخ گفتاریسے
 لقمان کو لقمہ دیتے ہو۔ اے اللہ چھوٹا منہ بڑا نوالہ کی پھبتی اب تو تم پر خوب پھبتی ہے
 ہر چند تم میری دیت کے دیندار ہو۔ دعو کے جوابدار تھے بارے جب چشم مروت
 نے مجھے دعویٰ کرنے نہ دیا۔ تو آپ خواہی سخر خواہی اپنی زباں سے کیوں گنہگار
 بن بیٹھے ہو۔ و شاخ گل تمھارے گلخدار کا صدقہ اس پر مردہ دلوں پر گلے کا
 باسی مار بھیج دو تو تنہا بیان میں جان تازہ آجائے۔ پھولوں کی فاتحہ کی
 ارمان نکل جائے۔

ایک محب کے نام نامہ

آپ کی بھی ہوئی معطر پھولوں کی عطریات دل پھولے نہیں سہا سہا۔ کیورہ ناگن

چوٹیکے چوٹیلی طبیعت کو اگر نگر دس رہا ہے۔ گل چپیانے آنکھوں میں سرسوں پھلا دیا
 برگ گل لب لعل کا شکوہ دلا کے گل کہلاتا ہے۔ اپنے اپنے اترے ہار کو میرے گلے کا
 ہار کیا ہے مصراع سب غایات پر یہ طرہ ہے : ہارے بستر کے مرجھا چھوڑا کو
 گل تر سے باہم کرنا تھا رائے پڑمروہ دل کو پاکمال کر رہا ہے۔ اوشاخ گل پردہ سے
 چھیر چھاڑتا کے۔ بے حجابانہ نہ سہی پردہ دل چیر کے پردہ چشم میں تو آئیے۔
 بنام حکیم محمد غفر الدین صاحب ڈاکٹر اعلیٰ حضرت نظام
 میں تو بھرا اسی بیٹھا تھا۔ تیر آدمی بیٹھے بٹھائے کھ اٹھا شیشہ خالی بے پھر کیا تھا
 طالب دعا کا مطلوب بن بیٹھا۔ الہی گلہ تجھے کروں یا حکیم جی سے پیہبات قرارے
 لندہک گئے وقوف سرک گئے۔ بار حرارت کی باری تبا و زہنیں کرتی۔ ایسے میں
 برہان آیا اور یوں ٹھنڈی سنا گیا مصراع خود میجا آپ ہی بیمار ہے ماتب تو شکوہ کیا
 شکایت ہی نہ رہی۔ نوکر دوڑے گئے بھاگے گئے۔ ماما ہوا پر آئی پردہ ان کیسے کا
 پہ چون نہ رینگے۔ کہئے تو بے کہے کیسے جانیں کہ آپ کیسے میں اپنے مان کو شکوہ
 دیکے وہ گل کھلائے کہ خچہ دل پڑمروہ ہو گیا۔ بوئے گل کی طرح چہرہ کارنگ اڑ گیا کہ
 وہ الٹی لگا بہائی کہ سارا ماجرا اور یاد ہو گیا۔ اللہ آپ سنبھلے ہمیں سنبھالے۔ دست برد
 ہمیں تندرست کیجئے۔ کہوں کیا دست اجابت کے بعد دست لارہا ہے۔

ایضاً

خدا کے شکر کے بعد آپ کا شکر یہ اولیٰ نہیں سکتا۔ ناگزیر دعا کو مودعی کرتا ہوں۔ آپ کی دعا سے دو اکی نوبت نہ آئی۔ امتناع غذا کی تدبیر موافق تقدیر آئی۔ روزے کا افطار باعث افطار روزہ نہ ہوا۔ سُننے آپ کے کہنے سے فطور کو موجب فطور جاننے نہ کھایا۔ سحر کو مرغ سحر کے بولنے پر دہو کہ کھایا۔ (الحمد للہ) آج طبیعت سنبھلی میں سنبھلا۔ عشا کے بعد عشا کو اتنے شکم پور کھایا کہ شکم بھگیا۔ دم کے مرغ سے پیٹ دامہ بگیا۔ سحری کی کیفیت دم صبح لکھو گنا۔

ایضاً

کہئے تو کیا یہ کہوں کہ اس صاحب کے لاؤ بالی پنچمچو متلّون بنا دیا ہے۔ کل سلطان پادشاہ کی عافیت کا لکھنا آج شکایت کرنا غالباً آپ کو متعجب کر گچھا میں وہ حرارت سے حیران تھیں۔ دمنین طیش سے ہم پریشان تھے۔ پرہیز کو نہ کرتے وہ نادیدوں کی طرح ایسی ترس گئی ہیں کہ جسکے سنے سہرا پکو ترس آئیگا۔ جب ہم لوگ کھانا کھاتے بر فانی پانی پیتے ہیں اور مکی حسرت بھری نگاہوں سے وہ یاس بھکی پڑتی ہے کہ دیکھنے والوں سے دیکھا نہیں جاتا۔ آپ اصلاً سنی سنائی پر سچا ہیں میرا کہنا مانئے۔ فی الحقیقت انکا کسل ہمیں کسلند کر رہا ہے۔ پہلی شب سچھلی کھانسی زیادہ ہوتی ہے جس کا اوسط سابق سے مضاعف ہو۔ دوامع دعا ارسال فرما تاکہ ارسال ہاؤس کھانے میں آئیں۔

بنام مولوی خواجہ محمود جان صاحب ناظم صلیح

میرے نام نامے چھو بچے مگر میں اُنکے مفہوم کو نہ سمجھ سچا۔ خط اولی کا جواب آپکے سہو میں
میرے صفحے سے جو رہ گیا اولی ہوا۔ رہا دوسرا جس میں خود کا آنا بخود کا نہ رہنا آئینے
ازدیا و مودت۔ میری کمی مروت جلتی ہے۔ فی الواقع خلاف واقعہ ہے۔ اکہر بان
دل محبت منزل کہیں تہاں نما کے بھول بہلیاں تو نہیں جہاں بھلا ہے کا دخل ہو گویا
صداقت میں گویائی زیادہ گویائی سے تاہم تصدیق کے لئے آپکے لفافہ کی سرشت
ملفوظ ہر بارک اللہ آپ کا کیا کہنا مشتاق کے اشتیاق میں ایسے محو ہوئے کہ
مسمیٰ کے اسم تک کو محو کر دے میان ممتاز سلمہ اللہ کا آنا جا میرا اشتیاق کا رہ جانا
محل حیرت نہیں مقام حسرت ہر دوئی میں جہاں و میران ہو گا۔ جہاں میرا بانی
ہو گی۔ وحدت میں خانہ واحد ہو تا ہر کوئی اپنا آپ شاکر و مشکور ہوتا ہے۔
صلح میں اپنی انا و کائنات پر آپ کو گھی کے چراغ جلانا ساز و ار ہو چھین
سمت میں انت و لا غیر اے کی لو لگی ہے حکو غریب ہم آپ کو دوسری مبارک باد
دینگے والسلام۔ بھن گئی برہمن جا رجب کی علی۔

ایضاً

الٹا جواب کو آپ میری خود فراشی پر محول کیجئے دوست فراموشی یہ عمل نہ کیجئے۔ وجہ کیا
احباب حباب و مراب نہیں ہو جو ہر اس کا دہر کا ہو۔ یہاں ہوا برباد۔ دوا د خدا داد

(اچھا یہ بیان کہ عافیت کوئی ذخیریت جوئی میں سکوت موجب ضرر ہے) بان لا بد و موثر ہے
مگر سکون میرا بوجہ دیگر ہے۔ دل سمندر نہیں جوں کوثر ہے۔ او دہر کے بانکی حرکت
او دہر پر اثر ہے خالی خولی رسایل موثر ہے نہ موثر ہے۔

ایضاً

مدت گزری نامہ برائے نام نہ پیام۔ نے سلام آیا۔ مہیات شعار اسلام سے گزر کے
اگر بجائے سلام سام ہی کہلاتے۔ ہم سمجھتے دل کو سمجھاتے۔ جو دوست جانی ہتے
اب دشمن جان نہیں۔ قسمت کے مارے سید قاسم آپ تک پہنچتے ہیں۔ آپ اونہیں
محروم قسمت نہ ٹھہرایے۔ قیم النار و الجنتہ کو سلسلہ والا کا پاس کیجئے برا نہ مانئے
جٹ والیکے والہ نہ بنئے۔ گیسٹون والیکی ولا اولی جانئے۔

ایضاً

جانے بھی دیجئے جھا گلونکی داپسی سے مکدر نہ ہو جئے۔ صافی مشرکون کا سردار
گر ماگرم فقرہ لکھ دینا ہی دل ٹہنڈا کر دیتا ہے۔ خلوص میں عذرو معذرت فضول
بجھا جاتا ہے۔ مولوی شتاق حسین صٹانے آپ کو بکیر خواجہ بنایا ہے میں مجبور ہمتیں
دو گار ساتی کوثر کھتا بہشتی بناتا ہوں۔ اچھا مال کے سبیل یوں نکالنا کہ روند و کچ
دست بہت آئندہ کے دوش بدوش آج بھی ہر روز فردا تک یاد رہے گا
میں ارسال کتاب سے دو گزرا۔ بک ارسال رسالہ کی رسید تو بھیجی ہوتی۔ مگر وہ

اوستا ومانتا ہوں۔ اس بخیر یا مین کسی کچھ نہ چل خبر داری کی ہے۔ اگر یہ سمجھوں
 کہ آپ کو جھوٹ کی عادت نہیں۔ سچ لکے سچ دینے کی علت نہیں۔ ہوا کر
 ہم تو مچ و دم کو دھم کئے ہوئے ہیں نہ کیسی شند سے ریشہ خطمی بنتے ہیں نہ میت
 صورت شفا کو سکر کے رنگ بدلتے نہ ہمیزہ ہوتے ہیں۔ ربڑ کے آدمی تو ہے ہی
 نہیں جو کشش و کشش سر کیسیکے گھٹن یا ٹیہ ہیں۔ شجرہ جال ہو نیکی بعد اب حد تک
 جیسے بہا بے احتیاطی کا ہیکو ہونے لگی جو روغن قاض ملنے پر روغن بادام
 ڈاک پر روانہ کرتا۔ چشم بدو و نور العین کو نظر لگتی ہے وہاں پہونچنے پر ضرورت
 ہمش اتر دایے۔

جناب نواب سر خورشید جاہ امیر کبیر کے نام نیاز نامہ
 رقعہ دعوتِ جلسہ نے صادر ہو کر افتخارِ باد فرمائی تھی۔ اللہ جل شانہ نے جسی نواب
 خورشید الملک کی شادی ممیت آبادی حضرت کے ظل عافیت میں کرائی۔ یہی
 ہی نواب شمس الملک کی بھی آپکے سایہ عواطف میں کرائے۔ موصوفین کے جلوے
 جناب عالی کے جلوہ ریز میں کئی سال سے نیاز مند نے خانہ نشینی اختیار کر لی ہے
 جتنے کہ آپ کی ہوا خواہی کے سوا ہوا خوری کو ہی نہیں جاتا۔ گہرے باہر تو کجا رہے
 باہر نہیں ہوتا۔ اسلئے غیر حاضری کو بندے کی عین حضوری تصور فرمائے گا۔
 باین خیال کہ حاضر و غائب حضرت ہی کا شاخو ان ہوں۔ عاصد کا ستارہ ڈرینے

خاور جاہ و جاہی بلند رہے۔

نواب خورشید الملک کے نام

آپ نے شادی کا جوڑہ جو بہر جا ہے بہ مقنا رسن جوڑ ہے تاہم خوشی سے بچو بہنیں سنا
جائے سہرا ہوا جاتا ہوں۔ کیا تباہوں شاد اپنے سے میری کیا نوبت ہے کوئی میرے
دل سے پوچھے میری آنکھوں نے جلوے دیکھے کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ اس جل شائے
اس سجد شادی کو قرآن العیدین و باعث شادمانی نشائیں کرے۔ جنابن قمر
تو کیا میری عمر مقضی ہے کہ رنگین و پر تکلف جوڑہ پہنوں۔ گلابی جاڑوں کے لیٹے
صرف گلابی دستار ہی فریب تہی خبر چم سر پر رکھ لیتا۔

ایضاً۔ شادی کا تہیت نامہ

شعر کسی خورشید کو جذب لاج پہنچا کر کہ نوصیح صادق ہے عبار بنی گلستان کا

اہو ہو ہوا جکی فجر کو صبح عید شب کو شب برات کہنا زیبا ہے۔ واقعی شب لائق

قدر ہے۔ نور کے جلو میں شاد کیا ہو رہے۔ جلوت میں خلوت کا مزہ خلوت میں

جلوت کا لطف آ رہا ہے۔ خیر اندیش نسیم سحر کی طبع آتے۔ باد بہاری کی روشنی

ہوا خواہ بداندشوں کو ہوا بتاتے ہیں۔ گل مسرت کھلے جاتے پھول بھولے رہیں

سماتے۔ شجر مر مراد سے پھلتے۔ شاخیں جھومتی بار آوری سے شجرہ شکر میں

سہر جھکتے ہیں۔ سبزہ۔ نشہ گنگ سے سرشار ہے باغ۔ باغ باغ۔ چمن بہار

سجلِ نونہال ہے۔ لاکھ کو بستی کی خبر ہی نہ تھی اگر ہوتی نا فرمانی سے یوں داغ پڑا۔
 کھاتا نہ زہر کھا کے خون اُگلتا۔ زرد جوڑے چپاکی آنکھوں میں سرسوں پہلا رہا۔
 گلابی جوڑے حاسد و نکی نگاہ میں گلزار ہو کے آتش لگا رہے ہیں خُسمِ تنہا جو شہین
 اُبلتا۔ فوارہ دل سرد رہے اُچھلتا ہے۔ دوست رنگ میں ڈوب کے خوشی میں اُپر
 رہتے ہیں۔ دشمن عرفِ انفعال میں غرق ہو رہے ہیں۔ مشتری وزہرہ کو برسوں میں
 اک آنِ قرآن ہوتا ہے۔ یہاں آفتاب سے مہتابِ قرونِ قرین رہتا ہے۔ یہ اجتماع
 طرہٴ اعجاز ہے کہ ایک دوسرے کے محاذی رخشان و درخشان ہے آپ کو اس
 شادی سے شاد مافی کہتا اپنے کو تخلص بہ بنا کرتا ہوں۔ آپ کے سر سہرہ رہتے
 حاسد بد اختر نہ چھا ور رہے۔

بنام محمد فیر الدین صاڈا کٹر متعینہ محلِ اعلیٰ حضرت

طبیعت کو مزاج سے اتنی شکایت نہیں ہے جتنا مزاج دان سے شکوہ۔ سر کا سودا۔
 سیرتِ سوداوی ہے تب ہی تو معاملہ سود مند نہیں ہوتا۔ بادِ رو کا کام کمپوٹر
 بیدارِ ناکام ہے نہ لیجئے۔ آپ نشیہ کو نشیہ ایشہ نہ سمجھئے اپنے ہاتھ سے دوا زبان
 سے دعا دیجئے۔ قلمِ محرف نہ تھا مضمونِ خطِ منحرف ہر پر مجھے علاج سے انحراف
 والقط نہیں ہے والسلام۔

ایضاً:

کل صبح سے خیف سادہ و سرتخا۔ میں سمجھا کہ صبح جو سرد کہتا ہے وہ درود سرد کہتا ہے۔
 شاید ایسے ہی وجہ سے ہوگا۔ مگر بعد نماز مغرب بخار کی حرارت پائی گئی۔ تب سمجھا
 یہ درود عارضی ہے۔ نہ وہ سرد روی ہے جو انسانوں کو ہمیشہ رہا کرتی ہے۔ صبح کو
 جو بیدار ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں گلے پھولے ہوئے ہیں لہذا انکو خلاصی کی تدبیر کرنا پڑی
 سرگردان ہوں اسے بارالہ میں تو کبھی زمانہ نکال گا کہ کیا ہے نہ لب کشائی کی پھر زمانہ
 میرا کیون گھا دبا یا ہے۔ اس میں خیر ہے کہ زمانہ مجھے ٹھہر چکا ہوئے ہو ورنہ ضرور ٹھہر
 کی کھاتا۔ باقی کیفیت ملازم کی زبانی آپ کو معلوم ہوگی طبعیت کا بات بات میں
 بگڑنا یقیناً کمزوری کی بات ہے ورنہ بہتیرے سرد و گرم زمانہ گزرے بار قوت نے
 یوں سرچھری نہ کی تھی جیسا کہ اب کر رہی ہے۔ تھا ملازم کے ہاتھ دوانہ بھیجے کہیں
 غارتگر خان و مان و غانہ دیجا میں قلمہذا مع بدرقہ و عا لطف فرما زیادہ زیادہ۔

ایضاً

شعرانے بہت کچھ بندش۔ تغافل شکاری پر بانڈ ہی ہے لیکن آپ کی سہلی انکاری پر
 بانڈ تو بند ہے وہ تھوڑی ہے۔ عزیز زین العابدین جب عادت اُگر ویر کر کے
 صورت اُتری حرارت چڑھی۔ طبعیت ٹڈ ہال جسکے دیکھنے سے ملال کیا خود میرا
 چہرہ اُتر گیا۔ خدا کے دریافت کہتے ہیں کہ کل سے میٹھا میٹھا درود ہوتا ہے مزاج بیکار
 وہ تو بچے ہیں انہوں نے کیا کھنا۔ آپ بچتا ہوں۔ مانا وہ ہوں آپ نے اپنی کیفیت نہیں

نہ سہی آپ ڈاکٹر مین یونانی طبیب نہیں مین جو محتاج بیان ہون علالت ظاہری
 ڈاکٹر۔ ہاضمی کا کب حصاری ہے۔ اب کہے بیمار و نکو موقع شکایت باقی نہ رہا اگر نہ ہو
 رہا کرے اب میری طبیعت چندان ناخوش نہیں ہے تاہم شب کو مینے ترکاریوں کے
 سالن احتیاطاً نہ کھا کے صرف دم کا دو پیازہ اور کمرک کر ناخوش کھائی صبح جو ہر
 توبادی وریاح سے پٹ نمل تو نذر مل کی تو نڈ کے پھولا ہوا یا کمرک کی گیند بنا ہوا ہے۔
 اور قوم عاد پر جیسی باد خالف کھلے بند پٹی تھی۔ ویسی ہی ہوا بند رہی ہے۔ مین گہرا یا
 الہی کمرک کہیں آن متی بہانمتی کا پھل تو نہ تھا جو یون شرہ پھل رہا ہے۔ پٹ پھولا
 یا یہ کہ ہمارے آدمی نے بھولے چوکے کسی قوم عاد کے شخص سے کمرک تو نہیں لیا ہے
 جو بادی طوفان بیزی کھجک گریے ہوئے ہے۔ بار خیر گزری و عاستجاب ہوئی ملین اجا
 ہوئی کیونکہ ملائم طبیعت تھی۔ اگر آپ اجازت دیں تو کل سہل لیا ہوں جس سے
 سردست و چار دست سہل سے ہوں تو مزاج صاف ہو جائے۔

ایضاً

صبح جب بیدار ہوتا ہوں غصہ تلخ ذائقہ کڑوا پاتا ہوں۔ مزہ یہ کہ مین کوئی کڑوی
 اشیا رکھا تا پتا بھی نہیں اغلب آپ اسکو تلخ کامی یا تلخی روزگار تصور فرما دیں گے۔
 اعضا شکنی کو کسی خاطر شکنی کا وبال۔ ہاتھ پیر کی کشش کو جذب توجہ دلدار کا خیال کمرک
 نہیں ہرگز نہیں۔ آپ وقت کی نبض دیکھئے تاکہ موقع ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ سو ہی

خلاف آب و ہوا کا اختلاف محض نہیں طبیعت مخالف کا خوف ہے۔ بالضرور مجھے
کو سنیں کھلا کے آپ کو نین میں اسچے رہتے۔

ایضاً

عجیب واقعہ ہے بخت بدبختی سے اتفاق کہ جانا ہے۔ کھانے پر سیتا پہل سوت پڑ
ہوئی۔ چارٹم ہونا ہی تھا دل اوس کا گاہک ہو گیا۔ اوس ہنرہ رنگ کی سرخی کی
آنکھیں میری دیدن میں گھپ گھپ گھنٹیں طبیعت ہاتھ سے جاتی رہی منہ لگاتے ہی ابھی گلے
ہوئی جسکے بیان میں لب بند ہیں۔ زبٹ بانیجا رسید جیون کے سفید گال کی صورت
چوستے چوستے سیاہی منور ہوئے لگی آپ جانے فقط سیتا کے نام کا اور کچھ تو ہونا ہی
چاہئے۔ پس نثر یہ ملامر ڈرا اور درد ہو لگا۔ رہ رہ طبیعت میں آتا تھا کہ اے
کاش سیتا نہ ہوئی ورنہ ایسے رام بھل کھلایا ہوتا کہ منہ سے اگل پڑتی۔ شریعتی
اسکی بارد المزاج ہر تو سردی سے حرارت لائی ہوتی۔ محروم المزاج سے کچھ
چل نہ سکی تو بیدردی سے کڑوٹیں لینے لگی یا یہ کہ فصل کے مغز میں گرمی چڑھ گئی
جو بون پیٹ سے باؤن نکالی ہے۔ سیتا کی پھل کو بار بار سنا مشابہت ہر تکرار و تکرار
نابست جو ایسے زہر لگنے لگے۔ اگر سیتا کے کاکل میں میرا دل سنبھل کی طرح اُدھار ہوتا
تو عشق کی طرح یہ بیچ و تاب نہ ہوتا۔ بچے واہ کیا خوب دما روں گھٹنا پھوٹ
آنکھ کی ضرب المثل سچ مجھ ہوئی۔

گو شیریں گفتار کا خواہان در کو میٹھا سمجھے فرے لیتا ہے۔ زلف گرہ گیر کا بند ہوا او کی
 گناٹھ کا ہوتا ہے۔ بار بوجہ تا کے پیچ و تاب سہون۔ زرد و موسم صحت کا خون
 اپنی صورت کا غارہ کئے ہوئے ہے۔ امتزاج فصلیں سے فصلی میوہ تک مغلحدہ ہو گیا ہے
 آم کی شاخ شاق کیسی باعث تلخ کامی ہوئی ہے۔ تپہر حلوائی آنہ خام کے کھانے کو
 دلیلِ نچتہ مغزی سمجھے کہ خام خیالی۔ اٹھال دو ختم ہوئی مگر شکایت کا خاتمہ نہ ہوا اس
 تشخص کی تشخیص کے لئے تشریف لاکہین لیا نہ ہوا دجا و مین عالم بالا کو میر چل حلائے
 کی ٹہیر جائے۔

بسل کجیانب سے قاتل کے نام

ا خاہ آپ آتے ہیں آئیے آئیے تب ہی تو یہ ٹھاٹھ ہین نشہ سے آنکھیں چڑھی ہوئیں
 ناتوانی سے گناہین ڈہلی ہوئیں۔ دیدون مین لال لال ڈورے پڑے ہوئے۔
 سر نہ آنکھو نہیں دئے ہوئے۔ تیور بدلی ہوئی۔ سینہ تنائے ہوئے۔ بندر قبائے
 ہوئے۔ زلفین بکھری ہوئیں۔ ہاتھو نہیں مہندی لگی ہوئی۔ نتیجہ تو لے ہوئے۔
 بخودی سے چلے ہوئے چشم بد و درست و مستانہ چلے آتے ہیں۔ آپ کیا آئے قاتل جان
 مین جان آئی۔ مگر قلب کو ڈھونڈتا ہوں شاید وہ تو پا مال ہو کے دھین رہ گیا۔ ورنہ
 آپ کے مصرع کے جواب مین (ہر ایک سیر یوں دلکا لگانا نہیں اچھا) حسرت بھر دیکھو

تاکہ آپ تیرنگاہ خجڑ مرگان شیخ ابرو سے گھائل کر کے خود ہی دیکھ لیں کہ کیا ہے۔ کیونکہ
 یہ دل ناچیز کوئی چیز نہیں جسکی حقیقت باتوں میں سنا دوں شعر دل ہی اسکی جانتا ہی
 جیسے گذرا ہی یہ حال : عشق کا صدر زبانون سے بیان ہوتا نہیں : میں تو آپکے پیار
 نام بانکی ادا و نپرشیدہ لٹو تھا ہی بارے نام خدا نامے کے مشاہدہ مجبور اور شید کردیا ہے
 جب خط پیشانی دیکھو نگا خدا کیا کچھ دیکھو نگا پا رے شیریں زبانی واہ رخ خوش بیانی۔
 کیا ہی نوک جھونک کے فقرے میں خطا معاف بتیابی سے بظاہر خط کے بوسے نہیں لے رہا ہوں
 دست نگارین کو چوم رہا ہوں اپنے لکھا ہے۔ پہلے دروہر تھا اب دروہری ہے۔
 اے ہے آپ تو مصحح صندل کو بھی گھستے ہوڑی دروہری : او بیدروہم دروہر کو
 میٹھا جانتے ہیں۔ تم دروہر جانتے ہو۔ اچھا صناہم دعا دیتے ہیں تم آمین کہو خدا
 پیار صاحب کو میری ہمدردی کے سوا دوسرا دروہر نہ ہو تھیں اسے محبت کا سطر
 ہے۔ ذری میری حالت منظرہ پر بھی نظر ڈالنا۔ آپکا دروہر تعویذ سے گیا۔ اور میرا
 آپکے سود میں جو گیا اسکا بھی کوئی علاج کیجے گا کہ نہیں۔ کیا خوب آپ اور میری خبر
 پرسی کریں۔ آپکی بلا جانے کہ دروہر کی کیا آزار ہے۔ تنے گرما گرم فقر و فاقہ میں یہ کیا
 ٹھنڈی سنائی کہ (ایام نیاز تو گزرے پر آپ ناز سے نہ درگزرے) اچھا صابا روقا
 کے دن گزرے گذرا کریں باکر میں تو گزرا نہیں۔ یہ آپ کو خبر ہی نہیں جو میں نے ذکر کیا
 چلے باندھے ہیں۔ ہا تو نہیں محبت کی زنجیر پر ہیں الفت کی بیڑی ڈالی ہے مجھ پر مست

کیجئے جہاں آئے تاکہ منت ادا ہو۔ اے بہ میرے اتنے پوچھنے پر کہ (پڑھنا ہی
 آتا ہے) کیوں بن بن کے بگڑی جاتی ہو۔ سنیے تو بات یہ تھی مطلب یوں تھا کہ
 کیا میرے خطِ تقدیر کو بھی پڑہ سکتی ہو معلوم ہوا کہ پڑھتے ہو تو اب (جسینے کی
 سند نہیں) بس آئے اور پڑہ جائیے۔

مولوی عبدالقادر صاحب بہادر صوبہ دار شرقی کٹنام

مہر چند دنیا گزشتنی و گزشتنی ہے۔ بس جو شخص لیجاتا اور جھوڑ جاتا ہے وہی
 ایک نیک نامی ہے جس پر خوش نصیب لوگ مرے ہوئے ہیں۔ منتظر ہیں کہ جہاننگ
 ہو سکے دل انگار کے مرہم قبلائے انگار کے باعث مراحم بنیں۔ اہل بصر کے
 نور بصیرت کے منظور بنیں غور سے دیکھو تو یہ گنج شائگان ہے ورنہ زندگی لاحصل
 ورا شگان ہے۔ مجھ کو رستم علی خان صاحب مددگار جنرل انسپکٹر پولیس کی روح لجا
 کر رہی ہے میں آپ کو چار و تا چار محبوب کرتا ہوں تاکہ آپ انکو فرزندِ امام علیان منصوبہ
 کی حالتِ زار پر رحم کریں۔ چونکہ محمد یوسف مددگار ہتھم آب پاشی جو سر بازار مردم آزاری
 کے ہاتھوں بکا ہوا ہے جاہتا ہے ناحق مرمت کی مٹی خراب کر کے اسکو رسوا کرے
 یا اس کا سودا ہو جائے چلن سے اپنی قدر و قیمت بڑھاتا ہو اور نہیں جانتا کہ
 یہ گرم بازاری سبکی کا عوض لاٹگی۔ اگر زوالِ وجود تم حاکم اعلیٰ ضلع کے ہو مہاراجا
 توجہ سے یہ معاملہ جسے زندانِ تردد وزیرِ سندانِ فکر کر رکھا ہے ایک چشمِ زون

مین طے ہو جائیگا یعنی سٹرڈ ملی مہتمم آپاسنی ضلع خواب غفلت سے بیدار۔ اسیکے خیال سے نیاز ہو جائیگا۔ یاد رہے میرے کہنے کو خواب پریشان تصور کر کے برعکس تعبیر نہ کیجئے گا۔ مرحوم میر قدیم دوست تھے اور انکے فرزند محب ہیں۔

ایضاً

شعر بسکہ پیو دیم راہ انتظار ہا بلہ افتاد در پائے نظر عید کے آنے کا وعدہ نوید نہ ہوا وعید ہوا آپ نہ تھے۔ نواب حالت منتظرہ میں تھے کہند اسب کچھ ہونے پر کچھ نہ ہوا۔ اگر عید اپنے ہی گھر منانا تھا تو چلتے چلاتے ملجائنا تو تھا۔ گوارمان رہ جاتے۔ گلہ نکل جاتا۔ بہر کیف خدا تمہیں بیسویں جشن نوروزی نصیب کرے۔ اقربائے بعیدہ تک اقف ہیں مجھ کو مسے لا قارب کا لفظ کا واسطہ نہیں بہ قربت قریب ہے۔ اسلم مولوی میر محمد علی صاحب مضبہ دار اپنے رادرستی محمد حنیف سر رشتہ دار کے واسطے بڑاری مجھے ملتی۔ آپسے الٹا کرتے ہیں للہ آپ انکے حال زار پر توجہ کیجئے۔ حکم فسوخی تبادلو کو حکما ناسخ کر دیجئے۔ ہر پڑا یہ رشتہ سے دور ہیں۔ مگر سر رشتہ میں ہیں۔ در حضور میں۔ نواب لشکر جنگ تعلقدار کو اسکی خبر نہیں اور نہ بیخبری میں اپنے کئے ہوئے تبدل کو متبدل نہ کرتے۔ اسی اصل آپ تجویز اول پر نظر ثانی کر کے تفضل مبذول کیجئے۔ ہاں انہیں متبدل کیجئے۔۔۔

مراقبہ محال عادی نہیں زیادہ گوئی کا میں عادی نہیں۔۔

بنام مولوی حسن الدین صاحب عرف حسین پاشہ مشائخ

وقت جو دستگیر نہ ہوا۔ قلم پائے جو بین کی طرح بیدت و پائی سے چل نہ سکا۔ سچ تو یہ ہے
سر نوشت تقدیر کے لگے کہ نہ تعلق کی چلی۔ جو شکستہ خاطر کی تدبیر چلتی۔ خانہ
خمار میں کیکی چلتی چلاتی نہیں۔ بس سا غمی چلتا ہے اور من چلون میں تلوار چلتی ہے
اسکی گل میں ہم نہ چلینا دھبہ چلے یوں ہی خدا جو چاہے تو بند کیا کچلے
میں آپ کے سوال کے جواب میں بہتیرا غور کیا۔ بارے وہی ڈھاک کے تین پاشا
وصول کا غم زکارتہ نہیں ملتا۔ نوٹ بگ میں بھی تلاش کیا۔ ولیک
سراغ نہیں لگتا۔ بدیہی بات یہ ہے کہ یہ قدرت میں گو سب کچھ ہے پر وہ
و وہی پاتہ ہیں۔ ایک قدر۔ دو سراقضا۔ جب قدر سے یا س ہو تو قضا سے
قضا کی اس رکھنی خواص کا کیون شیوہ خاص نہ ہو۔ آپ مایوس نہ ہوں ہر گاہ
بسوع فیض کافر کی التجا و پکار سنتا ہوں تو مومن ملتجی کی حالت زار کو ہر آئینہ دیکھتا ہوں
ساقی کوثر کی قسم آپ کے جو احباب ہیں محض سراب ہیں۔ شگوفہ آب تک نہیں ہیں
اونکا گل کھلانا بسوی مؤلند یا نا بھر موج بنکر موجیں لینا شگفت نہیں گل دیگر

شگفت ہے والسلام

آشنا کے جبر سے ایک جابر نا آشنا کے نام

ہرگز آشنا تو ستم نہ کر۔ ارے نڈر مجھے نہ سہی خدا سے تو قدر مثل ہے ایک نظر

و خوش گذر۔ ہمارے عشق سے اگر تو درگزر ا تو بارے کو چہ عشاق سے تو گداز
 و دلربا تیرا یہ کھنا آنکھ لگا کے آنکھیں جبرانا ہمیں آتا نہیں۔ جیسا تر مساری ہے
 اسے واللہ یہ تو محض سخن سازی نری عیاری ہے او بخیہ کیا تم نے یہ جانا تھا
 اٹو نکا میلہ جانا نہاں ہے اور او کی مجھے خبر نہیں۔ کیونہیں۔ بس بیٹھو بھی بہت دو کی نہ لو
 پری کی طرح اڑو نہ پر کے کوئے اڑاؤ۔ خلقت اڑتے کے گئے والی ہے۔
 مانا تم پر سے ہی۔ مین پرایا تو نہیں۔ او بت طناز اگر تمہیں اپنے حسن و انداز
 پر ناز ہے۔ تو ہمیں بھی اپنی نیاز پر ناز ہے۔ شعر۔ دیکھ آئینہ جو کھتا ہے کہ
 اللہ رے مین : اسکا مین دیکھنے والا ہوں و لا واہ ر مین : تقصیر معاف
 یوم احساب بھی آپکے کوئی شمار و حساب مین ہے کہ نہیں۔ کہیے تو میرا آپکا
 خدا کے آگے جب سامنا اور حساب ہوگا۔ اس جو رستم کا کیا جواب ہوگا۔
 گو آپ منکر کیوں نہ ہوں مگر نکیرین تو انکار کر نہیں سکتے۔ ہر چند تمہاری باندہ نے
 خلق پر جفا مین کھلتی مین نہ ظاہر ہو مین تو کیا خالق مشکل کشا پر بھی اظہر نہ ہوگی
 دیکھیے یہ ساری لنترا نیان او ہوری رہ جائیگی وقت لنترا نی کہتا ہوا گزر جائیگا
 تب اپنی کردار و رفتار سے پتہ چاؤ گے جس کا کوئی مفاد نہ ہوگا۔

نواب محمد عسکری خان بہادر کے نام نامہ

تمہارے پریشان کن خط نے مجھ پریشان خاطر کو سخت فتنہ کیا۔ الحق میرے تھارے

انتشار کو قاور و ابجال کے سوا کس میں قدرت ہے جو فغ و فغ کرے میری
مجبوریان مجھ کو جیسا مجبور کر کہیں تم سے نہان نہین۔ عیان محتاج بیان نہین اگر نگریز
کی ریش خود در ماندہ کی سی حالت نہ ہو جاتی تو تمہارے اڑے رنگ پر لکھوٹ
جائیکی کیا نوبت آتی۔ ہرگز نہین اصلا نہین۔ اس مرضکی دارو۔ دوا و دعا
بیان پہلے ہی سے مدعا میں بندگی بیچارگی ہے۔ رہا دیو کی ناک دیو کو چڑھا فی
نکو بنے کو علاوہ دور بینی سے بعید ہے۔ مزیدیش ناتوان میں و کوتاہ اندیشو
تشویش فرید ہے۔ محمد اللہ فتح خان مجذوب کا تم سے کھنا (مصیبت پہننے لے لی
تم بفکر ہو) فتح نواز سے شادیاں بچوانیکے لایق ہی۔ پھر کیوں تہین تر و
لاحق ہے۔ بالفرض بقضائے بشری کچھ فکر ہو تو حسینی پاشہ صفا منجم کے کھنے کے
مطابق مقام مجوزہ میں مقیم ہو کر چلے کچھواؤ۔ چلے بند ہواؤ۔ روایات دلاؤ
میری نسبت جو تمہارا تصور ہے وہ تو محض خیال حسن ظن ہو ورنہ عارف بنو عالم
قدغن ہے تمہارے چل چلاؤ میں۔ میں بے ساختہ کہ اٹھا تھا کہ اس سفر در وطن کا
کوچ بلا تعین ہے۔ لاگ بُری لگاؤ برا ہے چین گیا آرام گیا۔ دلکا جانا تھا
صبح گیا یا شام گیا۔ آپکے حب درخواست منجم صاحب دستور کو معذرت نامہ بھیجا
متعذر ہے۔ اسلئے کہ انکی طلب بجد خویش وقت طلب ہو ورنہ بجا طر داشت تھا
انہیں ملو الیقا۔ ملخص بیان یہ کہ از روایت آپ اگر بہ روایت منجم کار بند ہوں تو

وہ کام کرو جو شرط عقل ہی یعنی پانچ سات منجم انتخابی میں سے منتخب کر کے اُسے دو روز اور دو
دوسرے مہینے کے سات برس کے احکام روزانہ لکھوانے جائیں۔ ہر حریف سیر شناساؤں
میں ایک بھی ایسا انجم شناس نہیں ہے جسکے تعین و معین کے بموجب ساعت و روز
و ماہ میں بلا تفاوت خیر و شر ظہور میں آئے۔ چنانچہ گذشتہ حوادث اس کی گواہی
پاستانی تجربہ مشہور ہے۔ لہذا میری دانست میں ان انجانوں پر سمجھ دار کا سمجھ
کر نادانستہ بے سمجھی ہے۔ لاشعے پر شے کا گمان کرنا ذی بصیر توں کے نزدیک
نری بے بصری ہے۔

جناب وزارت مآب سر نواب قارا الامداد المہام سرکار حاکم کے نام
نیا نامہ

حضرت کائنات ہوم میں یہ تفصیلات مریبانہ بندہ زاد بے مکر و سرور جب
غیر حاضری جان شار استفسار فرمایا کیا ہوا بمقدار کا واسطہ افتخار ہوا۔ اکتی
شکر یہ کہ لئے فتح کہاں ہے جو خاکسار الفاظ شایان شکر زبان پر لائے یا و مجب
عدم حضوری لسان قلم تک آئے۔ تاہم مرزا زراق علیگ صاحب بہادر ایڈیٹنگ
سے کہد یا تھا کہ جس روز بلادم کو سواری خود بدولت باشوکت و شان صاحب
عالیشان کے یہاں باد بہاری کی روشن جبار ہی تھی۔ باڈی کار ڈگر دے کے ہند
پیچھے رہ گیا تھا تیر بندے کی بگی صر صر کی طرح جو گزر رہی تھی۔ اوسکو گولہ محرومی کچھ

ایسے گھیرے ہوئے تھا۔ جس سے بندہ سترتا سر مجھو بے بصری ہو گیا تھا۔ لہذا بلحاظ مذمت اس پایہ گل کا سر شرمساری سے اٹھ سکتا نہ خفت نقش پا کے مثال سکتی نہ بہت جرات کر کے قدم سمیت دارالامارت بڑھا سکتی ہے تاکہ آنکھ خدام عالم مقام براہ نوازش عفو قصور نہ فرمائیں۔

بنام منشی شیخ رحمت علی عمداً ر عرف قاضی صاحب

تم جاگیر مین جو جاگیر ہوئے رعایا بیدلی سے دلگیر۔ زمیندار گوشہ گیر ہوئے۔
 بہنے واہ عامل کیا ٹھیرے آقا تک کو معمول ٹھیرائے۔ تم سے توقع تحصیل سکر
 تو لا حاصل ہوئی۔ بلکہ تمھارا وجود فی حد ذاتہ برآ خود مرہٹو نکاسا محصل ہوا۔
 وہ مثل پورے ہوئے۔ بانچون گھی مین۔ سرکڑا ہی مین۔ تم نے فیشکر کے صل کو
 چپیر سیالیا اوڑالیا۔ جیسے جو اباز نے بازی بد کر گئے کی پور۔ اوڑا دیا۔ آپ
 بات کو شریعت نبات جانکے نہ پی جاسیے۔ سم کے گھونٹ جانئے۔ ظہیر ہو کے حکیم جی
 کو زہر نہ کھلو ایسے۔ ذرا سوچو تو جانوران چکاری کے ہر اجی رقم کا بھولے چو کے
 بھی مندرج حساب نہ ہونا سزاوار محاسبہ ہو کہ تمہارے کھاتے مین بلا حساب ہے۔
 قس مزا بہترے ابواب مین جنکو تم نے مد جمع سے جگالی کر کے خارج کر دیا ہے
 عامل جی یہ بھول بھلیاں تابہ کے طشت از بام مین علامت کار سازی بمنزلہ تقدیر
 ہے عمل کا نامبداً اعمال مین مندرج ہونا امر تقدیری ہے۔ کہیے تو یہ ماجرا کیا ہے۔

فضول بہانہ الٹی گنگا بہانا ہے۔ مانا تم بڑے چالنے ہو مگر ایسی چالوں سے کہیں
 کاغذ کی ماؤ چلتی ہے۔ بالیقین چالیا بن نہ چلیگا۔ چلتے چلاتے آخر حجر بن حجر چلیگا
 وجہ کیا۔ اب معاملہ کچھ بڑا گیا ہے۔ گو آپ مفت کے قاضی تھے پر دیکھئے قاضی جانتا
 کے آگے گورکھ دھند کی جوابدہی میں کیسی گت بنی۔ گو سیدہ کہتا تھا قاضی جی کیا ہمیں
 کشن جی کے روپ میں جنگل میں منگل مناتے۔ خیالی راجہیں براہتے ہیں۔ اندرونی
 حالات ناگفتہ بہ اخراجات بے اندازہ۔ اندازہ عقل سے باہر ہیں۔ چمانا ماہوار
 قلیل میں مصارف کثیر دال دفائن کا اخراج یا دلیل استدراج ہیں۔ ہر چند قاضی کو
 پیش قاضی لازم ہے۔ بارے ملازم کو لازم ہے پس تنہ کے بھی قبہ نہ ہو کے کر دیا
 لایعنی سے باز نہ آوگے۔ تو بس حکم مستحق حکم بازیسی سمجھے جاؤ گے جس کا افسوس
 تمہیں تا دم واپسین رہے گا۔

بنام برادر محم جناب محمد عظیم الدین خان صاحب و تعلقہ دار

گو بادل کی طرح بھرا ہوا ہوں۔ مگر بر تصویر کے مانند برستا نہیں۔ پردلی سے ازل
 آگ کیوں نہ برسائیں۔ پر میں ہوں کہ برس پڑتا نہیں۔ اہل سابقہ چاہیں بکلیا کر آئیں
 بارے میں صاف حق ہو کر گرتا نہیں۔ لاگ سے لوگ لوگ لگاتے ہیں۔ میں سر و چرخ
 کی روش چلتا ہوں۔ برا فروختہ ہو کر جلتا نہیں۔ شعلہ رو کے ہاتھوں داغ دل پیدا
 ہوتا ہے۔ وغیرہ نکادیں لگانا آتش افروز کا جگر جلانا اہل دل کا سودا ہوتا ہے۔ یہ پتھر تو

یہ پیچیدہ ہے کس شمار میں۔ تپرائے لینے میں نہ دینے میں۔ تاہم اشارہ **۵** شرآسا دگر
 فرصت نہ اندہ کہ آغازِ مہرا انجام کر دندہ الحق لسانوں کے بیان و زبان سے کون بچا جو
 گرفتارانِ نکت کے باندوں سے کو چھوٹا جو میں چھوٹا۔ طوفانِ نوح علیہ السلام ایلِ ایمان
 کے لئے باعثِ سلامت و رحمت ہوا ہے۔ ایلِ طغیان کا طوفانِ اصحابِ عرفان کیلئے
 واسطہٴ مضرت و رحمت ہو رہا ہے۔ قصہ کو تاہ ہر گاہ بندہ درگاہ نے بلا وجہ ان بان
 وازو سے رنجش نہ کی تو بنا بعالی نے بلا وجہ اظہارِ رنج کیوں کیا۔ جائی بھی دیکھے۔ خود تیرے
 کی رفتار سے درگزیئے۔ زبیب۔ زبیب با چھوڑا ہر نہ خائے غلامان چھوڑیگا۔ ڈب
 فوج ہونے تک قرار نہ پکڑے گا۔ جب فتنہ کی پوٹ کی چٹکا بوٹی نے ملنے کی التجا کی تو میں
 جواب دیا کہ جس کا پدر ہم سے ناکام ہے اسکے نافر جامِ پسر کا ہمارے یہاں کیا کام ہے
 مسل متعلقہ مرسل ہے بعد ملاحظہ ارسال فرمائے گا۔

ایضاً

مصرعِ تقصیرِ محافِ عرض ہے عالی جناب میں : بشرطیکہ بلا شرط مدعا پذیرا ہو۔ صلح
 بلکہ کو رونقِ افروز می حضرت جو ایک قرن میں ہوئی۔ اقربا کے لئے سعادتِ قرآنِ سعید
 ہوئی۔ بارے ہیہات یہ نارسابہ نارسانی طالع یہ این قربت و قرابت شریف
 پا بوسی ہوا نہ دولت ملازمت میسر ہوئی۔ و احسرتا ویدار کے لئے آنکھیں ترس تین
 روحِ روانِ قالبِ بی نہیں ترب تین میں۔ جب آپ کی تشریف فرمائی ہوگی تب تین نہیں

جان آئیگی۔ خدا ناکردہ اگر خدایا کا یہ تصور ہے تو مری تقدیم میں تاخیر کیوں ہے
 کیا عرض کروں کہ کیا ہر سون سٹو میں آپسے باہر ہوں۔ ہر گھر سے باہر نہیں
 ہوں۔ نقش قدم کی طرح اٹھ سکتا نہ پائے جو میں کے مانند چل سکتا ہوں۔ شاید آپکا
 خیال ہو کہ میں ہوں۔ ہے ہے میں نہیں ہوں۔ نیستے نیستے ٹھاکا کا لبد ہوں۔
 سنتا ہوں مگر کھ نہیں سکتا۔ دیکھتا ہوں پر دکھا نہیں۔ اس قبل و قال کے بعد
 بھی اگر آپ نے مجھے نہ دیکھا تو بس میں دنیا و مافیہا کو بعینہ عالم مثال دیکھا۔ لہذا
 دل کو تھام طبیعت کو روک کے مصرع آنکھوں کو بند کرتا ہوں دیدار کے لئے۔

ایضاً

اولاً تو آپ عہد سے پہلے ایسا کیا کرتے تھے۔ اب وعدہ فرما کے بھی وفا نہیں مانتی
 اپنے بیقرار و نئے قرار جو دشمنی کے ایک بجے آنے کو فرمایا۔ خدام نے وقتاً
 و ستر خوان بچا کے دیے فرش راہ کے مشتاق چشم براہ ہوئے۔ جب صورت تشریف
 فرمائے منظر نہ ہوئی۔ اشکال اشکال پیش نظر ہوئیں تو تھیر سے مرد کا دیکھ کو
 سکتے ہو۔ منظر کا سینے سردم کیج کے آنکھوں میں آگیا۔ عطش معصوم و جوع عصمت
 کے شور نے مجھے کھٹائی میں ڈال دیا۔ قوال کا راگ کھڑاگ ہو گیا۔ مطعومات سرد
 ہو نیکی تشویش سے رکاب داروں کے وضو ٹھنڈے ہو گئے۔ منوشی سے طباق کو
 دم سرد ہو کر دہوئیں اوڑ گئے۔ آتش کی حرارت کا زایل ہونا تجلی حضرت

تھلیل اللہ تھا۔ گرم اظہر کا سرو ہونا حضرت مرثیہ اسطہ تکلیف عبد اللہ ہے۔ فی الوقت
 تین بچا چاہتے ہیں۔ آدمی بھاگے جاتے دوڑے آتے ہیں۔ کتھے ہیں دربان کے
 کانپر جون نہیں رہ سکتی ہے۔ پردہ دار ماما ہوا پر بات اوڑا کر گئی ہے۔ سو اڑ
 مبارک کہیں گئی ہے۔ تقصیر معاف فی الوقت بندہ لاچار رہے چار و ناچار ابرا
 تلخ مزاجی و تریش روی کے لحاظ سے چند لقمے زہر مار کر رہا ہے۔

ایضاً

شعر نو شتم نامہ بر کا غززدہ کہ سحران حال مارا اینچنین کردہ برخی سے
 اگلی اس سر بہ گریبان کی طبیعت جو پست ہو گئی تھی ورو و سرفراز چاہے سے سرفراز
 ہوئی۔ کہتے ہیں فحہ دیکھے کی محبت ہوتی ہے۔ برادری میں کیا اتنی بھی مروت
 نہیں ہوتی ہے۔ میرے سر کی قسم فرمائے تو اپنے چھوٹے سے بے طے ہوتا
 آپ کے قدم مست ضلع کیلے بڑ ہے۔ خاصاً جبکہ طے کی امید بھی قطعی قطع ہو گیا
 تشریف فرما بی بار اولی پس ایک قرن ہوئی تو از رگ و فرنیہ رونی افروز
 بار ثانی کی مدت لا محالہ دو قرن ہوئے چونکہ مصرع بیان دم کو ہے تشبیہ
 سحری سے ؛ لہذا بندہ اپنے حساب فردا کو بھی روز فردا جانتا ہے۔ مختصر یہی مذکور
 میں طول عمل کا کس کی یاد ہے۔ ساہائے دراز تک میری ہستی نیست ناما کی ہر
 ہے۔ مابو جس کی زیت کیونکر ہوگی۔ کپ دولت پاپوس عبیر ہوگی۔ و احسن

اس کو زامین کا سلوک سمجھوں یا سن آتا قیامت بوجھوں جو بہانی کے ساتھ یوں لگے کہ
 (اللہ تعالیٰ اِنَّا کُنْهُمْ) آپ کے طوطی (یعنی بہبود علیان کے لڑکی) کی طرح چھی نے
 بس طائر جو اس کے پر کتر کے پوش اوڑا دیا۔ شیرخوار لڑکی کی انتقال واقعی ابویں کی
 لخت جگر کھلاتا۔ زندہ درگور آنسو پیکے رہ جاتا ہے۔ جلے دل پر۔ دماغ جگر والہ
 کو انکار و ن پر لٹا ہے۔ اس مقام کے راہی کی کچھ جلتی جلاتی نہیں ہے۔ بندگی بچا
 ہے۔ اب اپنے تئیں تھائیے۔ سوختہ جگر و ن کے دل کو تھما پنے۔ بیدی سے مضطر
 نہ ہو جئے۔ بقرار دن کو دلا سا دیکھے۔ ہماری طرف سے ادائے تعزیت فرمائیے۔

ایضاً

سرفراز نامے نے سرفراز کیا۔ چھوٹے صاحبکے متعلقہ مثل کمیشن نے ہنوز مجلس مالگزار
 میں پیش نہیں کی۔ تقاضائے طلب مقضیٰ مصلحت نہ تھا فلہذا سکوت اولیٰ تھا۔ غالباً
 کمیشن خود ہی بھیج دیگی۔ چونکہ مقدمات بے بنیاد ہیں اور گواہ بائیں شہادت سے قسط
 بناؤ علیہ مجلس یا سرکار انہیں بریکر دیگی۔ بازگشت کے باب میں مرزا صاحب کا
 تقاضی ہونا بجا ہے۔ اچکا توقف بمنزلہ سد الباب نہیں جاسے۔ میری پیشین گوئی
 کی وجہ ان ہی وجوہ کی گویا تھی۔ شرعی شادی میں شادی دینے بچا انکی فکر بوقت کی
 شہنائی تھی۔ اسلامی رسم میں ہنودی رسوم کی شنوائی نہ تھی۔ شب گشت کے انتظار میں
 رنجگے مناتے مناتے دن گزر گئے۔ تقاضا رہ گیا۔ شاید خادم کی گفتگو بخود تمک نہ ہو

تب ہی تو کیسے کانپہ چون نہ رنگی۔ بگو بشنوا آخر انہیں دقت کھانا منا ہوا جس کا
 کھٹکھٹا دل ہی سے تھا۔ غایت نامے کے مضامین سے پتہ نہیں چلے کہ صاحب
 نے اسکی کیا راہ نکالی ہے۔ سنا تھا آپ نے انہیں ابواب میں ہمیشہ صاحب
 کے نام نامہ لکھا تھا۔ بہر کیف جو کرنا ہو جلد کیجئے۔ اسلئے کہ نواب نے حب
 ڈاکٹر اپنے مستقر ضلع کو بانٹا وغیرہم کاشمین ٹھہرایا ہے۔ یہ لوگ کبھی کے چلے گئے ہوں
 بارے ناتوانی مزاج کے باعث نہ جا سکے غریب جانیوں میں فی نوازش
 موصوف موصوفہ کو کہلایا۔ کھنے لگیں تبدیل آب و ہوا کے لحاظ سے ہم لا علاج ہیں
 ورنہ بہر چشم اس کا خیر کے انجام کو بدل و جان آغا کرتے۔

بنام مولوی حیدر علی صاحب منجم

کہتے ہیں پورے جاہل یا کامل سے سابقہ پڑے۔ ادھورے سے بالائے پڑے
 وہ تو مارے ماننا ہی نہ جیتے۔ بہر کیف تحصیل لا حاصل یہ ہر کہ اکیسویں برس دور۔
 دروڑا نذر دروڑا ستارگان کامل العمر کی واسطے معین ہے۔ کم حیات کے لئے صاحب
 استخراج مدت العمر کے حسبہ تعین مدت و سا و اغتر و سا کا کرنا قرین صواب ہے۔ ورنہ
 واقعات سے احکام کا واقعی تفاوت لاجواب ہو۔ اس میں کلام نہیں لا کلام قولہ
 نامہ قدیم کی تصدیق از روایت جوگ و احکام راس و لگن۔ و ستارگان مفرد
 وغیرہ سے ہوتی ہر جسکی صداقت بیامانی کے ساتھ سامانی غور و سمجھئے کہ خود داری

میرے اظہر برتر ہذا شمائل وخصایل سے بھی ابھر رہے۔ میری داستان میں بامبالغہ
 کہہ سکتے ہیں کہ مع المبالغہ آپ کے علم و ادراک تبلیغ کے نظر کرتے حالیہ گذشتہ تقویم کی تلاش
 ہمیں صرف ہر۔ صرف تصرف کی حاجت ہو۔ وجہ کیا میرا خلیان بلحاظ تقویم نہیں تاخیر و
 تقدیم واقعات ہر جس کا باعث بنی اور بیان کر دیا ہے۔ جو بدون طول و علل ممکن العمل نہیں ہے
 اس شخصیت و متقی سے میری عرض فی نفع اتنی ہی ہے کہ اسکی تصحیح قواعد صحیح سے
 ہو جائے نہ یہ کہ ہر دو عالم کا برابر جنے والا اس عالم کی ستر روزہ زندگی کی تلاش
 راجح جوگ کا والد ہو گیا ہے۔

نواب میر محمود علی صاحب بہادر من قربانی اعلیٰ حضرت نظام
 حضرت ناصح گراؤ دین دیدہ و دل فرس راہ کوئی مجھ کو یہ تو سمجھاؤ کہ سمجھاؤ کیا
 قاتل کے ہاتھوں مرنے کا مزہ لے ل۔ جان کھونے کا لطف نیم بے مل جانتا ہے۔ بہا آپ
 کیا جانیں کہ ولا کیا بلا ہے۔ دلبر کی وجہ سے دل بھر آتا ہے۔ زخم جگر بہر تاس ہے۔
 پر طبیعت نہیں بھرتی ہے۔ ہر چند وہ چاہا اس کو چے میں چلتا پھرتا نہیں۔ پر یہ کیا
 منحرف سے دل بھرتا نہیں۔ اس مہر کی اوٹھتی جوانی نگاہوں میں ایسی چڑھی ہوئی
 کہ پر شمس طلعت تک میری نظروں نے اُتری ہوئی ہے۔ کہنے اسکی سر چڑھائی گئی
 سر چڑھاؤں کہ کالی بلاؤں کو سر سے ٹالوں۔ خدا ایسے کافر کیش سے کام ڈالا ہے
 جس سے ایمان ڈالوان ڈول ہے۔ نہیں معلوم تاکہ چاہ و زرخندان کی چاہ

مجھے کوئین جہنگا نیکی۔ سبز خط کے قلم۔ قلم قدرت کے خط کش مہین تب ہی تو سروسٹ
 و خط تقدیر عالم اس قلم کے خط کش مہین۔ گلنار کے کب ایسے گلگون کال تھے مہین
 ایسے تل خال خال ہوتے مہین۔ لب لعل کے وصف میں زبان لال ہے۔ قد کا سرو قفا
 پامال ہے چشم بادامی کرٹوے بادام مہین۔ شوق دیدار میں منتظر و انتظار تلخ کام مہین
 وہ شراب پتیا ہے ہم خونا بے جگر پیتے مہین۔ وہ کباب کھاتا ہی ہم طیش کھاتے مہین۔ جادو
 نظر کا آنکھوں میں بسنا بس ہے۔ بس یہی جی کی ہوس ہے۔ دھڑکا ہی کہہ میں مردم دیدہ سے
 گورے سیہ تہی نکر بیہین۔ اس مہمیر کی پاپوش کے ستارے کیا ٹوٹتے مہین۔ نجم
 کی آنکھوں میں تارے توٹتے مہین۔ مجھ جیسے خستہ خاطر کا دل ٹوٹنا وہ خاطر میں کب لاتا ہے
 جینوی ماتھ زار دار کے ماتھوں باعث شادی مرگ ہوتا ہے۔ بہرے کے ہاتھ میں گونگے
 کی مٹھائی کا لطف آتا ہے۔ شہید خون بہا کر خون بہا کی امید میں کیا جان کھوتا ہے
 جسکی کٹار میں کوڑی نہوہ خاک دیت دیتا ہے۔ سنگدل نے میرا پتھر کا کلیجہ سمجھا ہے
 بے جگری سے چوٹیں لگا رہا ہے۔ یہ نجائے شیدا آنکھ لڑا کے آنکھیں چرائے گا
 سر لڑا سوا لابی لی سے دل چرائے گا۔ میری طبیعت کی روانی کو تلوار کی روانی سر
 کیا روکے گا۔ مخالف لاکھ دل کے چھالے توڑیں مگر تلوار کا کہت رقیب کسی کا پھل
 لائے گا۔ حیات اس ستم کو دیکھئے ہر دو عالم باہم ہوں تو ہوں۔ تاہم وہ اور ہم
 ہدم ہوتے نہیں نظر آتے۔ اللہ اللہ شکستہ خاطر سے نستعلیق کو کام فرمانا ظاہر

کہ ورت بخت غبار کرنا آپ کا۔ بگڑے دل پر لطفِ خاص ہے۔ جو اپنے سے گزری
اُسکی سرگزشت سے آپ بھی در گزرے۔ قہر سے نہ دیکھیے مہر سے سُنیے
اگر قصہ سرو گویم بلند بہ مراد و دم قصہ کوتاہ توئی ۛ۔

میر رضا علی حسنا و ستاد سر جناب اب فخر الملک اُلّی کے نام

علی الصبح نہاری پہنچا آپ کا میرے لئے باعثِ دروسِری ہوا۔ جسے دیکھو سہ کہتا ہوں
مجھے کھائے جاتا ہے۔ فرمائے کسے سرواروں۔ کس کا کلا بگڑوں۔ یہ دست دراز
لوگ رکابدار سے ہاتھ پائی کر کے میرا مغز چاٹ گئے۔ جی چاہتا ہوں ان سے مغز نکال
کاسے سر توڑا لون۔ زبان دراز و نکلی جب گدی سے کینچ لون۔ جبرے چیر ڈالوں
طرف یہ کہنا دیدے۔ گاؤ دیدہ گاؤ خورد کر کے اُلٹے آنکھیں پہاڑ پہاڑ کے
گھورتے ہیں۔ رہ رہ کے طبیعت چاہتی ہے ان شکم پر شامیوں کو قمیمہ کر کے رکھ دوں
اس کی جگری پر بد لون کا قلبیہ فورمہ کر دوں۔ ناگوار خاطر نہ ہو تو باقی واقعی بھیج
تاکہ مصرع کا سہ چشم حریفان پر شود ۛ۔

نواب صدف شکن جنگ کے نام

یہ تو کچھ نی یا اچھیجے کی بات نہ تھی۔ جو بات آپ نے سنی۔ اے ہر بات بات پر کھڑا
بن بن کے بگڑنا بھلا کوئی بات ہے۔ یعنی تو اوس بات کا قصد کیا ہے کہ ہر کسی کو اس
تنا کا متنی ہونا چاہیے۔ آپ بات کو بات بنائیے کہ جہاں چاہے فرمائیے بہر کیف

شعرِ تہ قد مکر ہے شبِ وصل مجھے پوچھنا آپکا تکرار سے کیا ہو گیا ہے
 یاد ہو گا مینے اپنی سوانح عمری میں اس کا اشارہ کیا ہے اور آپسے بھی کہا ہو کہ بلحاظ
 واقعات حیدر آباد کو خیر باد کہتا ہوں آخر الامرجس ام کے سنے سے ننگ و عارتھا
 اسکو دیکھ چکا۔ اب جاتا ہوں شیریں اداؤں کے دستِ بخیر۔ کھاری چھری۔ سے ننگ
 علوان کو کس حسن سے حلال کرتے ہیں۔ جس سے کورنگہ مردار خواروں کو مزہ آتا ہو
 ہنکی ادا سے ادائی قضا ہو۔ اہل دنیا کی غمخوار کیا پھل ہجرت ٹھیرا۔ دیکھا جائے الم
 ویندار کیا کیا شرم پھلتا ہو۔ بیت الصنم میں ہم زلف کے خیال میں پہننے کے گنہگار
 ٹھیرے تھے۔ بیت المقدس کا کل غلمان کے سلجھانے۔ طرہ حور کو الچا نیکی خطا میں
 نہیں معلوم کیسے قصور وار ٹھہرتے ہیں۔ عذابِ دونخ تو جگت چکے اب جتنے مضامین
 جھیلنے میں۔ غنی طبیعت کو دنی دنیا سے بہر حال استغنائی ہے۔ مگس طینت کیلئے
 تار عنکبوت تک زنجیر طلائی ہے۔ مصرع عنکبوتوں کو مزہ خون گس دیتا ہے۔

نواب سرور الملک سکرٹری پیشی اعلیٰ حضرت نظام کے نام

جبکہ آپ کا کرم زیادہ بخش مجھ پر از بس ہے۔ معذرت ویرنگاری میں عذرِ مقصری
 بس ہے۔ جامہ محبت نامہ تصویر کش کیسی۔ لکیش ہے۔ یہ معصورہ بہزاد نہیں خود تصویر
 و شہرہ کالی کالی زلفین میں اور گوری گوری رنگت ہو چڑ پیاری پیاری تہیں
 ہین اور بھنوں بھولی صورت ہے ہر خند خاکسار سر اپا اقبال امر ہے بارے

تصویر کے کہینچے کہنچا نے مین سرا سر متحیر ہے وجہ کیا اس پر پی پیکر کے نقشے نے
مجھے نقش دیوار بنا دیا ہے کیشش الفت اسکی۔ یورپی ناز ہندی انداز اس کا کشان
کشان لئے پھرتا ہے چونکہ عکاسہ کی آنکھوں نے آپکا عکس لے لیا ہے جسکی وجہ سے میر پڑ
چشم آپ کی تصویر کا مرقعہ تصویر اور دل لاکٹ شبیہ پر تنویر کا بن چکا ہے۔ کافی ہے۔
اسلئے کہ آپ اور ہم ایک قلب و دو قالب میں اس صورت میں شکر اللہ فضلک کا کھنا بجا ہے۔

مہربان کے کہنے سے نا مہربان کے نام

قاتل تیری سروہی کی کیس میں کیشش مقناطیس ہے۔ جو دل یوں کہنچا جاتا ہے۔
قاتل تیری زنا نہیں جنبوی وار ہے۔ بسیل کیلئے تعویذ کی ڈور۔ تلوار کا ڈورا ہے۔
ہمارے خون کا قشقہ آپ کو سیر خروند کرے گا۔ کلنگ کا ٹیگا ہو جائے گا۔ کالک کا
تنگ لگ جائیگا۔ مہ رو کی جھپک سہ قتل چاندنی کا کہیت ہے۔ تلوار کے کہیت میں
ہم کہیت رہے ہیں۔ گو چاندنی مار گئی ہے پر مہنوز چاندنی صورت پر مر جاتے ہیں
یکس باغی نے شگوفہ دیا جو یوں گلگون گال ٹھلائے بیٹھے ہو۔ سوسن جدی پھول
کھڑی ہے۔ اچی پیل کا پیر تو مہن نہیں جو جھاڑتے ہو۔ پھونک ڈالتے ہو۔
مانا سروہی آپکے قد کے مشابہ ہی سہی۔ بیکر مجھے ٹرٹا کیوں ہے۔ جانا
تم تن کے کیا چلتے ہو میری جان تن سے نکل جاتی۔ میلہ۔ جمیلہ ہوا جاتا ہے۔
فی الحال دور افتادہ کی یہ افتادہ ہے۔ طاق ابرو میں بصورت مردم دیدہ پڑتا ہے۔

سایہ دیوار میں سورہ جن بیٹھا پڑھتا ہے۔ ہم تو تمہاری چوٹی کے چیلے ہیں
 جھوٹ کہیں تو خیاں کل نالگن ہو کر ڈسے۔ خانہ زلف کے تصور میں اڑ رہے
 کی طرح گھر کاٹے کھاتا ہو۔ جعد کا خیال بچو کی طرح نیش زن ہو رہا۔
 او خانہ آباد۔ جیسے تم آنکھوں میں بے ہو دنیا خراب آباد نظر آتی ہے۔
 میری باتوں سے کھیاؤ نہیں میں نہیں تم زگر نہیں۔ پھر کسکے دکھتو کیا ہو۔
 کسمتے کیوں ہو۔ آپ لاکھ پا پڑ سلین کہ چھاتی پر مونگ دلیں۔ بندہ
 بیدل نہ ہو گا۔ ٹکلی جائے رہو گا۔ اور کی دال گلنے نہ دیکھا۔ او کان
 ملاحظہ ہم نہ ہو۔ دل پاش پاش پر نک پاشی کرو تو مزہ آوے۔ تم
 مے پیتے ہو۔ میں آنسو پیتا ہوں۔ تم کباب کھاتے ہو۔ میں زخم کھاتا ہوں
 باتکا تبتگر بنانا۔ آنکھ لڑا کے ہوش اڑانا اچکی تبتگ بازی ہے۔
 ہلقون کی آتش افروزی پر دل جلوں کو جلانا۔ آتش بازی ہے۔ تمہیں
 سب آتا ہو۔ مہر نہیں آتی۔ پاس۔ پاس نہیں آتا ہو۔ تمنے آسمانی دوا
 اس ادا سے اڑ رہا کہ فلک سنگر کے ہوش اڑ گئے اپنی نیلگون چادر
 تک سنبھال نہ سکا۔ سرمایہ گرمانے کا اگر شوق ہو۔ میری کھال کھچو
 پوستیں بنائی۔ سموری نیم آستین نہ بنو ایسے۔ جسے شب تار میں آفتاب۔
 آفتاب میں تارے۔ چاند میں ستارے نہ دیکھا ہو۔ اچکی حسین پر گلیو۔ خسا

پرافشان دیکھئے۔ او جھروٹ ہلال بر و جہینون انشطار میں گذرے کیا
 اب بھی چاند سا کھڑا نہ دکھاؤ گے۔ رجب میں مصحفِ رخ نہ دکھلاؤ گے۔
 جابنیں جلد آؤ ورنہ نیم جان کی عمر کے دن تمام ہیں۔
 بنام شمس العلماء مولوی غلام حسین بی۔ اے سیکرٹری تعمیرات مہ غیہ کا
 جباب آسا اجباب جب ہم شیم سے چار شیم ہوتے ہیں شیم مروت کام کر ہی جاتی ہے
 جو محوِ اخلاص کی شخص۔ اپنے تئیں نکس۔ اور انکے علی اکس جانتا ہے۔ اُس پر
 جشداشت بہ ذی مودت بالتمام ہوا ہی کرتی ہے۔ آپ جانتے ہیں میں عوام
 سے میل جول کا عادی ہوں۔ نہ عام سفارش کی عادت رکھتا ہوں اتفاقاً
 اگر مخصوص سے مخصوص کے لئے خاص طور پر کرتا ہوں تو بایں احتیاط کہ انکے بار
 ہونہ حدِ اقدار کے باہر متمذ کا انجام کار۔ انکا راج کار نہ ہو۔ اس تفصیل کی
 اجمال یہ ہے کہ ستر سلامت اللہ رحمہ اللہ فرزندِ دیوان راجہ نارائن پور
 مامور بہ عکداری سر پور تانڈور ہیں۔ آپ ہوا کے لحاظ سے دو آہ کے ہر دو ایکو
 یہاں کار میں کالے پانی کا اثر رکھتا ہے لہذا بیچارے خوف کے مارے سمک کی طرح ہم
 گئے ہیں ڈہر کا ہی کہیں بیٹھے بٹھائے اُٹھتی جوانی میں پھر حالِ محسن ہو جائیں حیرت
 بھری جان چلی جائے۔ ارمان ہجائے۔ آپکا ڈیڈنٹ جہاں ہے۔ اس سچاں کی ہیکر طرف
 پھینک دینا کیا محال ہے آپ کو تو اسے پیغمبر کی قسم نامہ کے پوچھتی ہی مہلا تو آکو

ساحل نجات پر پہنچا دیجئے تویہ وابستہ محبت کچا بند ہوا۔ اور معذوری داما محسن کے
وام احسان میں پہنچا رہے گا۔

نواب صف افکن جنگ کے نام

ہولی مناکے رنگ لاؤ کہ رنگ رلیاں مٹاؤ۔ بارے پھگوے بنگ لال باغی ٹنڈی
نہ اوڑاؤ تمہیں جانے سب کچھ دیا ایک عقل نہ دی۔ فطرت و نیچر کا بڑا فضل تھا۔ جو
تمہیں فطرتاً اس کا بیج کیا۔ مصرع آ کر کہ عقل بیش غم روزگار بیش پور نہ زندگی
کیا ہوتی و بال جان ہوتی۔ تم کس کوروتے اور کسہ جان کھوتے۔ کیا اپنی فکر کرتے
پانظر موجودات کرتے۔ آخرت کا بھڑنا بھڑتے یا دنیا کے صحت باہستے۔ خیر گزری
یہ تمہارے پالے نہ پڑی۔ ورنہ لالہ جی کی جان کے لالے پڑتے۔

ایضاً

آپ کے سوال پر میں سائل ہوتا۔ اگر مسئلہ کو با حوصلہ پاتا۔ ذی حوصلہ نئے دلی
حوصلے نکلتے ہیں۔ تنگ چشموں کے کہیں چشمداشت کہتی ہیں۔ حرف طلب منہ سے
نکالا جا چکے زبان خالی نکالے۔ بات رہ جائے مطلب نکل آئے۔ کہوں کیا فرما
خوردن کے لئے مفت خوری کا چسکہ بیڈ ہیپ چاٹ ہی۔ مفت کی خمر مفتی کو حلال
قاضی کو آبلال ہی۔ شامت اعمال انسان جن پتیا شیطان انہیں نہیں بتاتا ہی۔ زندگی
پتیا۔ ریابکاری سے شرم کرتا تو دم دیکر دم نہیں پتیا ہی۔ میں شرم کے لحاظ سے بات نکالتا

اشرار سے نہیں ملتا ہوں۔ احتساب جب کیش آجا بیگا۔ محتجب پاتہ کہوا بیگا۔ چھوڑ
 آپکی صلاح کی انوکھی صلاح سوچی ہو۔ بشرط پند اصلا ویر نیکی بے شرابی شاپ گاسی۔ اور
 ان پ شاپ قم کر کے تختی لگوا سیئے صلا عام جانکر سرشار سر سے چلے پرائینگے۔ پاپیشانی کر کے
 لیچنگر صلہ میں مقاصد خاص و خجود کھل آئینگے۔ آپ پر خراج نذر و نیاز نہ پڑیگا۔ خراج نیاز مندا
 نذرانہ دیجائیگا۔ آپ نواب بنے رہیئے۔ مطلوب ناب بنارہے گا۔

منجانب خیر اندیش۔ خٹلمین کم اندیش کے نام

آپ صاحب بنین کہ صاحب لاڈر۔ پر مار کوئیں السبری کا خطاب مکر و متغہ لایفک ہو
 بصورت حربا رنگ بدلے کہ ہولی کے پھگو کے کی طرح رنگ لاسی۔ بار کالے کا گورا بنی
 بڑا شک ہو۔ مہربان نگ لاسے ہمرنگ ہو۔ جیسے گایہ رنگ ہو کہ بد رنگ ہو جائیگا سیاہ سفید
 زمانہ ناساز۔ یورپی انداز۔ انڈینی ماہ لاقتیاز کو نہ اٹھائیگا۔ قومی لباس کو ملبوس تارک الدنیا
 جانکر ترک کرنا۔ متروک دنیا کر دیگا افلاس میں صرف کاجی اسراف پہونچنا۔ شامت کی شقی قوت
 جانے گا۔ توے کی رنگت پر کالاکوٹ سیاہ بنی سمجھیئے سعادت نہ جانے گا۔ یہی ہاتھ میں
 نثار و پرنگ کف کا قمیض گزیر ہو۔ قناری کال گر بیان گیر۔ گھونڈ گلوگیر شوق نگائی و مانگیر ہو۔
 دامن چاک کوٹ کی حسرت میں گریبان چاک ہو اسراف و کوٹ میں صرف کوٹ کوٹ لامل
 ہے خرید کف پامین تہا ہی۔ لانگ بوٹ کا اسراف گوارا ہو۔ بے زیر سی کیسیہ پر ہو ہار
 چرب گھنچر خالی نہ ہو گردش و در و دار سے جنبش نہ کر سکتے ہوں یا پھرتے پھرتے ہیں

زمین کے گزشتے ہوں مگر فکر ہستی جریب میں سوکھ کر کاٹا ہوں۔ اس سوچ بچار کا کیا کہنا
جو آزل ڈفرن کے کہنے کو بھی نہ مانا۔ فرماتے ہیں۔ ولایتی جوتے تہمین کاٹے کھانگے
کوٹے کی استینیں۔ مار استین بنجائیگی۔ یورپی معاشرت موجب عشرت نہیں باعث
عسرت ہوگی۔ سخن شنوی پنج دولت۔ ناشنوی پنج دولت ہوگی۔

نواب خورشید الملک کو نام تعزیت نامہ

حادثہ جانکاہ و واقعہ مبہوش ربا جگر خراش ہے۔ جس سے دل دردمندان پر خروش
و پاش پاش ہے۔ تباہ کیا دل ناخیز تباہ کی خبر نہیں۔ متمسک ساز و ارباب التماس نہیں
صاحبزادی کا بیوقت مرحوم ہونا عجیب محرومی ہے۔ آپ کو کس منہ سے تعزیت
دون۔ دون بھی تو کیا دون۔ یغم نہ بھولے سی بھولا جائیگا۔ نہ الم بھلائے سے
بھولے جائیگا۔ ناصبوری کے عالم میں ہمدرد و نکی التجائی صبر سخت بید رہی
پر کیجیے کی شیت ایزد کیا علاج کیا۔ خالق جن انس فرماتا ہو (وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ
عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ
علیہ السلام) اوسکے حبیب نے بھی تعلیم فرمایا ہے۔ چونکہ امرنا گذیر میں بدون رضا گذیر
نہیں۔ لا علاج آپکے نیاز کش کو بجز اس کہنے کے مفر نہیں کہ خدا آپ کو صبر
دے۔ صابر کرے۔

نواب میرا فسر جنگ کمانڈنگ افواج و ایڈمیکانگ بندگمالی کے نام
 عداوت نامہ بھونچا۔ میری عرضی اور ایف کو بھنورا قدس علی حضرت آپ کا گذرانا
 باعث مشکوری ہوا تسلیم شکریہ قبول ہو۔ آپ نے سوانح عمری کی نسبت جو اشتیاق
 ظاہر فرمایا ہے۔ سنی سنی پڑنا دیدہ تعریف کیا ہے۔ عین مہربانی سے و
 یہ چیز کیا چیز ہے جو سوانح عمری کوئی چیز ہو۔ یقین مانئے مطلب اسکے شروع کجاش
 از بن نیت کہ میرے بعد بھی حیدر آبادی کہیں کہ ہاں کل کا کہا ہوا آج پورا ہو رہا ہے
 کار برد ارنے آپ کی خدمت میں ایک نسخہ بھیجا ہے نہ بھونچا ہو تو پہنچ جائیگا۔

کے کیکے کہنے سے ایک جنگی رمال حنا کے نام سوالنامہ

ہم پیشہ رمالی رکھتے ہیں نہ پیشہ ور کے پڑوس میں رہتے۔ گو دخل رکھتے ہیں
 برمد اخلت نہیں کرتے ہماری علمی غایت جانتا ہے کہ رمالان وقت از روئے
 معلومات دخل در محولات دیتے ہیں یا محض پُرانی لکیر کے فقیر ہیں۔ اسے
 کاش بہتر ہوتا اگر اسی پر انکا حصر ہوتا۔ اسجد خانوں کے اردو در سالوں نے
 ان غاسرین کو اور بھی خیر ان میں ڈالا۔ اور تو اور انہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ کثرت
 دوا کی علت غائی اور واضح کی غایت کیا ہے۔ دائرہ حضرت دانیال جس کو
 اُم الدوائر کہتے ہیں۔ مجھے تو اس میں شروع ہی سے قیل و قال ہے۔ اس لئے
 کہ شکل اول و چہار دہم کے سوا بہ تمام اشکال پر اشکال ہیں۔ وجہ کیا شکلوں کو

نانون سے نسبت نہ منسوبائے مناسبت۔ نہ تقاطعی مطابقت۔ نہ انتظامی
 موافقت۔ نہ اشکالی قوت۔ بل موجب مزاج و اعزجہ۔ وسعادت و سحر و سحر
 ہے۔ رہا دائرہ سکون جسے اصلاح دائرہ ابداع کہتے ہیں۔ اسکی کیفیت بھی ہمہرین
 منوال ہے۔ مثلاً قبض الدخان و نفی الخدج صاحب خانہ دویم و سیر و ہم ہیں۔ ہم
 مزاج خانہ نہ ہونے کے علاوہ عنصر تک انکریا یکدگر مخالف ہیں۔ حالانکہ از روئے
 کلیہ جو شکل بموجب اپنی سکون کے رمل میں واقع ہوا سکوباعث تسکین کہیا مشرف بہ شرف
 جانتے ہیں۔ ہر گاہ اشرفون کا یہ احوال ہے تو باقی حال علام الغیوب ہی جانتے
 کہ رمال و رمل کا کیا کمال ہے۔

اصل یہ جو رہنمائے مزاج خانہ کہتے ہیں۔ رمل کو نجوم سے تعلق نہیں ہے۔ علم السحر
 سے متعلق ہے اور اک عقول عشرہ سے باہر ہے۔ نہیں معلوم اس قول میں کیا
 معقولیت ہے۔ بالفرض اگر ایسا ہے تو سو بارہ خانوں کو دایات کہنا زیادہ ٹھہرا۔
 سیر رمل میں خانہ دوازہ ہم کے بعد خانہ اولی سے آغاز کرنا۔ پزید لا تنزید
 کیون نہ ٹھہرایا۔ منوبات بروج سے رمل کے بارہ خانے کیسے منسوب ہیں جبکہ
 کچھ مناسبت ہی نہیں رکھتے۔ اشکال رمل بظاہر محسوس بہ قسماً سیارہ ہیں اسکی
 وجہ تسمیہ تباہیے۔ اوقات رمل میں طریقہ و تحت الشعاع و کوف و خوف و غیر
 کی توجیہ تفہید کیجئے۔

فت۔ استخراج احکام کیواسطے علی کے استنباط کئے ہوئے قواعد و کلیات میں
 بجلی تائیں ہے جس کا عملی نتیجہ محض تباہی ہے۔ حتیٰ کہ فہم مدت و استفہام ہم میں
 بھی تفرقہ ہے۔ اس رطب و یاس کی تفریق و تقم و استقام کا رنج اگر نکالیں
 تو بس آپ کے وسیع تجربہ و مزید تحقیقات ہی سے ہے بنا علیہ بغیر من تحقیق و تحقیق مصدق
 ہوں نہ بادعا کے تدقیق و تضیق۔ جب آپ رقمہ کا جواب ترقیم کریں گے تب اسکے
 ما تعلق بہا ر قسم رقم کرے گا۔

بنام نواب محمد عسکری خان بہادر و قلعہ دار

داخلی مستقر کے بعد روانہ کئے ہوئے مکتب متہار سے یکے بعد دیگرے پونچکر
 دل گرفتہ کے باعث انشراح ہوئے۔ بارے جائزہ خدمت جائزہ طور پر نہ ہوئی
 تمہارا منشی نہ ہونا کیا ہوا منتہی کا موجب انتشار ہوا۔ مصروفیت کے نظر کرتے اس شرح
 مطول کا یوں اختصار ہوا تم خبر و یات کے بالکل بی پائیدار رہو۔ عمل خیر و اعمال حسنہ
 کے چوبند ہو کر کھیلے بند رہو۔ دست بلند کوتاہ اندیشوں کا بند ہوا ہے۔ نہ ان کے
 باندھنوں پر بند۔ ہر کے ہر دے بزرگ کا فہرہ دینا ختم اللہ علی قلوبہم و آلہم
 یہ قدرت بندشوں کے بند ڈھیلے کر دیگا۔ وقت کو ابن الوقت و مکتبہ ابو الوقت
 نہیں دیکھتا۔ تم خدا کے فضل پر اتکا۔ فضل پر تکیہ کر کے مسند حکومت پر ڈٹے رہو
 رنوار و می سے پیشتر مناسخ صاحب سر کہہ دیا تھا۔ تر و در راہ بیکار۔ وقت و کار

بہ توقف و مکرار خبر پاؤں کے کاسب یہی تھا۔ خاتم البینین کی قسم میرے منہ پر مہر لگی
 ہوئی ہے گویا کوئی گوگرد کے خدشے سے ساکت۔ سکوت میں اندیشہ سکتہ ہے۔ اچھی نخل
 تمھارا۔ تمھارا ہی کاروبار ہے۔ جب راستے کا پتہ باعث سکندری ہوتا ہے۔ کہیے تو
 سد سکندر سدا رہتا ہے کہ نہیں ہوتا ہے۔ تمھاری خوش خیالی و نیک خضالی کہیے
 کہ بس لٹ ماراج علیا پر فائز ہوں۔ میں کہتا ہوں اپنے وقت میں تمہیں رجب ^{عظمت}
 پر دیکھ لوں نہیں معلوم مشیت میں کیا ہے جو ازین سو ماندہ و ازان سوراندہ کی
 نہ چلے مدعا اوس روش پر چلا جاتا ہے تو بس (اللہ معلما ینا کنتم) کہیے چاہتا
 کہ تکتیب نظم و نسق سالانہ کے موقع پر پہنچ جانا تمھارا رسانی سخت کی دلیل ہے۔
 نقد وقت کر ماتہ سے نہ جانے دو۔ بطحی کو بیٹ سے پاؤں نہ نکالنے دو
 ورنہ موقع دست و پا پہلا دیگا

بنام نواب خورشید الملک

متحیر۔ بحالت کس میری پرسانِ حال کا مشاہدہ ہر آئینہ چاہتا ہے۔ منتظر احوال پر ہی ماندہ
 نہ فقط معائنہ چاہتا ہے۔ جب تک آئینہ رخسار کا میر نظارہ تھا۔ ڈاڑھی کو ڈاڑھ
 تک رکھ کر ایک قلم ترشواتا تھا۔ بہ ملاحظہ سبز خطان روزانہ خط بنواتا۔
 بلحاظ ماہ لقا میر روز غسل۔ ملبوس تبدیل کرتا تھا۔ اب جو مشتری نگاہ ^{احول} ہو
 مایوس بحر یا سی میں ڈوب کر لبانِ مرد مکتبہ مردہ آبِ نیکیا ہے۔ تبدیل لباس کے بدلے

تجدد امثال کیا چاہتا ہے جن گلگدن گال دشمنین خال کی وجہ سے عطریات
 و بخور اتکا استعمال ہوتا تھا بلا موجب وہ گل گال پہلے زخم جگر مسکین پر
 جو مچ چھڑکائے ہر تو جگر میں بخور کیسے جلے۔ آٹکدہ دوسرے بخار نکلتا ہے
 غنچہ دہنوں کی دل تنگی سے زہر زہر ہو گیا ہے۔ اب نہ مہر و کی چاہے نہ
 طبیعت کو گیسٹون و الیکی چاہت۔ نہ مزاج زلف پر مائل نہ دل جوئی کا چوٹا
 بس باین وجہ چار ابرو کا صفایا ہے۔ باقی رہا ایک غسال دوسرے غسل کا نتیجہ
 اس علیہ اللعن کا داوا کی سمت رخ نہ کرنا۔ سجدہ سے ننگ کرنا۔ منہ پھیر لینا
 پوتے کے روبرو بے تنگی سے شرم نہ کرنا۔ پشت پھیر دنیا نیرنگی زمانہ ہے۔
 وہاں خدا کی خواہش سے خودی و سرتابی۔ یہاں بلا خواہش سری ٹیک پر چوڑی
 ویلے تابی۔ للجب عجوبہ ہے۔ گونا گوی اس کا عادی ہے۔ یہ زاہد ہوائی کا
 عیاشی۔ پر خاک کا یہ محال عادی ہے۔ آپ جانے جسٹل سے بزاری ہو
 اسٹرسل بلائی ناگہانی ہو کہ نہو۔ اسے جناب وہ جوانی ہستی سے ہاتھ دھو بیٹھا
 اس سے نیتی میں کیسے نہانا دھونا ہو۔ اللہ بس باقی ہوس۔

بنام نواب فیروز حسین خان بہادر ایجنٹ رکیٹ رکاب
 مرسلہ تصویر لاکٹ میں۔ تصور آپکا دل میں۔ صورت پر تنویر آنکھوں میں ہے
 ہر جی میں آفتاب پرستوں سے پوچھیے تصویر کس کی ہر ورق آفتاب میں

بین شکل تصویر خاموش ہوں۔ مردم چشم گویا ہیں۔ یہ بشرۂ بشر نہیں۔ ناز و انداز
 کا کالبد۔ قالبِ نیرین ڈھلا ہے۔ قلبِ بلاگردان کہتا ہو۔ بلائیں لیجئے۔ زرِ گل و دلِ طبل
 کو صدقے اتارئے صراحی دارِ گردن کے حُسنِ گلوسوز پر ثریا نثار ہے۔ تو ابرو و خمار
 پر قوسِ قزحِ قرمان۔ فتنہ چشمِ فنانِ غارت گرا بیان ہے۔ پیکانِ شرکانِ پوشیدہ دل
 نشان۔ آنکھوں کی سیاہی و سرخی سے چشمِ فلک سفید ہے۔ گالوں کی سرفی و سفیدی سے
 زرد گلِ خورشید ہے تو گلِ چاندنی پر مردہ۔ رخسار کی آبِ تاب سے ہو کی طرح
 گلِ کارنگ لڑا جاتا ہو۔ دیدہ بینا بینی کو دیکھ لے تو مردمِ چشم کو یا سمن کی کھلی سکر چلی ہو
 خود بین اگر بینی کو دیکھے تو بد بینی چھوڑ دے۔ تبسم پر صبحِ خندان چاک گریبانِ تنگی
 دہن پر غنچہ چاک دامان ہے۔ نازک کلائی و دستِ جانی۔ یہ قدرت کے بنائے ہیں
 نازک کمری پر مضمون کیسے بانڈ ہوں۔ آہو چشم کے دہیان میں میل جیتا ہرن ہو جاتا ہو
 کاکل سے سنبلِ پشیمان ہے تو شریفیدہ دل پریشان۔ زلفِ برمن چستہما کہ نگر
 چکنم روئے ترمی بنیم ہر چند پوری تصویر سے نیم باز آنکھوں کی ساری کیفیت پیدا
 ہارے خاکسار نے آچکا اور اپنا جو فیضِ فوٹو اتارا ہو۔ ذرا آنکھوں سے اس کا بھی خطہ
 ہو۔ آنکھ کی نگاہ میں فتنہ۔ خمار آنکھوں میں ہے۔ مفتوحی نظر میں حسرت اور دم آنکھوں میں

نواب آصف نواز الملک متحدہ صوفیہ صحنہ نام

جیسے سنسی بنائی پرے جانے کو جیسے سفارش کر بیٹھنا علی العموم خاصہ عام و خاصہ

ویسا ہی بلا دیکھے بھاگے اور اب۔ بواقیت واقعہ و شفاعت فی الواقعہ مستثنیٰ
 کا بالتام خواص ہے چونکہ ماہ الامتياز انکانا ممکن تھا لہذا میرے لئے ترک ہی
 اس کا اولیٰ تھا۔ بارے اہل تعرف و معرفت یہ جانتے ہیں نہ وہ جانتے بس اتنا
 جانتے ہیں کہ رشتہ کچھ دباگے کی گمان نہ نہیں ابرہیم کی گرہ ہے۔ ایچے طبع کا
 کیا ذکر یہاں سمجھو در تک نہیں سمجھتا۔ سلجھائے سے اولجتا ہے۔ سید برہان الدین
 شاہ صاحب قادری نسبہ حضرت شاہ عیسیٰ علیہ الرحمۃ چہتیس برس کے رفیق ہیں
 میرے ترک الحاد نہ کرنے پر تارک الرفاقت ہونے کو بالتحقیق ہیں۔ چونکہ
 شاہ صاحب شرافت نبانی کے سوا شرافت نفسانی بھی رکھتے ہیں۔ بنا علیہ نگر
 بیان کو میں حقائق۔ مقدمہ کو حق۔ لڑکے کو مستحق جانکر متعلقہ عرضی آپکی خدمت میں
 باین چند اشتہا ہے کہ آپ حبیب اللہ اس سیم طرفین نظر طرفہ داری ڈالنے کیونکہ
 بد معاملوں سے یہ معاملہ نچوڑ کے حد کو پہنچ گیا ہے۔ ان کا حال تلی تک کا خون
 یون نچوڑ لیا جیسے تلی تل سے تیل نکال لیتا ہوں۔ اچکے نے بے زر کے کیسے سے
 فلس لیا نکال لیا۔ جیسے کوئی فلس ماہی مچھلی سے نکال لیتا ہے۔ مردار خوار
 بلا اندیشہ ماک مال مضمر کر کے دکھار نہیں لیتا۔ او نہیں روٹی مذکور ہو کون باتا
 مدرسے جانے نہیں دیتا ہوں۔ اسلئے کہ ہولے سے بھی اگر مصدر آر وغیدن اس کر
 زبان پر آگیا۔ جسکے امتلائے شکم کا پڑ کے پیٹ سے پاؤں نکالے گا۔ منہ پھٹے گا

ہو کر کوتاہ اندیشی سے زبان درازی کرے گا۔ بے علم رسبے کا تو پیش آنے والی
 کو خط پیشانی جا کر نوحہ خوان نہ ہونگا۔ چونکہ یہ قدرت نے آپ کے ہاتھ میں علمی قوت دی ہے
 آپ کا محکمہ محکمہ کر کے پسر کے عہد کو تبدیل بہ سیر کر سکتا ہے۔ ملخص سخن یہ کہ اس
 مبتلائے رنج و محن کی تنخواہ منصب وغیرہ کا ایسا انتظام کیجئے کہ نظام عالم میں آپ کا
 نام بلند ہو۔ سرانجام انکاسیر انجام ارجمند ہو۔

بنام مخدوم زادہ حضرت شیخ فرید الدین صاحب چشتی عرف فرید مینا
 صاحب دَام برکاتہ

آداب التماس کر نیکیہ سوا کیا گذارش کروں مصرع ہم تو اس جینے کو ہاتھوں مر چلے
 چونکہ آپ نے ہمارے لئے اسحالت کو گوارا فرمایا ہے لہذا الحمد للہ علی کل حال فی
 کل حین عرض کرتا ہوں آئندہ کا مال موٹے جانے۔ بارے گذشتہ احوال کی نسبت
 جالیہ حال بندہ و بادشاہ وغیرہم کا پر ملال ہے آپ بد و عاود غابا ہم فرمائیں
 تاکہ میرے لئے نجات اور دیکھی باعث حیات ہو۔ جواب اب جواب جو خط گذرانا تھا
 کیا اسکے جواب صادر نہ ہوئے کو یہی جواب سمجھوں بے ادبی معاف جیسا نیاز
 نہ پہنچا نا صواب تھا و یا یہی پہنچا عذاب ہو گیا ہے۔ باین نظر کہ الان شطراشہ المات
 ہونیکے ماوراء خط مخالف کے ہاتھ جو جانیکی نگرانی شدید المات ہے۔ فرمائیے
 جہا جزا دمت کی نسبت وصلت کا آخر کار کار آمد نہوا کہ نہیں زیادہ ادا دے۔

ایضاً

پُر فکر و فکر آپ کی فکرِ جربستہ کے وابستہ ہیں کہ مجھ جیسے دل شکستہ کے ٹوٹے بھٹے
 فقرے فقرہ باز و ن کے باعث دل بستگی۔ یہ انجان کیا جانے کہ مخدوم نے خام
 کیا کیا اور بندہ مولیٰ سے کیا بولا۔ تاہم چال باز جا بجا اندازِ قال سے پاجاتا ہے
 کہ محض اہل سے کیونکہ یہ کلام لا کلام ابتدا سے اسی ابتدا کی خبر دیتا ہے جو میرے
 جملہ معترضہ سے پیدا ہے علیحباب کے آستانے پر سر بہ نیاز ہو نیکی سر کو بے سرو پایا
 سمجھ نہیں سکتے۔ لہذا اس سلسلہ سخن کو قطع نہ فرمائیے ورنہ انہیں قصراً اہل سے کوتاہی
 عمل کا حیلہ مل جائیگا یہ بات پر ہاتھ دھرے رہ جائینگے اور بہدستی کا موقع دست بستہ
 نکل جائیگا۔ زیادہ ادب۔

بنام شاہ پور صاحب تعلقدار

آپ کا خط میرے لئے بہارِ سرِ کچھ کم فرخ بخش نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ملاقات۔ میں تو
 اس کو خوش نور روز جانتا ہوں۔ جو شخص نقشِ قدم کی طرح اپنی جائے سے اٹھ نہیں سکتا
 یا مالِ قدوم اجارہ ہوتا ہے اس کی فرصت کا کیا ذکر وہ تو شبانہ روز میرا انتظار ہے
 جامی رہتا ہے آپ تکلیف نہ کیجئے بخود می سے میں خود اچھا و نکلا۔ مجھ خود آپ سے
 نہ ملنے کا تاسف ہے۔ بہلا میرا بے چین دل مجھ کو بے چین لینے دیتا ہے پر کیا کیجئے جو
 بیمار ہے کیجئے بگی کو پہنچ نہیں سکتا ہے اس کشمکش سے متوقف ہوں۔ انشاء اللہ

وقت ہوا خوری ہوا خواہی سے نہ گذر جاؤنگا۔

بنام احمد علیخان ہستم زین خانہ حضور پر نور

اجی صاحب تم کیا غائب ہوئے کہ ہم غائب غلبہ ہو گئے۔ یعنی اس نارسا کی رسائی کا واسطہ جو خواجہ صاحب تک کا تھا وہ تو بلا واسطہ رہ گیا۔ **و اما** ماذنِ راحت یائے دگرانست پائے آبلہ مانیز بجائے نرسیدیم پڑھاری دوری تمھاری حضور کا غالباً وسیلہ ہوئی ہنی ہوگی وجہ کیا تمھارا مقرر انکے مستقر سے اتصال رکھتا ہے کہیئے تو بہلائی سے نہ سہی بُرائی سے ہی سہی بارے کچھ ہمارا بھی ذکر بسبیلِ تذکرہ آیا تھا۔ گو ہم اپنے کو بھولے ہوئے ہیں مگر انکا مذکور فرایا دہے بہلا بھولے سحر بھی وہ ہمیں کہی یاد کرتے ہیں۔ اے ہے ہم تو کام کی بات بھول ہی گئے تھے ہلو کو یاد آگئی۔ ہماری برکات کو آپ جانتے ہی ہو گیا یاد کیجئے۔ لانا تو ہاتھ۔ لیجئے ہم تمہیں باتوں باتوں میں پھیر بنائے دیتے ہیں اگر منطوق ہو تو خواجہ صاحب کو بعد نیا روز میرا پیام بھونچا دیجئے۔

بنام منشی فیاض الدین عامل جاگیرات

آپکا خط مع ہدیہ نہیں بھونچکر سرور الوقت کیا۔ بے دودون نہاؤ۔ پوتون پہلو۔ مثل ہے (غم نداری بُرنجر) چہ جائیکہ نہیں۔ سوا اسکے میرا سن دودینے کا نہ حلوہ کھانکے دن ہیں۔ زبدہ مطلب یوں ہے بہان گائے کے حلیب کا صفت

ہونے کی وجہ سے یہ بلا مصرف تھی لہذا نواب کو دیدی تمہارے سفارشی خط کے چاہئے
 نے مجھے بیدار کیا وجہ کیا برا درم نواب محمد عظیم الدین خان صاحب بہادر اگر باغش
 تمہیں شیخ پیر نے سمجھیں تو کیا شیخ نجدی بھی نہ سمجھیں گے۔ براہم ضرورت ہو تو یہی
 خط گذران دینا پانچون گھی مین اور سرکڑا ہی مین کر دیکھا۔

بنام نواب محی الدین علی خان تعلقدار

مین اللہ جل جلالہ سے ملتی ہوں کہ تمہیں دائمی صحت جسمانی و سلامت نفسانی با ترقی
 جاودانی نصیب ہو۔ دو ہفتے سے میرا مزاج جاوہ اعتدال سے متجاوڑ تھا اب ایک
 گونہ معتدل ہے لہذا تمہارے کتبہ کے جواب کا کاتب ہوں میرا جانا جیسا باکا رہتا
 ویسا آنا بیکار ہوا اس لئے کہ تم نہ آئے۔ افسوس وقت جاتا رہا اور تاسف رہ گیا
 حالت موجودہ ایسی بیکار ہے نہ کار آمد دنیا نے مفید عقوبتی ہے۔ یہ بات نہ پافتن
 نہ یارامان دن۔ البتہ اس دین تعلقات کا بلا تعلقی دورہ تمہارا سرکار کے لئے کسیر
 رعابا کے واسطے کمی ہے۔ عادت سے تزاوا دقات سے زیادہ عہدہ دار کا
 مایعق بہا مین فرہنا لاریب مستعدی کی محبت۔ بلاریب جفاکشی کی بے حجت دلیل ہے
 تیسرے سالانہ امتحان کے درجہ اولی مین پاس ہونیکا پاس رکھنا یقیناً بالاولی ملکہ اور
 علیا کا سارٹیفکیٹ ہوگا۔

خان بہادر محمد صدیق صاحب انجیر کے فرزند کی تعزیت مین

حاضر و غائب میں مخلص خاصین کو خوش و گھبرائے خوش۔ سروری سسکے پر مسرت۔
 ہوتے ہیں جب نادیدنی و ناشیدنی دیکھتے سنتے ہیں چشم و گوش و بال ہو جاتے ہیں
 مولوی صاحب کی ہوش ربا اطلاع سے میرے حواس خمہ گز۔ میں حیرت میں آ گیا۔
 ہائے اس گلغزار کی پیاری صورت بڑے ساقی نگاہوں میں پھر رہا ہے تعزیت نامہ
 لکھوں کیسے۔ زگر سین چشم کے خیال میں قلم زگر کس کا قلم ہوا جاتا ہے و احسرتا جس
 امید سے بہتری توقعات وابستہ تھیں وہ والدین کی وابستگی کا پاس نہ کر کے دل
 شکستگی سے بے بسی میں چل بسا۔ چارچمن عالم سے وہ نہ ہال کیا گذر گیا چاہنے
 والوں کو پا کمال کر گیا۔ اوس شگوفہ گلشن و ان کی روح خار سے اُچھ کے گل وضو
 تو ہو گئی پر چاہنے والوں کی آنکھوں میں کھٹک۔ دلیں خلش تا برگ رہ گئی۔ نور العین
 دیکھتے دکھاتے طرفۃ العین میں نظروں سے اوجھل ہو جانا پس ماند و نکی رہ گزریں
 کانٹے بچھ جانا ہے۔ مہیات پر میں کانٹے کا لگنا اور سن سے جاننا نکل جانا
 وار و فی بخت کا اٹسا سانحہ ہے۔ باغبانِ نیرنگی عجیب شگوفے کہلا کے خار کھلاتا کر
 جس سے ہر شخص آتش فراق میں آنسو پیکے رہ جاتا ہر گاہ مضموم کے دہیا۔
 میری جان لیون پر آتی کلیجہ منہ کو آتا ہر تو آپ کو کس منہ سے کہوں کہ دل کو تھلا
 طبیعت کو سنبھالے۔ مگر کیجئے کیا قلب مانے کہ نہ مانے۔ آنسو رکن کہ نہ رکن
 بہر کیف صبر بلا اختیار اختیار فرمائے تاکہ اللہ تعالیٰ اس دکھ کے بالخصوص

بچو نکا سگھ آکھو دکھائے ہمیں سناکے۔

بنام محمد اکرام الدین جان صاحب بہادر تعلقدار

جو شخص مکتوب کے نہ آنے پر بھی صابر ہو وہ کتاب کے آنے پر کیوں شاکر نہ ہو۔
بارے وقت یہ تھی حرف دوئی تھانہ نظر متغائر تھی۔ سپردِ کینہ یہ تھا کہ ایک وح
دو قالب نے قلبِ اقبال و پیکرِ بیجان یعنی (تاریخِ خلفاء) میں جان کیونکر بچو گئی
انکے رنگ کیسے آبِ کا ڈھنگ کیسا ہی۔ لہذا از اول تا آخر حرف بحرف دیکھ کر شکر
بدیہ گزارش کرتا ہوں۔ بارک اللہ مرحوم نے جس کام کو آغاز کیا تھا اسکو کامیابی سے
انجام دینا آپ ہی کا کام تھا۔ اس اچھے واقعات کو اس سلاست سے سلجھایا ہے
کہ سلسلہ بیان اپنا آپ ہی نظیر ہو گیا ہے۔ گویا سمندر کو زمین بھر دیا ہے
حق تو یوں ہے بس شیخ کے نظار میں سیحائی کا جلوہ ہے (اگر پر رن تو اندر پیغام
آگند) کی مثل کو آپ نے سچ مچ کر دکھایا ہے۔

نیم سہل کجی فرمائش سے قاتل کے نام

مصع ہم شہیدا و رنگ تم لانے لگے: خطا معاف یہ خونِ شہید ہے ضرور
رنگ لایگا۔ شفق بنکے گرد و نپر نہ رہ جائیگا۔ خونِ رُ لایگا۔ سر سون پھولنا سنا
ہوگا۔ دیکھ لیجئے آنکھوں میں شفق پھولنا دکھ لایگا۔ خونِ عاشق و امنگیر ہے چھٹنا
خامی چھٹنا خام خیالی ہے۔ ہے بے ثبات وہ الفت جو رنگ بست نہ ہو

جو چھوٹے دامنِ قاتل سے پہر لہو کیا ہے پڑا دس چائے کے چلن کا کیا کہنا جو حال
 مارے ٹھوکر سے جلائے۔ کرشمون سے سیکو رلائے کس کو منہ سائے۔
 تمہارے آئینہ طلعتی۔ یوسف کو آئینہ دکھاتی ہے۔ سکندر طالعون کو شمشیر
 ہر آئینہ بناتی ہے یہ تمہاری ہی تو جلو میں جو روئی کے ہاتھوں سر بازار بک رہا ہوں
 سوائی ہو کے بے سود سودا ہو رہا ہوں۔ اوشیرین ادا تمہارے شکرین لب کہ
 یاد میں گھل رہا ہوں۔ اوطح تمہاری ترش روئی سے زندگانی تلخ ہے گو
 دم لبو نہر ہے پڑنا کامی سے ہونٹ چبا کے رہ جاتا ہوں۔ زلال وصال کی
 تنہا زبانِ خار پر لگاتی ہے۔ تشنگی مواصلت نے زبان پر کانٹے ٹھنڈے میں چھپ
 لب پر تنجالے ڈالے ہیں۔ آپ کا جبا جبا کے باتیں کرنا گو قندِ مکر کو پہیکا کئے
 دیتا ہے۔ مگرستم یہ ہے کہ حرفِ مطلب دل سے زبان پر نہیں آتا۔ ہر ہے
 محبت برباد ہونے پر سخت خاک نہ اڑائے تو کیا کرے۔ کیون جی نہ جلے او
 دل میں آگ نہ لگے۔ دیکھتے دکھاتے امید و نہر جب پانی پہر جائے کیسے ونا
 نہ آئے۔ دل خون ہو کے آنکھوں سے نہ بھجائے پانی میں آگ لگنا۔ برسات میں
 گھر جلتا اس کو کہتے ہیں شہر ہم سینہ شد پُراش دہم دیدہ شد پُراش پڑا آب
 آتش است درون و برون من پڑا پکے خالی خالی گر میان اور ہماری ٹہنڈی
 آہیں بھی یادگارِ زمانہ ہیں۔ مصرع تم سلامت رہو قیامت تک۔

مولوی خواجہ محمد جان صاحب تعلقہ دارکنام

اخلاص نامہ نے جس کا ہر جملہ سچی محبت کا شاہد تھا۔ بالکل آنکھوں کو نور دل کو سرور بخشا
 اپنے پیچیر کے سوانح عمری کے پوٹیل سوانحات کو زاید الوصف معنون میں کیا
 دہرایا ہے درحقیقت اپنے اوصاف بتلایا ہر دور نہ مجھ جیسے لاشے کی زندگی
 ناچیز کیا جو سوانح عمری کوئی چیز ہو۔ حق تو یوں ہے کہ حق تو یوں ہے کہ حق پسندی
 آپ ہی کیلئے ہے کہے ناتوان میں نے تو کتب کو لاف۔ تصویر کی ثابت پر داغ
 جاہت۔ نسب نامہ پر اظہارِ انانیت۔ بیانِ واقعات پر تعلی کی علت۔ مشہور
 گوئی کو کم اندیشی میں جدت تصور کیا ہے۔ آپ نے بچوں کی حالت دریافت کی۔
 ارے صاحب ہندوستان نو جوان کا عجالتاً یورپ سے واپس آنا عجائبات
 سمجھیے گا۔ تحلف یہ ہے کہ نواب دارالہمام بہادر کی صلاح بڑے صاحب کی شکر
 ہی لہذا میں دم بخود ہوں۔ مجد اللہ تعالیٰ آتی ہوئے۔ بی لانی والے نہ ہوئے
 چھوٹے صاحب نے میٹرک پاس کیا۔ مگر فوجی خیالات اسکے کچھ ایسے بڑے ہوئے
 ہیں کہ اونکار و کنا و شوار ہے۔ ناگزیر میں نے انکو اسکے خیال پر چھوڑ دیا۔
 اب وہ فوجی اٹا رچی ہیں۔

ایضاً

ابو ہو ہو کسی آتش زبان نے کیا ہی دیوان و ہار شعلہ کہا ہی شہرے نہ دینا

اب تو بیدار دی ہے تجھ کو ساقیانہ ابتدا جاڑے کی ہے اور انتہا برسات کی :
 آپ کی سنگ دلی پر رحمت خدا کی۔ کالی کالی گھونگر والی بادل۔ متوالی گٹنا میں چھوٹی
 بوئی آئیں۔ جھولے پر پر بیان کاٹیں۔ اور ہم ترس ترس کے رہ جائیں دینا
 بارش کے جھڑی میرے اشکوئی لڑی۔ حسرتوں نے آپ کے گلے کے ہار میں تپ
 طرہ یہ کہ آپ ہم ہی پر لگے تار برس پڑیں۔ قہر کی نگاہ میں جدی بجلی گرائیں بہشتیوں
 کے دیوئیں اڑ گئے۔ دلِ عاشق بھن کے کیا ہو گئے۔ اور آپ ہیں کہ مڑ
 لے رہے ہیں۔ بکین بھلیں اورین کاگ۔ اپنی اپنی ڈفلی اپنے اپنے راگ
 کی ٹھہرائے ہیں۔ دیکھیے ہمیں بھولنا آجکی بھول ہے۔ ہمسے اڑنا آپ کی چونک
 یاد رہے ان بھول بھلیوں کی سند نہیں۔ خط کا جواب دیر سے بھیجنے کو کہیں میرے
 سہو کا خیال نہ کرنا وہم سے بدگمان نہ ہونا جیسے آپ کا تصور دلیں تصویر انکھن
 جائے گیر ہر میں خود اپنی خودی میں نہیں ہوں پیچی سے اپنی نگاہ میں آپ ٹا ہوا ہوں تو
 دل رفتگون کی چلن۔ اور رفتگون کی چالیں میں کہ عدا عتاب خطاب کے مستحق نہیں
 اور آپ کشیدہ خاطر یسے جی کھول کے گلے شکوے کریں اور ہم دل بہر کے مڑ
 اٹھائیں اور احباب یوں پتہ تیان اڑائیں ۵ ارے میان فیض کیا کہنے گھر
 ہو : ضم کی گالیاں کھاتے کھڑے ہو : اور سچ جو چوتھو اینجانب مستوجب
 عقوبت نہیں ہو۔ جب کیا کہ مٹر محمود جان کو پارسل کر کے بیزنگ پذیر عہ ڈاک یاد رکھ

کارٹ بھیج دیا ہر چندانکہ جمال سے مین نے تو انکھیں سکیں جس سے دل بہرا تو نہیں۔
 صرف کس قدر ٹھنڈا ہوا۔ لیکن آپ جانئے وہ تو کمال کی جان میں نہیں معلوم
 وہ (ہٹ) دیا ہوا چہرہ پر نور چشم بدور آپ کی نگاہ میں کیسے کچھ کھب جائیگا۔
 افسوس مجھ کو عجائبات کی بجلا ہٹ میں شبیہ لینے کا وقت نہ ملا غالباً آپ کو طیگا
 ضرور بربر موقع فوٹو لیکے شیشہ توڑنا تاکہ اسباب خود بینی شکست ہو جائے۔
 نیرنگی زمانہ کو دیکھیے اور ہمارے پیارے صاحب کے رنگ لانے کو بھی دیکھیے
 گرگٹ کی طرح رنگ بدل کے آفتاب پرستون تک کو دنگ کر دیا ہے۔

ایضاً

میں نہیں جانتا کہ کس نام سے آپ کو یا محبت نامہ کو مخاطب کروں۔ وجہ کیا
 جسکی ذات فضائل میں مطلق ہوا اسکے محامد مقید محبت و ولا سے کیونکر ہوں
 مانا آپ کی لطافت طبع کا مقتضی یہی تھا اور یہ کہ ناچیز سوانح عمری کو چہرہ بنا میں
 مگر اسکو اعجاز کہوں یا جادو کہ بات کی بات میں اپنے ذرہ کو آفتاب قطرہ کو
 سمندر نظر و نسے گرے ہوئے یا نیکی گوہر یا آب کوثر جو کر دیا۔ واللہ ہے
 سحر حلال اسکی کہنا چاہیے۔ ہر چند میں تو وہی کا وہی رہا لیکن آپ نے
 مجھ کو اپنا ایسا شید کر لیا کہ مجال سخن نہیں۔ گویا منہ میں زبان نہیں۔ واہ
 مشفق آپ کا کیا کہنا آپ آخر مولانا مثنوی غلام غوث خان بہادر نووالہ قدر

سلمہ کہنے پر تیر کے بجانجے ہی ہیں نا۔ اُنھوں نے بھی اپنی مزید نوازش سے
ایسے ہی الفاظ سے اعزاز بخشا ہے۔

نواب صدیقی یا جنگ معتمد دارالانشائی سرکار عالی کے نام
قطعہ صیاد ازل کہ دانہ در دام نہاد و مرغے بگرفت و آدش نام نہاد
ہر نیک و بدی کہ بگذر و در عالم تو خود میکند و بہانہ بر عام نہاد
فاحل حقیقی خود ہی کار سازی کرے اور اوس کا ذریعہ ہمیں بنا کر مفت میں حاجت وا و
نیک نام کرے فرمائے تو اس سے بڑھ کر کونسی منت ہوگی جس کا شکریہ سجا لائیں۔ اس
اجال کی تفصیل یوں ہے کہ یہ بزرگ بانی از انکی خدمت بے نیاز میں حاضر ہوئیں۔ غرض عرض لیجئے۔
مشروہ سناؤ کہ میرے شناسا ہیں۔ اور میں اسل دنیا سے نا شناسا۔ یُسنتے نہیں اپنی
سُناتے ہیں نہ سنو تو باتیں سُناتے ہیں۔ حتیٰ تعالیٰ نے آپکو ہم تن گوش حاجت
نیوش کیا ہے۔ اسلج بس وکس کے مقدسے کی دیکھ بھال کر لیجئے۔ ہر چند آپکی
شان مجھ جیسے بے نشانگی وضع اور وضع داری کے خلاف ہے جو آپسے کہوں کہ
میر ہی خاطر سے انکی خاطر داشت کیجئے کیونکہ خالق نے آپکا خلق ہی بخلق کیا ہے
یہ شاہ صاحب سید قادری ہیں پرو پرزادے ہیں مگر سجد اللہ پیرنا بالغ نہیں
با اینہم حکم فضائل کے پوٹ کہنی چلا بیٹے۔ بس یہی ایک عیب رکھتے ہیں کہ میرے
سپارشی ہیں لیکن انسانِ احسن کرتے و چھ پرے کی پہچان نہیں کرتے ہیں۔

میری صدق دلی تصدیق کرتی ہے کہ مشفق صدیق کے یہاں درج قبولیز کو ہند کر
 باین لحاظ وعدہ و ایفا کا انتظار بیکار جان کر چاہتا تھا کہ سر دست شکر یہ بھی کہہ دوں
 تاکہ آپ کو دوبارہ چٹھی کے ملاحظہ کی تکلیف نہ ہو اور تکلف شکر ہی ادا ہو لیکن نیا
 داغ از جانبین کہے دیتا ہوں کہ شکر خالف کچھتی ہی نہیں بلکہ مستلزم دوتی ہے۔

نواب خورشید الملک کے نام

شعر آفتِ رند و پار ساشدہ چشم بد و در خوش ادا شدہ
 ساقی گوثر کی قسم مدت ہوئی مستِ شراب نہیں۔ مستِ ساقی ہوں۔ لب
 لعل کی سو گند اس منہ چڑھی گو اگر منہ لگایا ہو تو دل عدو کہا یا ہو۔ خون جگر
 پیا ہو۔ اس ستم ایجا دلگا وٹ باز سے زاہد کا زہد متقی کا اتقا باز آیا ہے۔
 اسلئے تو در تو یہ باز ہے جنت کی نعمت تک اس دم باز کے ہمساز ہے۔
 یہی تو بات ہے جو مرد و عالم نہاں و آشکار می کا پرستار ہے۔ اس فصل گل
 و جوش مل میں شیشہ قل قل کہتا صلابیل دیتا۔ گویا ارباب نشاط کو لیتا آیا۔
 میں حیران کہ یہ تو بہ شکن سامان کیا ہے۔ ہمانی کسکی میزبان کیا ہے۔ گونیدہ نے
 کہا کہ بہادر علی گویا۔ اور نعل جان گائین ملازم نواب خورشید الملک بہادر
 کے میں مجرے کیلئے حاضر ہیں۔ تب میں سمجھا کہ ہاں جب ہی تو یہ آب و تاب ہے
 بہادر۔ (بے بہادر) اگر خفاش طلعت کالے دیو کی صورت۔ جلے گلے کی رنگت

کہنے والا ہر مگر سیرت جو دیکھو نیل پری بلکہ پری چم اے ہر اس کتھک کے لوند کی
 نخرے تل لایق دیدہ بین وجہ کیا کہ ایسے دیدہ بین نہ شیند۔ کمان ابرو۔ تیرنگا
 اگر نہیں نہو۔ مرثی بہالہ چار کھانی قوس تو ہی کو غنچہ دہن نہیں ہے دہانہ چاہ
 تو ہے سبب زرخندان نہ سہی جامن ہی سہی۔ اے واہ کتنا منکین چہرہ ہے
 بلاریب اسکو عثمان نہ کھنا قصور ہوگا۔ اول تو میں مغلیان کے نام سے کہیٹا۔ میں
 یہ جھاکار اس تم شعار کا ہوتا تو نہیں۔ معلوم ہوا وہ نہیں زندگی ہی چونکہ
 ہمنام قتال ہے بالضرور قاتل عشاق ہے اس دور و وار میں وہاں شراب
 دور۔ یہاں سرگرافی۔ وہاں نشہ۔ یہاں خمار۔ وہاں شغل بادہ ارغوانی۔
 یہاں رنگ زرد چہرہ زعفرانی۔ وہاں می ناب سے لبالب پیالہ بلور۔ یہاں
 مینائی دل چور چور۔ وہاں عیش میں سور و سرور۔ یہاں حسرتوں سے جان نچور
 سینہ تنور۔ اہی جناب میں غل نہیں منج بچہ ہر حسن میں یوسف۔ شوخی میں رینخا
 سراپا ناز و نازک ادا ہر اہو ہو ہو۔ کتنی پیاری طوائف ہی شیریں گفتار
 منکین چہرہ۔ لب شکر بار آنگین مست۔ نگاہ سرشار۔ شرارت سے شر بار۔
 چلبلاہٹ سے بقرار۔ زبان سے دلدار۔ دل عیار۔ سراپا کلعذار۔ مگر گلنا
 نظر حانستان نگاہ رہن ایمان۔ چہرہ نور کا نقشہ حور کا۔ جلوہ طور کا
 سیر و سدا ہو گی جب اس مہر کو کا بدراٹھا یسویں کو لا محالہ ہو گا یعنی ماہ

چار دہم کے طلوع سے ہلال ابرو کا سلخ ہو کے خانہ ہمہ آفتاب ہو جائے گا۔
 اسلئے کہ وہ روز نور و زآ کی بازگشت اور عروس کے ادخال بیت الشرف کا دن ہوگا
 دوست کے کہنے سے محب کے نام

شہر تمہارے واسطے دل سے مکان کوئی نہیں بہتر جو آنکھوں میں نہیں رکھوں تو
 ڈرتا ہوں نظر ہوگی نہ تم گلے کرتے ہو کہ خبر نہیں ہوتی۔ مگر خدا یاد رہے کہ
 تمہاری ہی یاد میں از خود فراموش ہوں بحدیکہ اپنا احوال تک مجھ کو نامعلوم ہے۔
 اس جو پرستم یہ ہے کہ تمہارا شر سے نہ شرمانا مجھے شرمسار کرتا ہے۔ اللہ اللہ
 آجکل تو آپ الفت کی رسم و راہ کے سالک ہیں۔ تب ہی تو ہم آپ کے یوں مسکوں
 ہیں۔ تمہارے بغیر ہمیں چین نہیں کیا ہے ہمارے بھی آپ کو آرام نہیں
 ہم اور تم زبانِ قلم باہم دگر کیا ہم کلام ہوئے۔ میرا سر قلم۔ خونِ جگر سیاہ
 دل شکاف ہو گیا۔ تاہم شوق وصال و موصلت میں دل سے دل اس حال
 ہے۔ جیسے وصلی۔ کیوں صاحبِ بچڑے ہوؤں کے خط ایسے ہی روکے
 پہلے دوا نگل کے پرچے ہوتے ہیں۔ ایسے پہنچنے سے نہ بھیجا اولیٰ ہوتا ہے
 ابھی شکوے نہیں کرتا پوچھتا ہوں شکایت کی حکایت بیان کروں یا نہ کروں
 اگر کروں تو کیا کروں شفقت سے خط لکھنے کی مشقت تم اوٹھاؤ تو حظ ہمیں آئے
 جیسا کہ میرا جگر کباب ہوئی ہے مزہ تمہیں آتا ہے۔ مرا سہل ایسا ہو گیا مگر

ہو رہا ہے۔ قلم کی زبان سے بائیں ہو رہی ہیں۔ ہجر میں وصال کے فرے آجاتی ہیں جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہوا۔ اس میں بسر ہو سکا نام عیش ہے۔ لطف زندگی اسی شوق کا ہمنام ہے۔ جلد جلد تصاویر (یعنی الہم) مع محبت نامہ بھیجے۔ تاکہ حسن احسان و وبال ہو۔ جیسا ہمارے ناز و انداز کا نرالا رنگ ہو یا ہی ہمارا حقیقی عاشقی کا بھی اور ہی ڈھنگ ہے۔ جیسے مرتے ہیں اور سکو مار رہتے ہیں شکر میں اب شیریں جانے سے دل ملاتے ہیں۔ رسیلی بگم پر جان نہیں دیتے نوش نوش کی مثل انہی پر پہنچتی ہے جو نا کسی سے مگس وار نہیں جاتے ہیں شعریار کی خنجر ہی ازار کو دیکھو پڑا ہوا لہوس جو تھے شہید ہوئے پڑے یہ جان بوجھ کے اُن سے بدگمانیاں۔ واللہ یہ آپ کے الہام نہیں اور ہم ہیں۔ میں روغلو نہیں ہوں بازی میری خون نہیں۔ ہم اس لاگ لگاؤ کے آدمی ہی نہیں پر کیا کیجئے کہ تم میں آدمیت ہی نہیں۔ تم جیسے بیدار کی بیدار دی سے دردمند ہونا بیدار ہے۔ یہ ہمارا ہی دل گردہ ہے کہ درد کے ہمدرد میں ہی ہماری مزدی ہے۔ تمہاری سخت دلی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کچھ عجیب تہر کا کلیجہ ہے کہ پسینا ہی نہیں۔ خالی خالی دلدار کی رگ جان میں نشتر۔ روح کو ٹھیس لگاتی ہے۔ جس کا تڑپنا بسمل کا سا حالت نیم جان کی سی ہو۔ اور سخت جانی پر ایسی رنگ گانی خود گواہ ہوا و سکی عافیت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ دیکھئے میرا دنیا آپ کے آنے یا بلا نے پر موقوف ہے شمشیر

چمکے پنجے ٹھیک نہیں۔ ستر روزہ زندگی میں ایک دن تو چین لینے دو۔
 حسب حال فی الحال غزل بھیجا ہوں۔ میرے پیارے۔ پیارے سرون میں
 گائے جیسے اشتیاق میں ہم گوش برآواز ٹیلیفون لگائے۔ آسن جائے
 بیٹھے ہیں۔ جنک خمیا نہ جہان میں۔ شراب میں کیف۔ کیف میں سستی ہو۔ تمہارا
 وجود سراسر عالم کی بستی بستی رہے۔

حاجی نواب متہور جنگ کے نام

نجات و رگیم آئیں۔ پیام نسبت لائیں۔ میں اس تقدیم کی دل سے قدر کرتا
 مقدم مقدمہ شکر یہ کو گردانتا ہوں۔ مجھے چند امنت ہر جیسی صاحبزادی آپ کی
 بہت سچی ہے ویسا ہی محمود علیخان کو بہت سچی سمجھئے گا۔ کیونکہ میں آپ کو اور نواب متہور
 کو انسانیت کی دو آنکھیں جانتا اور ایک ہی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ نجات و رگیم
 آپ کے شرائط کی خواستگار ہوئیں جس سے مجھ کو نہایت ہی استعجاب ہوا۔
 میں محی الدین علیخان کو اگر روح سمجھتا ہوں تو محمود علیخان کو جان جانتا ہوں
 جو تلفظ و الفاظ میں مختلف اور معنی میں ایک ہیں۔ میں جہیز و غیرہ تک فراخ
 حوصلہ نہیں چاہتا ایسے دنی خنالات اور فانی لوگوں کے ہوتے ہیں آپ لاکھ میں
 فدا دی کر دین خواہ پیش ہزار میں وہ تو آپ کی صاحبزادی کا مال ہے۔ اور
 آپ حضرات کا مال منجملہ شرائط کے یہ بھی مشروط کرتی تھیں کہ صاحبزادہ کو خوش

رکھیں۔ اغیرہ وغیرہ سے احتراز کریں۔ کیا خوب امی خباب انگریزی تعلیم
 یافتہ اور لیڈی آزادہ ایسی تو انکی سرشت ہی نہیں۔ بلکہ کمسرور رکھے خوش رہنا
 مخصوص سرشت ہے۔

ایک کے کہنے پر دوسرے کے نام سے

کہتے ہیں تم اپنے کو صدیقی کہتے ہو اور صدیقیت کی صداقت پر جدمرحوم کے
 پیر میں نشان گزیدگی مارتلاتے ہو۔ ہر چند تم نے ہر بات میں ترقی کی ہے جیسے
 مولوی سے (ملا) اور صوفی سے (ٹھیا سو فیٹ) تو کیا اب نسب میں بھی ترقی
 کرنا انسب جانتے ہو شیخوخت کے لحاظ سے صدیقی کہلانا۔ مشائخی کے پاس
 سے نقشبندی بننا آسان۔ پر نقشبند ہونا پیر کے نشان کا مضمون جہنم و سوار
 اس مقام میں پیر کے پیر کے نیچے سے زمین نکلی جاتی ہے۔ مبادا کہیں بے پروا
 دعوے کا مال نام کو نقش کف پا کی طرح مٹا نہ دے۔ اولاد حضرت ابو بکر صدیق
 کے پاؤں میں نشانی۔ آل رسول صادق کی بے نشانی نام خدا۔ شان خدا
 و لو فرخنا اگر تھا تو اب مرحوم کے نبہ و نسبہ کے پاؤں میں نہ ہونا لاریب
 اپنے ہاتھوں اپنے پیر پر کو لہاڑی مارنا ہی کہ نہیں۔ بہر حال اگر جدت ہی
 ملحوظ خاطر ہے بلحاظ جدات فاسدہ سید کھلاؤ تو بھلے سے بھلا ہے۔
 راجہ شیوراج بہاؤردہرم و نت کے نام نامہ

نوبن کو گیاروین شریف کی دعوت کا رقعہ بھونچا پر نارسا آپ تک پہنچ نہ سکا
 نیازات ادا کی نذر کے اغراض سے ہوتی ہیں یا بغرض ایصالِ ثواب بہرہ
 اس کے انیکے کھانیکا استحقاق محی کو ہے نہ غیر مستحق کو (میری مراد جلی و علما
 و مشائخین سے ان حضرات کی نہیں ہے جو دنیا داری میں دنیا داروں سے
 تامل میں متوطن سے بڑے ہوئے ہیں) جب کھانیکی سبیل یہ ٹھہری تو اہل دنیا کا
 مدعو ہونا کیونکر جائز ٹھہرا۔ چونکہ اعمالِ نیت سے متعلق ہیں اور آپ کی نیت بخیر تو
 نیکنامی آپ کے حصہ میں آگئی۔ گت تو انکی بیگی جو مستحقین کا حق بلا استحقاق اور
 دیتے ہیں۔ یہ اصول نہ صرف شائع اسلام کے ہیں بلکہ آپ کے شاستر وغیرہ
 بھی یہی مستفاد ہیں۔ چہٹی شریف میں نواب مدارالمہام بہادر نے مجھے مدعو فرمایا
 تھا مگر میں نے کھانا نہیں کھایا۔ اور سید رکن الدین صاحب ایڈیکانگ سے سنی
 یہی تقریر کی جو تحریر کر رہا ہوں۔ اہل دول کی دعوت تہوار و جشن و تقریب
 میں ہونی احسن ہے نہ کہ طعامِ حسنات میں سخن۔

نواب وقار الملک ریونیو سکریٹری کے نام

آج یورپی نوروز ہے اور مجھ کو آپ کی بہو میرزا احمد سے ملاقات ہجرت معرفت
 اسلئے ملنے آپ کی خدمت میں میوہ بھیجا ہے۔ تاکہ آپ موصوفہ کو بھیج دیں۔
 ویسی میوہ مٹھائی کا اسوا سٹے بھیجا گیا جس سے میرزا احمد معلوم کریں کہ یہ ایسے

مخلص کا مرسلہ ہر چہین خستہ چھلکہ نہیں ہے۔ روز روز عید شب شب برات ہو

تھر رہا نیاز ایک بے نیاز کے نام

شعرے سر مراد نشہ ہے گیس و سیاہ کو، یک گو نہ بخودی مجھے دنات جا

ایں جانب تمہارا پیالہ پیکے بنت العنب کی پیالی بیٹے گا۔ تمہاری بیعت کر کے
غیر کے ہاتھوں بک جائیگا۔ تمہارا دستگیر بچیہ کا دستگیر ہوگا۔ تمہارا دامگیر
اور کارگیر بان گیر ہوگا۔ حاشا نہیں کلا نہیں۔ یہاں آسے انبوا دام کو لٹا۔

سبھا ہے جسکو استفہام میں میرا فہم کیسا فہیمو کے افہام تک قاصر ہیں۔ اپنی
پندار میں خطا میرا قصور نہیں اسے قصر حنت میں بھی میری منظور نظر جو نہیں

بہلا چین و لکوجب بے تمہارے آرام نہ ہو۔ رام لیلہ کیونکر دلا رام ہو۔ سلم

اس سے رم کرتے۔ ہنود رام رام کر آتے ہیں۔ او مہ رو تو کہہ رہے

میری آنکھوں میں نوچندی کے میلے کا جھیلہ جلوہ گر ہے۔ میرے کہن کا باور نہیں

نہیں اگر ہے مصرع آؤ بیٹھو میری آنکھوں میں تماشا دیکھو، محبت گواہ ہے

مردم دیدہ شاہد ہیں۔ شیدا کے دل میں تم ایسے سمائے ہو کہ دوسرا

لگا ہونہیں بہتر تا ہی نہیں دیکھئے بے دیکھے بھالے بھولے پن سے غلط پر

آنکھیں نہ نکالئے۔ سنے سنی سنائی پر گوش بر آواز کو۔ لام۔ کاف۔ نہ سنا

تمہیں اصحاب کبف کا واسطہ ہو۔ سگ دربان سے ذرا پوچھئے تو۔ یہ کیوں

بیواسطہ کئے کی طرح کاٹے کھاتا ہے۔ لیل النور میں کتنا شور مچاتا ہے۔ لعجب
یہ شبِ دیجور میں بطرح بھونکتا ہے کیجئے کیا بے ڈے کیا چارہ ہے مصنع
وہنِ سگ بہ لقمہ و خستہ بہ ہر آئینہ اولیٰ ہے۔

مخدوم زادہ کے نام نامہ

قربانت شوم۔ بقرعید آئی پر آپ کی آمد آمد کی نوید نہ آئی۔ بنوائی کا بھلا
اندون عید کیا تو خیر سلا ہی بس آپکا آنا ہی جلسہ سعید ہے ورنہ صلائے عید
وعید ہی۔ منظر خانہ بے پردہ۔ خس خانہ خستہ۔ خانہ باغ آراستہ نہ پیراستہ
لہذا سے تمہارے واسطے دل سے مکان کوئی نہیں بہتر جو آنکھوں میں نہیں
رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی؟ آپکو اس پیچیز کے سر کی قسم قدم نہ فرما
چشم منتظر کو درشن کرو ایسے۔ دل مضطر کو اپنا شیمین ٹہیرا ہے۔

بنام نواب محمد عسکر شیخ بعلقہ قدر

الحمد لله على نهائيه والاكمله طرفين کی صحت و عافیت جانبین پر لایح ہو۔
تمہاری چٹھی اور اخبار آمد مڑتا بعد آخری بھونچیں۔ اسلئے ادائی جواب
کی زبٹ نہ بھونچی۔ بسکہ پیو دیم را و انتظار بہ آبلہ افتاد و دریائے نظر
بالآخر دولت منزل سے صدائے بازگشت گویا صداع منتظر ہوئی یعنی پشیمانی
غلط تھی۔ پستی مقدمہ میں مغالطہ تھا۔ قصہ مختصر سید محی الدنیا جیب کی طول و

کما طویل نتیجہ یہ نکلا۔ محصل کا محصل تحصیل لا محصل ٹھہرا۔ مسٹر فابن پٹیہا نے
 دعویٰ کے ڈر سے خط کا جواب نہ دیا ہفتے میں واپسی محصل کا زبانی وعدہ کیا
 جب فردا قیامت ہو تو ہفتہ البتہ قیامت بر قیامت۔ یوم الحساب ایسے وعدے کی
 مدت ہو۔ یہاں ابر گبیر۔ گہرا پڑا ہوا اُنی طوفان ہوا۔ شبنم بر اوس پڑی عقل
 پر بالا پڑا ہے۔ جہلا آب حیات کی تمنا میں آنسو پیئے۔ سفہا صفحہ بہتی سے
 مٹے جاتے ہیں۔

بنام احمد حسین صاحب

سر نوشت انگریزی کے دہو کے میں۔ میری انجانی۔ جاننے والیکی نادانی جو
 التوائے جواب کی بانی ہوئی اس کا عذر خواہ ہوں۔ آپ کا یہ کہنا (مخاطب جانتا ہے)
 مخاطب الیہ نہیں پہچانتا ہے) عجوبہ کی بات ہے۔ بہلا یہ بھی کوئی بات ہے میں اور
 محمود جان کے عزیز از جان سے انجان۔ جان پہچان کا منتظر الی الاکان رہوں
 نہیں ہرگز نہیں۔ مانا گو میں اپنا آپ شناسا نہیں پر شناسا کون سے نا شناسا
 تو نہیں۔ اس سوچ بچار سے درگزر کیے۔ مطلب کی سنیے۔ فکر نہ کیجئے آپ کے
 برادر۔ پر فکری سے ضلع اندور کی نظامت دیوانی کی کمرسی پر ڈٹے ہوئے
 بیفکروں کے آسا۔ ہٹ دھرمی کے اُٹھے فتنے بٹھا۔ سادہ لوح کی لچ دل سے
 خط غبار مٹا رہے ہیں۔ بارِ خاطر نہ ہو تو تو والقدور بہاؤ نہ دے قدر نہ تک اس

بارسا کی تسلیم پھونچا دیجئے والسلام۔

بنام خواجہ محمود جان صاحب ناظم عدالت دیوانی ضلع مذکور

لئے نے نہ صرف آپ ہی کے کپڑے لٹے کی کتر بنوت کی۔ بہتری شے کو لاشع

چاند نیون کو نصیب چاندنی چوک۔ فرش کو فرش۔ چھوٹو کفگیر۔ گلاسوٹکا پیالہ۔

دستر خوانی کتو نو پیر ہی بہت پہیر کیا۔ شیر قالین نے قالینو نکور و باہ بازیون سے پٹا

بنا کے ریل بگ کر دیا۔ ادمیٹرن سے جستجو کے ٹانگے ڈھیلے ہونے پر ٹانگھا

نہ ٹوٹا۔ اس اندھیر کا کچھ ٹھکانا ہی۔ دندریئے جبکہ آپکی ٹوپی اڑا۔ اور اڑکے

چراغ گل گپڑی غائب کر دیا۔ بڑی عرق ریزی سے عرق آلود عرقہ جس کو

متلاشبہ نکلی پامردی کہنا چاہیے۔ ہاتھ لگی۔ ہر مردک عبد اللہ گول مول کر کے

لمبا ہو گیا۔ سردست دستیابی پولیس کے بد قدرت میں رہے نہ عدالت کا اسپر

دست رس ہی۔ دہو بی رومال لے کر روپوش۔ دہو بن سوت کی آڑ میں دھنا ہی

رونی صورت میں سکھہ آنکھیں ملل کے کہتی ہی یہ بندہ بڑی میل خوری ہے۔ ناؤ بٹ

میں وہ خود فروش ہی۔ آپکا احمق وکیل دھو بیگے گدھے کی روش گہرا ہی

نہ گھاٹ کا مفت سلم نگلی کا ستر عورت بنگیا ہے۔

بنام نواب اعظم یار جنگ معتمد مالگزاری

خدا گنا بخش و عطا پاش ہے۔ نیک بندے خطا بخش و غدر نیوش میں۔ بدین

رگھوڑ آپ بھی معذور کی معذرت پذیر کیجئے۔ بوقت مسہل اولیٰ ایک دوست دستور مکی
آزمین آئے۔ قیل و قال سے انکر نشست کرمال میں اسہال کی نوبت آئی پر انکی
برخواست کی نوبت نہ آئی۔ آپکے آئینکا علم نہ تھا۔ آج مسہل ثانی تھا ناگزیر مینے ملاز
کو تجلادیا تھا واپسی کے بعد اطلاعی کارڈ آپکا۔ کارڈ ہوا مسہل کا نفع باعث نقصان
ہوا۔ یہ آزاد ہر چند خانہ نشینی کا پابند ہے بارے اشتیاق میں سر سے چلنے کو
بوجہ بند۔ بار خاطر حجاب نہ ہو تو آنے پر پابرجا ہوں۔

محمد وزیر علیخان بھبھار مخاطب بہ سلطان الحکما کے نام
آج ہوتا ہوں دلدار و جو بیٹھا بیٹھا دہیان آیا ہر تجھے کسکے لب شیریں کا بیٹھا کیا
آیا نسخہ شفا آیا۔ دردِ فراق کی دوا لایا۔ آپنے میری سوانح عمری کی غایت
شیع پر کافی غور کیا ہے۔ تب ہی تو اظہارِ جذبِ دل کیا ہر جس کا خاکسار
بدل مشکور ہے۔ مگر دہڑکا ہے کہیں کم بصارت بی بصیرتی سے منظور کے
انا سختی کہنے پر جیانا حق مسلک ہوئے ویسی ہی میرے حق کہنے پر مجھ سے سارے
نواب حسام الملک خاں خانان معین المہام سرکار کے نام
سٹر ہاؤس پرنسپل نے مولوی عبدالعلی صاحب والدہ سے پیشین کی خواست کی
درخواست کی ہے۔ جسکی ابتدا ایک کرشمین کی ترقی جبراً و قہراً ہے ملاحظہ تو فرما
کہ مولانا کی لیاقت و جہد دانی۔ کہان اسس نو غلامہ بلکہ ناخواندہ اجنبی کی کارستانی

عربی سے حیدر آباد ایسا بچر ہے جیسے پارسی سے فارسی مفقود انجبر ہے۔
 جب مولانا کی ساری تنخواہ میں نہیں گذرتی آدھی میں کیونکر بسر ہوگی۔ آپ نقد
 ماہوار میں انصاف نہ کیجئے معاملے میں انصاف کیجئے جناب کا مذاق شعر و سخن
 مشہور آفاق ہے اسلم مولانا نے ایک رباعی جو فی البدیہہ کہی تھے خط
 فرمائیے کیسی کہی ہے۔ رباعی اسے یاد رہے تو نظام خاقان دکن کا لقب دکن
 ست و ذات توجان دکن کا محبوب علیست شاہ اکبر امرور پر عرفی منم و تو خان خانان
 دکن کا۔

شوقین طالب العلم کے نام

مصرع آتے ہوئے او دہرے کئی پارسلے اسے والدان حضرات
 نے نک دم کیا کر دیا۔ بس دم ناک میں آگیا۔ آٹھون کا نٹھ کیمت خاصہ سونیا
 جو گنڈا پوزی تڑاے ہوئے بگ ٹٹ بھاگے جاتے ہیں۔ فراٹے لیتے
 ترا سے بہرتے ہیں خوف ہر کہیں خشک دماغی سے چراغ باہو کے تردد منوں
 سے دست و گریبان نہ ہوں۔ اس خلفشار میں انجانب کو یہ سوچی (اوپر)
 سوچی) تم بھی پسند و فصل کا ڈھنگ جاؤ تو سہی کچھ نہ سہی (بیلے پڑے
 لکھے مفت مسلم مولوی ملا ہی سہی) کم از کم نقدی عطر کی شیشی بھول مٹھائی کے
 کھانچے جو بیٹ چڑھینگے وہ تو خدا کی دین یا زبان و بیان کی کارگزاری

علاوہ نیکنامی ہوگی۔ اس الٹ پھیر میں اگر کوئی عقیدہ تالٹ پٹ ہو گئی تو وہ
 جی اچھڑ گیا پانچون گھی میں اور سر کڑا ہی میں خوب گھی کے چراغ جلیں گے۔ خیر کیا یاد
 کیجئے گا۔ ادھر کان دیکھئے گا۔ اوسکی بسم اللہ یوں ہوتی ہے مجلس و محفل عطا
 میں جو مہربان جلوہ گر ہوتی ہیں انہیں اگر دل آئے اور لگے ہاتھوں۔ ہاتھ سے ل
 جائے تو پری مثال کے تصور میں آنکھ بند کر کے حورانِ خبت کا خیال کرنا۔ اور سچنا
 کہ مصرع بس وہی رنگ پر فتنہ وہی سامان ہر وہی۔ تہیں واسطے دیکھو تو
 کیا رنگ جیتے ہیں رند رندی میں حقیقتی بنتے ہیں اپنے دو ملا میں مرغی مردار سا ہوگا
 دو مرغیوں میں ملا حلال نہ سنا ہوگا۔

مولوی میر امیر علی خان صاحب بہادر عقدا کے نام

قاصد آیا نامہ لایا پیام بھونچا یا۔ اپنے بسترِ فراق پر پاؤں پہلائے ایریاں
 رگڑتے ہوئے کی مزاج پرسی کیا کی۔ دستگیری کی۔ جس سے بد نیم جان جی گیا۔ جان
 کہ پرسان حال میں جسکی ابتدا برنگِ غنچہ دل گرفتگی تھی۔ اور پڑھ روگی انجام۔ اوسکے
 لئے شفق کی کیسی آشفنگی ہی پرا ختام تھا۔ میری حیرت پر آئینے کو حیرانی۔ پریشانی
 پر کاکل کر پریشانی۔ نگرانی پر زکس کو نگرانی ہے۔ میرا ماجرا ماجرا عجیب ہے
 مجھے دریائے احمد و اصفہر سیاہ کاری میں ایسا ڈبوئے ہوئے میں کہ بحرِ ہر
 داخلِ رنگ میرے روبرو اترے جاتی ہیں۔ یہاں رنگ جناب الٹی لگتا ہے

جاتی ہے۔ بے بہرگی مثلِ جباب بہائے لیجاتی ہے۔ بیخودی کی ناؤ بہاؤ پر
 نہیں آتی ہے۔ آپکی تحریر اور فیاض الدین صاحب کی پیامی تقریر جو باہم ہم
 بیان و ہم زبان تھی میری لسان اور کلمات کے شکر بجالانے میں قاصر ہے۔
 اسلئے کہ مجھ جیسے پچھیز کی نسبت ایسے بے بہا خیالات آپکے بلا شک انمول ہیں
 میں جیسے اپنی تئیں پہچنی سے بھی مناسبت دینے سے منفعّل ہوتا ہوں اور ڈوبتا
 ہوں کہ وہ الفاظِ ملین جو پہچنی سے بھی زیادہ ہیچ ہوں ویسا ہی متفکر ہوں کہ کن
 لفظوں نے مشکور می ظاہر کروں جو شایانِ شان آپکے ہوں میرا وصف آپکو
 اوصاف کے آگے گویا سبزہ زار میں سبزہ گلزار میں گل ہے۔ درستہ العلم
 کی تربیت کی با ترتیب یگانگت ایسی نہیں ہے جو دوری ظاہری ایک دوسرے
 کو بہلا دے۔ ممکن ہے کہ میں اپنے کو بھول جاؤں لیکن کیا مجال جو آپ کو
 بھول سکوں۔ تدبیر و تقدیر شیر۔ شادمانی و ستگیر رہے۔

نواب و شن الدولہ من اقر بائی اعلیٰ حضرت حضور نظام کے نام
 آنکھیں آپکے دیکھنے کو ڈھونڈتی۔ کان تقریر سننے کو ترستے ہیں گو سر دست
 کوئی موقع تقریر نہ آیا۔ بارے شکر ہے وسیلہ تحریر ہاتھ آیا۔ ہر گاہ خداوند
 صقی نے آپکو سراج و دودمان دولت۔ خداوند مجازی نے روشن الدولہ فرمایا
 نوحا بے کہ آپ گاہ گاہے نکبتیوں کی ظلمت کو شبِ نور۔ پریشان روزگار کو

مسرو فرما میں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ یوسف علیشاہ صاحب
 آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں یہ غلطی مشائخ میں نہ علت مشائخ رکھتے ہیں
 فی نفسہ بزرگ و بزرگ زادے ہیں ہر چند شاہ صاحب کی صورت خیر ہی خود
 سوال ہے۔ لیکن آپسے بجز اس التجا کے کچھ اور سائل نہیں ہیں کہ انکی شایہ
 اسنادی زمینات جو بے پردائی سے داخل خالصہ ہو گئے ہیں انکو واگشتی
 کیلئے خالصاً للہ حضور میں سجدی فرمائیے۔ تاکہ ان کے اطفال کی صورت پر
 نکل آئے۔ کیونکہ انکو کس طرح کی پیدائش نہیں ہے۔

مستمجد فضل انجمن ضلع گلبرگہ کے نام

شعر زلتین سہتا ہر کیا کیا آدمے پ نفس مرد و دشتی کے واسطے
 آپ نے بہت کچھ تک و دو کی دستگیری کی توقع میں ہاتھ پیر مارے مگر کینے ہاتھ
 پکڑنا کیا انگلی تک نہ پکڑا یہ بات اس سر مغزی پر بھی ہمارے سر سے سودا
 نہیں جاتا۔ اجمی یہ کندہ نا تراش بسولے کی سی تراش رکھتے ہیں۔ مانا
 سردار دلیر الملک ہوم سکرٹری میرے رشتہ دار ہیں لیکن میں ایسے ناتے
 گوتے کہ کچھ دھماگے سے بھی زیادہ بودا جاتا ہوں۔ کسی نے دنیا سے چھوڑ
 پنچو کس سے عشق ہے۔ جواب دی جو میرا عاشق نہیں ہے۔ ویکھو پنچو
 عروج فبا ہی اوس کا اوج فناء القاسم ہے۔ شرک کا آغاز ہی انجام ہے

یہی ہمت و غیبت کا سراخیام ہے و روزہ زندگی پر بھول جانا پنچابی کا کام ہے۔ تم ششدر کیوں ہو۔ چپکے پنچو سنے کیا فائدہ ہے یہ قدرت نے پنچے میں سنو ہی کا شمار رکھا ہی اور تم ماہانہ پنچو پاتے ہو جسکو پنچون گھی میں سرکڑا ہی میں کہنا چاہئے۔ اللہ بس باقی ہو س۔

مخدوم زادہ حضرت فرید میا نصاحب شتی دام برکاتہ کے نام

آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقوع حادثہ واقعہ قیامت سے کم نہ تھا۔ حقیقت

ہم غلاموں کے لئے قیامت کبریٰ ہی تھی اور کیوں نہ ہو ہمارے حامی۔

درد و الم کے سینے والے۔ درمان و مداوا فرمانے والے۔ بقرار و ن

قرار۔ گمراہوں کے ہادی۔ عاشقوں کے محبوب و مقصود۔ بخود و ن کے

خود دار۔ درد مندوں کے ہمدرد۔ سودائیوں کے خریدار۔ محتاجوں کے

حاجت روا۔ جگے آگے فقیر و شاہ گدا کے بنیوا تھی۔ جو منطور نظر تھا وہ

بانوا تھا۔ اُس محبوب نے اپنی معشوق کے وصل کی مسرت میں۔ ہم حسرت

حرمان زدوں کو چھوڑ کر اس عالم کو معمور کیا۔ اب ہم محروم و یدار

اپنے دلدار کے لئے جقدر روئیں اور غم میں جان کھوئیں تمھوڑا ہی کیا کیجئے

نہ بن پڑتی ہے نہ بس چلتا ہے۔ با اینہم ہم بر نصیبوں کو اپنے تسکین کم نصیب

نہ کہنا چاہئے۔ وجہ کیا کہ آنحضرت غلاموں کی تسکین کیو ابے آپ کو جگم

﴿الولد سُرَّكَ بَسِ﴾ اپنا صحیح جانشین چھوڑ گئے ہیں۔ ہر چند
عرضِ تعزیت سخت بیدردی ہے لیکن ناگزیر بہ لحاظ رسم و سنت نبوی ملتئم ہوں
آپ صبر فرمائیں کیونکہ عادت الہی یوں ہی چلی آتی ہے۔ گریہ وزاری ہمارے
لئے انسب ہرگز نہ آئے گا۔ مناسب ہر جب آپ ہی بے صبری فرمائیں تو ہمارے تسلی کو کون
سید محی الدین صاحب کے نام

رقعہ بھونچا مگر تمہارے مرقع خیال تک میرا تصور رسا نہ بھونچا۔ نواب فتح نواز
سے بعد شکریہ عافیت جوئی یہ شعر کہہ دینا ۵ فاغ از دسوئہ گبر و مسلما کرد
اے جنون گرد و تو گردم کہ چہ احسان کردی : سفارشی رقعہ کے ذکر کا مذکور
نا ملایم ہے۔ دنیا با امید قائم ہے۔ قیام زندگی کے لئے امید داری کو
خوش کن شغل سمجھنا چاہیئے تاکہ مایوسانہ صبح کے قلق اور شام غریبی کے
شفقت سے جگر شق رنگ فق نہ ہو۔ پندرہ صیفیہ ہوم ڈپارٹمنٹ میں ہیں
جسمین بیون بھرتی ہو گئے اور تم خالی رہ گئے۔ ادھر سے ڈیکو سلون کا
سارا اندعا یہ ہے اہل غرض۔ بغیر سفارش پر کان رکھتے نہ اپنی مطلوب
سوا دوسرے کا مطلب سنتے ہیں زیادہ زیادہ۔

حاجی مولوی محمد نور الحسنین صاحب جاگیر کے نام
شکایت نامہ صادر ہو کے مجھے شاکی تو نہیں البتہ حاکی کیا۔ آپ کا یہ فرمانا

(مین یاد دہی عطائے شادی کے پانچ ہزار روپے کیلئے مہی آ یا مگر درود
 سے ایسا ناشاد نکالا گیا جیسے فقر نکالے جاتے ہیں) معاذ اللہ میں اوپر
 بے ادبانہ حرکت حضرت غریب کو خانہ غریب ہے چہ جائیکہ دولت خانہ۔ وہ
 یہ تھا نہ وہ تھا۔ اسٹینڈیٹ ہوٹل تھا نا سازی مزاج کی وجہ سے ڈاکٹر کا حکم تھا
 آدمی محکوم تھے دروازے کا آویزان تختہ سد الباب تھا۔ شاید منجبر نے
 اجنبی کا آنا منجر فساد جانا ہو۔ اسمین میری خطا تھی یا آپ کا سہو تھا اس
 فیصلہ تو آپ ہی کو فرمانا چاہیے۔ ٹکٹ سے جو کام نکلتا تھا انفرما کے
 خالی خولی چھپر بار شکایت ڈالنا غالباً خالی از طول عمل نہ ہو گا۔ سگن چند سال
 میرے امانتی ستر ہزار روپے سے انکار کرنا۔ مہی والے کا دوا لیکے تین لاکھ
 روپے کا اقرار کرنا اغلب سماعت شریف میں آیا ہی ہو گا۔ قعدہ مختصر یہ کہ
 باندازہ وقت بلا تعین نیاز مند سے طالب ہو جائے تو نذر پیش کرنا کو حاضر
 محذوم زادہ میان صلاح الدین صاحب چشتی سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام
 اچکا چستان نامہ متا چامہ صادر ہوا۔ ہوائی کتا یہ سر بند راز سمجھنے کا دماغ
 بندے کو خدا نے نہیں دیا جو سمجھتا۔ جسٹری خط میں جب یہ احتیاط کی گئی ہے تو
 صاف یوں کہ مجھ ہی سے یہ احتیاط فرمائی گئی ہے۔ مجھے تو جیسی صاحبزادوں کی
 تعظیم ناممقدور لازم ہے ویسی ہی صاحبزادے کی تکریم بجا امکان ملزوم ہے

ہر شخص کو نو آنکھوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے۔ دومی میں احوال قبلہ سوتا ہے

خان بہادر ذوالقدر کے نام

کتبہ مع کتاب مجلد چھوٹا۔ کیا کہوں خدا نے آپ کو کیسی نور کی طبیعت دی ہے
یہ خطوط نہیں خط شاعری آفتاب فضیلت ہیں۔ الفاظ جو دیکھو آب کو شمس و ہوا
فقرے وہ گویا سانچے میں ڈھے۔ چستی بندش طرہ حور کو پریشان کر دے
سلسلہ بیان کو سبیل کی لڑیاں کہوں یا گل مسلسل گندہے شستہ زبانی
پر آتش و ناسخ بلاغت سحر ماحد و بو بیٹھے۔ واقعی آپ کے منشآت کا ڈھنگ
الگ تھلک ہر رنگ نرالا ترکیب انشا زالی ہے۔ تصوفی نکات پر صوفی صافی
عش عش کرے۔ فراحمی لطیف و نیر مہذب طریف غش کرے۔ گو میرا قلم یاری
نہیں کرتا جو اس تحفے کا شکریہ لکھوں تاہم شکر گزار ہوں۔

مخدوم زاوہ میان صلاح الدین صاحب چشتی کے نام

بندے کے رنجور الفاظ سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ خادم کا مسلک سچ و سچا
ہے یقین ماننے کہ حبیب میری جان میں جان ہے اور قالب میں قلب اور
قلب میں روح۔ روح میں ایمان۔ اور قدرت میں امکان۔ میں آپ حضرات
کو اپنے سر عزیز اور زندگی سے پیارا جانتا ہوں۔ خدا گواہ ہے اور آپ کی
محبت شہد۔ بندہ اپنی طبیعت سے لاپچار ہے گاہ کا ہے گستاخی ہو جاتی ہے۔

اللہ معاف کیا کیجئے۔ و احسرتاں تک انحضرت کے انتقال پر رونما تھا۔ آج
اپنی زندگی کا ماتم کرتا ہوں

ایضاً

نامہ کے شکر میں شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ عرض کو عارضی نجائے براہ جو ہر شمشا
جو ہر مانے۔ عالم تماشا ہے۔ میں آپکا شاکی۔ آپ میرے حاکم۔ میرا شکوہ
یہ کہ اپنے خط کا جواب نہ دیا۔ آپکا گلہ وہ کہ میں خیریت گوئی عافیت جوئی نہ کی
اے جناب ذرا یاد کیجئے مذہ یاد وہی کرتا ہے۔ اپنے احمد آباد تشریف
لے جاتے وقت جو خط بھیجا تھا میں نے در جواب اس کے ربڑی رقیہ روانہ کیا
متحیر ہوں آخر ہوا کیا۔ کس کو بھونچا۔ کہنے لیا۔ کہنے دستخط کیا۔ کس کس کا
اڑایا۔ کن اغیار نے ہتھ مارا۔ پیچ یہ ہے اس لفافے میں پیار صبا
جوابی لف ملفوف تھا۔ انکو نہ چھونچنے کے طال کے علاوہ غم یہ ہے وہ کیا سمجھے
ہوں گے۔ اول سے تو میں ڈر پوک آدمی سپرائنگی انوکھی طبیعت بانکے مزاج سے
اور بھی ڈرا ہوا ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ مبادا بے گناہ۔ گنہگار نہ بنایا جاؤں۔
بس آپ سمجھ جائیے ادھر انکی تیوری جڑی۔ ادھر میری صورت اتری۔
ہوش ففرو۔ حواس کافور۔ اوسان خطا۔ جان رنج مین۔ اور سوطح کی
جفا۔ ہنوز تصویر نہ چھونچنے کا درو جو کلیجہ کہاے جاتا ہے۔ وہ کس منہ سے

بولوں کیا وہ بیدار سنیں گے یا باور کریں گے کہ ڈاکیہ نے میرے خط پر ڈاکہ مارا ہے
 نوٹ سمجھ کر لوٹ لیا ہے۔ میان لٹتے محکمہ اور میری بیگیا ہی کو ذرا دیکھنا۔ پیار چاہتا ہے
 کیسا ڈرا ہوا ہوں۔ کیونکہ وہاں۔ پر کے کوئے اڑا کرتے۔ ہاتھ تھکنا کر تھے
 اب جو یہ حیلہ ملا ہے اللہ جان کیا کیا ہوا پر بازو بازو مینگے۔ لمڈورے۔ لمبے پیچ
 رٹا لینگے کہ ہتے مارینگے۔ اتفاقاً کوئی لنگو اکنون مین سے کٹا ہوا پہتی اڑا
 (وہ پندی پٹی) تو ہتے پر سر ٹٹنے کی بات ہے۔ کیا عرض کروں خیالی بیچ پانچ سے
 کٹا جاتا ہوں۔ مانجھا ڈھیلیا ہوا جاتا ہے۔ یقین مانے بندہ جبرٹری خط نہ پہنچے
 کا عذر اعلانہ ماینگا۔ کیا اس سرشتے کا کاغذ پتنگ کی ڈور تھی۔ جو نوڈون نے
 لوٹ لیا۔ ہر خد تصور کے تصور میں نقش دیوار ہوں لیکن کشش محبت میں کھچا جاتا ہے
 جلد انکی شبیہ مع خط خاص روانہ کرا دیجئے اور یہ شعر پڑھ دیجئے۔ شعر
 ان دل فریبوں نے نہ کیوں اوسپہ پیار آؤ روٹھا جو بیگناہ تو بے عذر من گیا
 آپکی ملازمت اور انکی مواصلت کے سوا اور کیا عرض متا رکھتا ہوں جو
 معروض کروں۔

بنام نواب بشیر نواز جنگ صوبہ دار

ہم خرمادیم نواب کی مثل شہر ہے۔ بارے ہم فال و ہم تماشا کی تمثیل سیر
 روضہ غلبہ آباد میں نظارہ دار العمار کہ حضور بالضرور ہے۔ جہاں بے نیاز

تماشو کو بدل جائیں وہاں بانیا زبجان کیسے نہ آئیں یہاں حکومتی اور لہجہ اور
 سلیجہ و نئے محجہ پائیدار قامت کر رکھا ہے۔ تاہم براہِ شوق اور نگ آبادی ریل
 رال ٹکی پڑتی ہے۔ اسکو کھلنے تک اگر حقیقا ہوں تو ہم وعدہ جیتا ہوں ورنہ
 سارا جیتا ہرن ہو کر شکارِ چشم غزالان ہو جائیگا۔ بھل نیم جان رہ جائیگا۔
 قیام خیام ناندگاؤن میں صاحب معلوم کا مقام سے کھسک کے صوبہ دار ہیں
 سکتے رہنے کا تذکرہ ہر آئینہ فرایاد خاطر ہوگا۔ آخر گردشِ دور و دور کا
 تصویری مرکز وہی ہوا جو مرکز خیالی تھا۔ آدم برسرِ مطلب تقریر جیسی منتظر دیدار
 و سیاہی تحریر کو سبب درکار ہے۔ باکار و نئے خالی خولی خیریت جوئی فیت
 گوئی محض بیکار ہے۔ نظر برآں ضروری بات یہ ہر کہ میرے لئے نواب محمد عسکری
 قبۃ سالار الملک مرحوم کے منجملہ جاگیرت چند موضعے آپ کے صوبے میں واقع ہیں
 نزاعِ حقوق پر ضلع سے بارائے مناسب رپورٹ ہوئی ہے امید ہے کہ آپ بھی
 اس بارہ میں وہ تجویز و سفارش فرمائیں گے جو روالہ سلف و خلف کے شایان ہو
 اور بند ہو آپ کا چونکہ احسان ہو۔

مولوی میر امیر علی خان صاحب بہادر تعلقدار کے نام
 میں نامہ کا شکریہ ادا کئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ پر کیجئے کیا یہاں دل کا مطلب زبان
 کلم سے مودت نہیں ہوتا۔ بیوقوف اپنے تئیں دکھائی دہند و ستانی کہتے ہیں

اور نہیں جانتے۔ دو غلام کو کہتے ہیں شمیم کے اعتبار سے یورپی عجم نہیں ہوگا
 بحمد اللہ ہم تو خون و دل عربی رکھتے ہیں۔ واقعی تصنیف مصنف کی یادگار ہے
 بارے مجھ جیسے بے سمجھ کے سوانح عمری کو باکار سمجھنا بیکار ہے۔ آپ کا یہ فرمانا
 (خدا نے یہ دیا وہ دیا۔ پرستنے کچھ نہ کیا) ٹھیک ہی بارے صورت بہر صورت
 بے اعتبار ہے۔ اس پر کس کو افتخار ہے۔ رہی سیرت البتہ یک گو نہ در اختیار ہے
 جس سے خود مجھ کو ندامت ہے۔ رہا دل و دماغ وہ تو کب کا گیا گذرا سے دماغ
 بر فلک و دل بزیر پائے تباہ : زمین چہ می طلبی دل کجا دماغ کجا : دنیا کے
 ہمت کی ہستی ہی کیا ہے جسکے ہمت و نیت پر مرثون۔ قناعت و استغنا کو
 کھو بیٹھوں۔ دیکھیے گلستان اپنی رنگ و بو سے بلخ بلخ ہے بہار میں کھلا
 جاتا ہے۔ گل و لعل کے ناز و نیاز پر بھولا نہیں سہاتا ہے۔ لیکن آخر تراویح کا
 خزان ہے۔ سر کو آزاد کہتے ہیں حالانکہ وہ بے ثمری سے باہل ہے۔ سبز
 سرسبز زمین لگانہ ہے مگر آخر پامال لگانہ ہے۔ عشق پیچ پیچیدگیوں سے پہچان۔
 سنبل الجہن میں پریشان۔ نرگس سراپا حیران غنچے کی چٹخ کہے دیتی ہے کہ گل خوشی
 کھلا نہیں جاتا۔ اپنی ہستی پر منہ تپا ہی با ناظر دن کی غفلت پر خندان۔ قمری طوق
 برگردن۔ بلبل نالان۔ ابرگریبان۔ شبنم اشکبار۔ خاں و خون۔ لالہ و اعدار۔ چار
 شر بار جیسے پھولوں میں رنگ اور باس شب باس نہیں دیا ہی چند دن کے بعد

میری پہان بود نہیں بائیں نہیں۔ نہیں معلوم سمجھ پر کسی اوس پر گئی۔ کیا پالہ
 پر گیا دیکھتے ہیں لیکن نہیں دیکھتے۔ سنتے ہیں مگر نہیں سنتے۔ طبیعت ہی تو ہے
 بس جطرف چل نکلی نکل گئی۔ مجھ کو تکلف سے عار ہے۔ میری تحریر تک شاعرانہ
 جو اپنے کو برباد سمجھے وہ کسی کو کیا خاک سمجھے۔ مجھے اگر ہوتا آپ حضرت سے ملال تھا
 نہ لالہ کچوریل و مہرا شور بخت سے۔ وہ انجان بجز دال چپاتی تلے سبب کے کیا جاتا
 میجر نواب افسر الدولہ کمانڈر گو لکنڈہ برکٹ و ایڈیٹنگ کاغذ حضور نظام
 میں دیکھتا ہوں۔ چشم بصیرت کہے دیتی ہے۔ کہ کمی کچھ آپ کی زاید الوصف محبت
 مہذول حال محمود علی خان ہے۔ چونکہ شکر مستلزم دوئی ہے اور دوئی مخالف
 و یکجہتی۔ اسلئے بس ہی ایک مصرع اظہارِ مشکوری کے واسطے موزون ہے مصرع
 شکرت ہائے توجہ انکہ منت ہائے تست : با اینہما اس نام تمام مسرت کا تاسف
 تمام ہی ہے۔ جس کا مختصر یون ہے (بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ بیسٹری۔
 انجینئرنگ۔ جیالو جٹ۔ اگری کلچر۔ سائنس) انڈین۔ یورپ میں حال کر سکتا کر
 مگر ملٹری کمیشن یافتہ ہو سکتا۔ نہ ڈولچہ میں از روئے رول پاس کیا جاتا ہے
 نظر بر آن کوئی ایسی تجویز کرنی چاہیے جس سے ہمیں ہم خواہم نواب مل جائے۔ اور
 دوسروں کو اس کا قرہ ہاتھ آئے۔ اس بار میں میں نے نواب را المہام ہاؤس آف
 ڈرنیٹ صاحب دیباہ سے التماس کی تھی مگر افسوس مصرع ہوا میں دوست کا

مشتربا و سکا آسمان کیرن سپے : خدا آپ کے ارادہ نہیں برکت اور قبضہ میں قدرت
دے تو یہ ڈانڈاں ڈول کر وہ ڈونچہ جائے۔

منجانب خالص - مخلص کے نام

شہرِ خوبرویاں جہاں نے تجھ نسبت کیا دن : ہوتے یوسف تو بتاتا اور نہیں جھوٹیری
یا وری بخت و رسائی طالع سے تمہاری طلعت ہمیں بچو بچی۔ فرط شوق و جذبت
میں الفت کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں۔ کیا کہوں تمہارا سراپا ایسی حسن ہے
نور کے سانچے میں ڈھلا ہے۔ قامت قیامت۔ سر۔ سر باز و نگاہیں ناز و نیاز
پیشانی مہجینوں کی پیشانی۔ خطِ پیشانی۔ خط کش سر نوشت جبہ سبز خطا۔ روبرو کش
مہرِ شائلی جوتی دراز گیسو مہر زلف رسا۔ ناتوان محبت کے عصا۔ آنکھیں جادو
نگاہِ فتنہ ترچی چتون بانگی ادا۔ نگاہِ بیمار بیمار و نکلی شفا۔ مرگان و ابرو تیغ و خنجر
کی آبرو۔ فرق یہ ہر اوس کا مجروح چنگا ہونا چاہتا۔ اسکا گھیل جان دینے پر تیار
بھوین کمانی۔ مرگان نکلی کمان کا تیر۔ چاند کو صورت سے ہلال کو ابرو کی صورت
وہ کہاں یہ تیور و بل کہاں۔ کدھر گہن کی صورت۔ کدھر نور کی صورت۔ ہم نے
مشتربا میں چار چاند سنا ہے۔ اس زہرہ جبین میں دو ہلال دیکھ لیا۔ اس
خورشید طلعت سر چاند کو کیا مشابہت وہ دو ہفتے میں ہلال سے بدر ہوتا ہے
اور اس سے ہفتے میں نہیں ہلال بدر ہوتے ہیں۔ اس آئینہ خسار کو حسن یوسف

آمینہ ہر آئینہ دکھاتا ہے۔ تل کو سودا کے دل کہنا حجر اسود کی قسم تھکے یعنی ہے خموشی
 شکرین لب کی شیریں گفاری کو کہے دیتی ہے۔ حلاوت سخن انکو کہتے ہیں مرد و نکو
 ہم جلاتے ہیں۔ لب۔ جان بلب کے میسج ہوتے اگر دہن تنگ سیریات نکلتی۔ اسلئے
 تو ہم بے اہل مرتے ہیں۔ ذوق پر سیب آسیب زدہ ہے حسن چاہ زرخدان کی
 چاہ میں ڈوبا ہوا ہے۔ نازک کلائی کو نیچے مرجان سے نسبت دینی بہت ہی تشبیہ ہے۔
 نازنین انگلیاں دلمین چکیاں لیتی ہیں گلے کو صراحی سے نسبت نہیں دیتا۔ دریا
 حسن کو کوثر بلور میں بند کرنا ہون سینہ شکم سڈول باصفا پر نظر شکلیاں ہی سحر چلتی
 توجان انکلی ہے پستان کو قہ نور کہتے ہیں میں سنگد لون کی سختی سے تشبیہ تیار
 ناف کو گرداب محبت کہوں یا آب وصل کا سر شمشیر باقی صحبت باقی باقی غزل کا
 میر و احد علیخان صاحب بہادر صدر مہتمم کو توالی کے نام
 حصول محبت نامہ غذب نہیں۔ غذاب ہوا۔ اسلئے کہ آپ نہیں آئے اور خط
 پھونچا تاہم کاتب کا تو نہیں البتہ مکتوب کا مشکور ہوں۔ ہر چند آپ کی رفتار
 پایا جاتا ہے اور چال ڈیال کہے دیتی ہے کہ آپ کا تشریف لانا قیامت کا آنا براہِ روز
 مگر فرق اس قدر ہے اسکا انتظار نہیں اور آپ کی منتظر۔ لرا قہر۔ شہر فنا کے بعد
 ہی آئیں میری گھلی ہی رہیں نہ کسی کو یار کا اتنا ہی انتظار نہ ہو۔ خیر صاحب
 ہم ہی دل سخت۔ کلیجہ تہر کا کر کے وعدہ دایا کہ یوم انجرا پر منحصر کرتے ہیں

کیونکہ دیدارِ رُوزِ حساب بالضرور ہونا ہی ہے۔ شاہ صاحب کے اوصاف میں آپ جو خوبی
 بننے میں اور انکی بعیت لائے ہوئے ہیں۔ مرید کو مراد مربی کو مُرتبہ مبارک ہو۔ میں
 انکا معتقد ہوں کہ نہ ہوں۔ معبود کی مرضی۔ لیکن آپ دونوں صاحبوں کی ایک کرامت
 کا تو لامحالہ قابل ہوں۔ اہو ہو ہو قسمت اسکو کہتے ہیں قاسم ہم بنتے ہیں تقسیم
 یوں کرتے ہیں۔ یعنی شاہ صاحب کا آپکو گھر بیٹھے ہاتھ لگنا۔ باورچھانے میں
 خرگوش کو پانا ہے۔ اور آپکا انکے چنگ پر چڑھنا واللہ ہے اندھے کے ہاتھ
 بٹیر لگا ہے۔ مصرع ضرب المثلست یک گز و دو فاختہ انیت ہ شاہ صاحب کے
 کشف و کرامات۔ تصوفی نکات و شرح مسئلہ وحدت الوجود نے (روح اللہ) کا
 تشریح کی قسم ٹالٹا دیا۔ ہڑکا دیا۔ حضرت کی وجدانی کیفیت کا کیا کہنا عجب
 حال قال ہے۔ اس کیفیت کے بزرگوار کم دیکھنے میں آئے۔ حق تو یوں ہے کہ
 انکا دم بھی غنیمت ہے۔ اس دم و نعم کے آدمی کہاں ہوتے ہیں۔ ہر بان ایسی
 پوچھ لیچر لنگو کو کفر والی دیکھتے۔ توحید نہیں کہتے۔ جہر توحید کہتے ہیں۔ آج کل آپ
 جو اعتقاد کیست بنے ہوئے اور معتقدی کے خاص منہ پر کھینچے ہوئے ہیں تب ہی تو
 یہ جو ہر شناسی ہے۔ دماقن کے دم کی خیر شاہ صاحب جس کا دم لگا کے بڑا رہا
 تو باریان و مبارک بڑا ترقی باتین بتاتے ہیں سبحان اللہ حضرت اور فرشتہ شمس از دنیا
 کی باتین ہو رہی ہیں۔ لیکن میں اسقدر کہے بغیر رہ نہیں سکتا کہ بالضرور معلم الملکوت

گفت و شنید ہوئی ہوگی۔ آپ کے ایک خواجہ تماش نے شاہ صاحب کی موحدی اور محویت کے
 ثبوت میں حکایت بیان کی۔ جسے میں ایک ظالم نے اتفاقاً خادمہ کو اوپر تازیانے جو کنگا
 اودھ حضرت کا پیر ہوں مبارک چاک چاک ہو گیا۔ انکی روپیہ نے اسنے بھی چڑھی ہوئی
 چشم دید وہ سرگزشت سنائی کہ حصار کے کان تک کپڑے ہو گئے بھدیکہ شک
 تبدیل بہ یقین بلکہ عین یقین کے حد کو پھونچا۔ کہنے لگے شاہ صاحب کے حالات
 عجیب و غریب نہ سلف کے شنید ہیں۔ نہ حال کے دیدہ۔ چشم بنیا ہو تو مشاہدہ کر لو۔
 غرض فرماتے ہیں یہ حکایت کوئی تعجب خیز نہیں۔ بارہا دیکھا گیا کہ شہر بہر میں عقد
 یا شادی ہوئی۔ شاہ صاحب پر وہ صدمہ خارا انگاف و دل خراش و جگر تراش
 ہوتا ہے۔ کہ توبہ ہی بھلی۔ لباس پر خون و پاش پاش ہوا جاتا ہے۔ دنوں کش
 پینا پڑتی ہے۔ مگر آپ ہیں کہ اسی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مجال کیا کہ زبردگی
 و تولیدگی چھو جائے۔ صورت ہنساں ہی توجہ رہے تماش۔ اللہ اللہ کیا عرض کروں
 اہل مجلس پر یہ ادھوری نقل سنے سہا سہا ایسی وجدانی حالت طاری و ساری ہوئی
 کہ مارے وجد کے لوٹ لوٹ گئے اگرچہ راوی ثقات ہیں تاہم آپ براہ مہربانی
 جامہ دار۔ سے اسکر حل و عقد میں ہوشگافی و عرق ریزی فرمائی کہ نفس امارہ
 مخالف کو بھی مقام دم زدن نہ رہے۔ چشم بد و زخما چشم زخم سے بچائے۔
 شاہ صاحب تو آپ کے سر کی قسم قدم لینے کے لائق ہیں۔ ایسے قدم ملتے کہاں ہیں

کیون حضرت معاملہ فاش فاش کہے دیتا ہے۔ یہ مناجاتی نہیں علتِ مشائخا ہے۔
 اُن رے حوصلے فراخ حوصلگی اسکو کہتے ہیں۔ واقعی بڑی بڑی اُفتین چھلنی پڑتی
 ہیں۔ تب کہیں در معرفت کھلتا حقیقت کھلتی ہے آپ کی خوش نصیبی ہے جو ایسے
 بکرامت کی زیارت نصیب ہوئی۔ سچ ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔

نوابِ اعظم یارِ جناب صوبہ دارِ شرقی کے نام

میں اپنی بھول سے سمجھا تھا کہ آپ کے دل سے میرا نام کیسا نشان تک خاطر نشان
 نہ رہا ہوگا۔ میرا نامہ اعمال جو سوانحِ عمری سے تعبیر کیا گیا ہے اوس کا دیکھنا
 لامحالہ گوارا نہ ہوا ہوگا۔ بارے شکرِ خدا رقمہ کہے دیتا ہے اپنے سوانحِ عمری کو
 بہ نظرِ سرسری نہیں دیکھا جس کا میں مشکور ہوں۔ میں قاضی نہ قاضی کا پڑوسی۔ نے
 محتسب نہ احتساب میرا شعار ہے۔ رند مشربون کا بہتر ملتِ سرملت رکھنا مذہب
 خاص ہے شعرِ شود گراہل مذہب را خبر از مشربِ زندان نہ بگردانند مذہبہا بنیا
 موزند مشربہا نہ بارے اس کا یہ پلٹ کو تو دیکھیے۔ جہاں کسی نے انگلش تعلیم پائی
 لگا غرض کرنے فیشن وہ جس سے بھائی بند کجا جی گہر بسی تک پہچان نہیں سکتی
 جیسے سچ مچ حق تعالیٰ نے مسخ کر دیا ہے تشلیشی لکائی لگا کے نگرنگیا ہے۔
 (ہٹ منہ میں چورٹ) ہاتھ میں ڈنڈا ہے۔ سنگ سے سگاوٹ کر شیعنی سگاوٹ
 باتوں کا عجیب لہجہ ہے۔ کوئٹہ میں حاجت کو جانا۔ آبدست سی ہاتھ دھونا۔ سب یہی

پیر سے ستر تک ترکیبا بستر کرنا۔ بات بات پر گھٹکے اچھلنا۔ یہیں بنے جانا کیا ہے
یوروپین کے آگے ذلیل۔ اسلام کی تذلیل۔ نام آرون میں شر ٹریفیل کہلانا
حماقت کی دلیل ہے۔

میر محمود علی خاں ضابطہ دار من اقر باہی اعلیٰ حضرت نظام کے نام
اظہار شوق میں گولب بندہ میں مگر دل گویا ہر تاہم بہت جرأت نہیں کرتی۔
طرفہ یہ کہ بے کھو طبیعت نہیں رہتی۔ چاہتا ہوں آپ کے دیدار میں نظارہ دولت
سرا لان کروں۔ رنگ برنگ کے پھول پتے کی سیر میں نیرنگی زمانہ کو مثل گیس
شہلا حیران کروں دیکھئے رت کے دن ساون کا مہینا۔ بلبیل کی چپک۔ گل کی مہک
مُل کا جوش۔ بادل کا خروش۔ ابر کی گٹھاہی۔ میرا غچہ دل کہلا۔ زخم جگر ہل۔
وجدانی کیف کم نہیں بڑا ہر قمری کی کو کو بادہ نوشون کے لئے صلاہی۔ کوئل کی گک
اذن عام کی صداہی۔ تپہ ہاری خموشی۔ گل سے نسیم و صبا کی سرگوشی عالم تماشا
آپ جانتے ہیں مخلص کا مخلص خواہ مخواہ شاد ہوں۔ جب شادمانی کا سامان موجود ہو
پھر کیا پوچھنا۔ (سنکی اور پوچھ پوچھ) مگر وقت کا بہلا ہو کسی بیوقت کی شہنائی
بجاتا ہوں۔ یہی بات شاہانہ سرو و جنگ سے جاتا ہوں۔ سعید دن دیکھ کے نیک اندیش
سے ستارے دکھاتا ہوں کہ محمود زمانہ کب آتا ہوں۔ ہمیں بلواتا ہوں۔ یہ نصیب ناسے
پاؤں وہ طالع کدھر سے لاؤں جو قرآن السعدین کی ساعت معین کروں تاہم دل

بیدل نہ ہو کسی نہ کسی طرح تیرا اشتیاق پورا ہی ہو گا۔ اگر قرآنِ سعدین نہ سہی قرین
 سعد و شمس ہوا سہی۔ آج مریخ زور پر ہے۔ کل عطارد و کار و زہر ہے۔ بچار نہ کرو خط
 کیا عجب ہر قرعہ مقصد کی خبر دے۔ فاصد آئے۔ نامہ مقصود لائے۔
 دیکھو تو بخت کیسی رسائی کرتا ہے۔ مخدوم بیکانہ روزگار ہے۔ بیکانہ وار دودلی
 اچھا لیجئے جرات کرتا ہوں۔ جذبِ دل کو آزماتا ہوں شہر از خون جگر تبتو شستم
 پیغامِ مرا جواب تاکے :

مضمونِ ضولِ تصویر کا کالبد وصال کے پیرائے میں

جیسے مصوٰر تصویر کو تصویر یا رملی ہے۔ خیال وصال میں گو بہ شکل تصویر خاموش بیٹھا ہے
 پر کششِ محبت میں دل کہنچا جاتا ہے۔ تمہارے نہ دیکھنے تک تصویر کا دیکھنا تھا وید ^{عکس} _{۲۷}
 کے بعد وادید شخص ہر آئینہ تھا لہذا ^{شعر} _{۲۸} الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگان
 عشق ڈانکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے : بس عجب نقشہ ہی تمہارے دہان
 میں دنیا و ہندلی۔ ما فیہا اندھا و ہند ہے۔ رقیب بد نظر کے خدشے سے چو کہنے کو
 نشست کے کمرے میں نہیں پہلو میں رکھا تھا۔ شوخی کی وجہ سے لبِ لعل
 و رخسار رنگین پر اگر داغ پڑ جائے تو والہ یہ بے تمیز کیا دیتی نہ لگانا میں تمہاری
 عنایت کا شکر ہو کر ناشکر ہوتا نہ گلے شکوے کرتا۔ پوچھتا ہوں۔ باطنی درو
 دینا بہ ظاہر ہمدرد و نیاز لا ملا واپس کہ نہیں۔ او غارت گرا میانِ دل جُرا کے

آنکھیں نہ چراؤ۔ اجی تارہ کے یہ ناز۔ یہ انداز۔ یہ جاؤ۔ اللہ چاؤ کے کہی پر
نہ جاؤ جلد آؤ۔

نواب احترام جنگ صوبہ ارشمالی و غربی کے نام
نامے نے مشکور کیا۔ شکریہ عرض ہے۔ آپ میرے بدیر خط بھیجئے کرشالی ہو جائیے
نہ شکوے فرمائیے مقصّر ارسال خط میں اپنے طولِ عمل سے قاصر۔ جنت میں قصر
بنار ہا ہر۔ بات یہ ہے کہ پتھر کے نیچے ہاتھ ہے۔ طبیعت خستہ۔ دل دل فیکگی کا
بستہ۔ دہن خموشی کا وابستہ۔ قلم عرض حقیقت میں قطعاً سستہ و زبان برید
ہے۔ شعر حسرت دنیا و دن مخلو نمین رہ کر لینگئے اہل دنیا اس جہان سے خاک
پتھر لینگئے مختصر یون ہے جب باجی کی تنگی۔ بہلا آدمی بنگیا۔ ٹرانے لگا۔ نیچ سر
چڑھا۔ بے اونچ نیچ دیکھے بھالے بڑانے لگا۔ جناب مجھ کو ناہنہیں آتا۔ آنکھیں لڑانا
آتا ہے۔ مصرع سر لڑا دیتے ہیں دیدیکے لڑانے والے۔

ایک مشوش محب کے نام

مشتاق کو اشتیاق نامہ بھونچا۔ یہ از خود بخیر ہر چند دنیوی معاملات سے بخیر ہے
لیکن دوستوں کے حالات سے ضرور باخبر ہے۔ مینے آپ کی نسبت کسی غم کو
برائی خبر نہیں سنی ہے۔ خوش خیال تم سے خوش ہیں۔ اُن نقالوں کا کیا کہنا جو
دائرہ عقل سے خارج۔ یہودہ گویوں میں اُصل ہیں۔ نامعقول خواہی شیخو اہل

در معقول تھے مین۔ ترش رو گندہ دہن تلخ گفتار جو روکھی پھیلکی باتیں بتاتے ہیں۔
 اُن سے کہہ دیجئے ارے میان آنکھیں تو ملاؤ۔ مٹھ دیکھی باتیں نہ بناؤ۔ بخدا رخ نور
 پر ہوا نیان چھوٹ رہی ہیں۔ وحشت کے مارے بگلاہٹ سر حواس ایسے غائب علم
 جیسے گدھر کے سر سے سینگ۔ ہوش کی دوا کر دو توجہ کا بھوت سر سے ٹکر۔ کچہ پت
 کی خبر بھی ہے۔ سنستے ہو کیسے غل غیاٹے ہیں۔ کیا دندھی ہوئی ہے۔ یہ حلال
 خور اپنے ہاتھوں مردار موت مر رہے ہیں۔ سیجائی نہ سہی دجالی تو کیجئے۔ ان جل
 رسیدون کو بچاؤ لیجئے۔ ہائے ان پیرنا بالغونکی معصومیت لائقِ رحم ہے۔ ناحق
 بچکانِ شتر سمجھے جاتے ہیں۔ ٹنگڑی لیجاتی ہے۔ گلو خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں
 آتی ہے۔ ادھر سر ہوئی۔ ادھر کوئی نہ کوئی سحر ہوا۔ بہتر تو یہ ہے۔ مصرع
 بر توکل زانوئے اشتر بہ بندہ کے اہل قطار میں اپنا شمار کرلو۔ سلامت ردی مسیح
 ورنہ اونٹ کے اتار اور چڑھاؤ پر لعنت کا حساب ہو جائیگا۔

کسی محب کی فرمائش سے ایک محبوب کا فرکیش کے نام

پیارے جتنا جی تمہارا میرا عجیب ماجرا ہے۔ بخود ہی سے بجائے اشک آنکھوں نے میرے
 خون بہا جاتا ہے۔ تم خود روی میں بھی جاتی ہو۔ واہ کیا کہنا اپنی آشنائی بھی بے بہا ہے
 کیا زبدا کا آشنان ہی تمہاری قسمت میں بد اہر۔ کرشنا کی نہان میں سیندوری
 قشقہ ڈھلکے بنگ کا ٹیکہ نہیں لگتا ہے۔ او گیسوں والے چوٹی کی بات یہ ہے۔

نہ ہاں بال اتر نیکی رسم نہیں ہے۔ تیرتھوں کے بہانے کر داوری کرتے۔ گوداوری میں
 پاپ دھوئی پراچیت کرنے۔ پن لینے۔ دان دینے اگر آؤ تو ہم خرمادہم ثواب ہے۔
 ادھر کا آنا کچھ سمندر کے اوپر کا سفر تو ہے۔ نہیں جو چھوٹ لگے جائیگی تمہیں گنگا
 کی قسم ضد نہ کرو۔ ہٹ دھرمی کی سند نہیں۔ تمہارا دم تھکاؤں صال کو حل دیا۔ جلانا نہیں ہے
 جب چادر گھاٹ کے سنگم پر ٹوٹ پڑے جو بن بھٹ پڑے تھا۔ گریبان چاک جامہ سے
 باہر ہو جائیگا۔ پنگھٹ پر بریوں کے جگہے رہیں گے۔ ہم پرے رہیں گے۔ تنہا ہو
 چشم بدو و آپ بال سکھلا۔ ٹینگے۔ شرم سے آفتاب کی کرن۔ کٹ جائیگی۔ اجی
 جنما جی جوانی بہتی لنگا ہے۔ سجدہ امکان گیت ان کر لو۔ ورنہ وقت گزر جائیگا۔ مذہب
 اتر جائیگی۔ کفِ افسوس ملتے رہ جاؤ گے۔ او ماہ چہار دہم اچند شربت
 وصال کے جہان سے مین بارہ گھاٹ پانی پلاؤ گے۔ کتک کنوین جھپکاؤ گے۔
 اللہ کہہ تو دو آؤ گے کہ نہ آؤ گے۔

محب کو کسی حبیب کے کہنے سے

تھا خط کیا یاد لافردہ کو افشردہ کیا۔ خونِ جگر خونا بہ ہو کے بہ گیا۔ خدا کیسے تمہارا
 شکوہ جلد دفع ہو تو خط بدیر آئیگی شکایت رفع ہو۔ میری عافیت کی نہ بوجھیں
 وہ تو آپ کی اختیاری ہے۔ وصل کی توقع دلائے واسلے چار فقرے لکھ دیے
 ہم جی گئے۔ دو فصلی انداز میں تم روٹھ گئے۔ ہم مرے بیگانہ تمہیں

عمری مع التصویر کا دنیا تمہارا دلکش و جان کش لفظوں میں اسکا تذکرہ کرنا محض سہماؤ
 سکتے ہیں ڈال دیا۔ ندامت کے مارے آنکھیں ملا نہیں سکتا ہوں۔ وجہ کیا
 خوش رو کی تصویر خوش آئند ہوتی ہے نہ کہ مجھ جیسے زرد رو کے کالے لباس کی
 شبیہ۔ گورے چٹے کے دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔ دیکھیے سوانح عمری کے
 جلد میں تصویر جو سپیدہ ہر اوس سے خود نمائی نہیں۔ ناشناسا کی شناسا
 کے لئے ہر نسب نامہ لکھنے کا مقصد۔ سلسلہ آب و جد ہر نہ اظہارِ عالی نسب
 تکیب سوانح عمری کی غایت۔ سانحہ سلطنت ہر باقی خیریت۔ میں تمہاری خوبصورتی
 پر مرتا تھا اب خوش سیرتی سے جیتا ہوں۔ اے شتری سچ کھنا مجھ کب مول کو
 اوپری پیکر لگشتری سلیمانی کب دوگر۔ ارے بخیر خبردار ہو۔ کہ ہر بیکے جاتے ہو
 کس سے کہتی ہو۔ ہوش کی دوا کرو۔ وہ تو اپنے تئیں سچی کے مسیحا کہتے ہیں دماغ
 ہوتے ہیں بن بن کے بگڑتے ہیں گو دہن تنگ سر دلی بات نہیں نکلتی۔ پر زبان حال
 آنکھیں بولتی ہیں۔ دل لگی کی نیت سر ہم قاتل ہیں سچا نہیں ہیں۔ جانن جان
 لیتے ہو تو زہرے قسمت مصرع یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہر بارے
 کہئے تو آنکھیں ملا کے ذبح کرنا۔ شرما کے نگاہ چڑا کیا ہے۔ جب قاتل محبت دیدے
 پھیرتا ہے تب قتال منہ بھرتا ہے۔ ہیبت دیکھتے دکھاتے کوئی سبیل سے بھی رخ
 پھیر لیتا ہے۔ مگر اس میں نہ بڑنا کہ سچا چھوٹا۔ اسی یہ وہ ہاتھ نہیں کہ چھو کے

چھوٹ جائیں۔ جانے تن چھوٹے تو چھوٹے لیکن دست و دامن نہ چھوٹے گا۔
 او سراپائے حسنِ ناز اس نیاز مند کا لکھا ہوا وہ سراپا۔ بے سرو پا تھا۔ وجہ
 یہ تھی میں مجرم تھا نہ قلم آشنا تھا خدا وہ دن تو لائے جو دیکھ کر کہوں۔ معائب
 حل ہو گا جب رازِ سرِ نہ کھل جائیگا۔ آپکا خوشگن چیلہ فقرہ (بار الہ جیسے عکس تپایا
 ویسے شخص کو بھی ملا) دل میں چٹکیاں لیکے تڑپا دیا۔ اللہ اللہ شہر الہ باد میں
 بندہ یاد آیا۔ اٹھی انکا ہاتھ میرے گلے میں میرا دل انکے پہلو میں رہے۔

نواب سید عالم خان بھادر کے نام

نامہ دیکر۔ نامہ بردل لیگیا۔ مجھے لوٹن کو ترنا گیا۔ اے میری کیا۔ میری کیا عمر
 کیا اور حسرت بھری تصویر کیا۔ جو پیارے دوست آپے طلب کی اور آپ نے
 مجھے چہپا کے چہپا نیکیا اونہین غایت کی۔ اجی حضرت خبر دیونکی تصویر
 خوب ہوتی ہے نہ کہ ہم جیسے روکش کی لکس ہوتی ہے۔ وہ تو خواب میں بھی میرے
 خیال سے جھکتے۔ میرے تصور میں سائے بڑھکتے ہیں۔ تصویر کی پرچائیں سے
 کیسا کچھ سمجھتے ہوں گے۔ چمکہ وہ میری آنکھوں میں بس گئے ہیں اس رو سے شاید
 شبیہ دیکھنا ناپسند نہ کئے ہوں تو قسمت کی بات ہی۔ کہہ سکتا یہ ہے کہ میں تصویر کا
 چوکھٹہ دیکھ کر شوق دیدار کہہ نہ جائے۔ میری صورت کی طرح انکی طبیعت اتر
 نہ جائے۔ رنگ نہ اڑ جائے۔ مزاج کھنچ نہ جائے۔ حسنِ زمان چسکو کہتے ہیں

حسین زمانہ اسپر رہے ہیں ارے وہ یہی ہے۔ ہائے پھر تو ستم ہو جائیگا۔ خاکسار
 کا خاکہ برباد ہو جائیگا۔ لہذا آپ مہربانی کیجئے بالضرورت انا کھدے کیجئے۔ صورت نہ دیکھئے
 سیرت دیکھئے۔ کیونکہ احسن انخالفین نے جبکو حبس کیا جاوایا بنا یا۔ اس میں کسی کا
 کیا اجارا ہے۔ ہاں سیرت میں کسی قدر یا ہے۔ دیکھو تو تم جیسے اپنے وقت کی شیریں ہو
 ہم بھی اپنے زمانے کے فرماؤ ہمیں کہ نہیں۔ شکر خدا جہاں لہا تہ میں لیتے دہتے
 تھے۔ اب تصویر تو لے لی۔ جہاں میرا خط سٹے ہو بزار ہی تھی اب سوانح عمری دیکھتے
 ہیں۔ خدا کرے تحریر کے دیکھا دیکھی صورت دیدار مقرر و شکل تقریر نکل آئے۔
 محب کو منجانب حبیب بعد سلام پیام بھونچا دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو یا م گزار ہی تھا
 وقت گزر جائے۔ حسرت باقی رہ جائے۔

مولوی محمد علینان صاحب کے نام

استغفہامی نامے کا شکر۔ منہومی شکایت کی کھایت کرتا ہوں۔ صبح گزشتہ سہینہ
 من نہ وشنو زاری دل پہ مہیہات کس زبان سے نہان کا بیان کروں۔ کس منہ
 ناگفتنی کو عیان۔ ادھوری زندگانی میں۔ ساری خرابی یہ آن پڑی ہے کہ کثیر
 جر کو لگ کے پیرنگ کھا گیا۔ اب درخت کا سر سبز ہونا معلوم۔ پھلنا پھولنا
 نامعلوم۔ ڈھاک کے تین پات تک معدوم ہیں۔ وہ احسن تا غیر اقوام کا قوم عرب
 میں شریک ہونا بھی سے عربی کا خلط ملط ہو جانا ہی شامت اعمال کا عملی شکوفہ تھا اس

تو امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے احتیاط کیلئے فرق بتلادیا
 تھا (زنا سے جلق بہتر جلق سے جاریہ بدتر) جب غیر سے وصل ہونے لگا۔
 پیٹ سرگن نکلنے لگے۔ فضائلِ نسبِ خصالِ حسبِ مین از خود فصل ہو گیا۔ آبِ شرف
 لبانی رہی نہ فضیلتِ نفسانی تو لگے نفسی نفسی کہنے۔ جس کا آغاز طوافِ الملوک
 تھا۔ اوس کا انجیم طائفۂ مملوک کی نکلا۔ اس نکال کا نتیجہ لازمی نا اتفاقی سر
 اتفاق وفاق سے نفاق پھیرا۔ بس حالیہ حالت نامحمود۔ نیک بختی منقود کج بختی موجود ہے۔
بنام نواب محمد قاسم علیخان صاحب

کہیئے تو مجھ جیسے لاشے سے ملنا کیا تشبیہاً اللہ ہے۔ دیکھیئے تو میری نیستی میں
 کیا ہستی کا نظارہ ہے۔ مین مثالِ عکس شخص ہوں بلکہ اس کا بھی علی العکس ہوں۔
 دیکھنے کو اکہمین ہیں۔ بصارت نہیں۔ کان میں سماعت نہیں۔ ہونٹھ میں لب
 کی طاقت نہیں۔ لسان میں گویائی و قوت بیان نہیں۔ گویا منہ میں زبان نہیں
 اسیلئے تو میں بے حالات کہتا نہیں۔ حالت خود کہتی ہے کہ کیا حال ہے۔ وہ اور
 میں جو کہتے اور کرتے اور مین۔ مجھے اور وہ کی طرح نہ جانتے۔ درحقیقت میری زندگی
 گھوڑے میں زندہ درگور ہوں۔ آپ واقعی واقعات سے نادان ہیں۔ بارے
 آپ کے والد ماجد بھی کیا انجان ہیں۔ قسام ازل نے میری ایسی قسمت ہی نہیں کیا
 جو اقربا کیلئے کچھ کرتا۔ اگر کرتا تو کیا کچھ نہ کرتا۔ مین اقارب کو کل عتارب نہیں کہتا

ہر کو دن کیا کہ کچھ کرتے دہرتے ہونہیں سکتا۔ خدائے کریم نے مجھ پر ایسا کرم
تو کیا نہوتا جو سزاوارا کرام ہوتا۔ منعم کے دیتے پر انعام نہیں کرتا۔ کفرانِ نجا
کرتا ہوں تو رب العالمین میرا حشر کفار کے سات کرے اور وہ کرے جو ان کے
سات کرے۔ برا نہیم اگر آنا ہی مرکوز ہو تو ایسے آئے جیسے کوئی میت پر
ایصالِ ثواب کے لئے جاتا ہو۔

ایک عزیز کے نام

قیامت نامہ پھونچا جسکے دیکھنے سے شورِ محشر فی الحقیقت بے حقیقت ہو گیا۔
آپکے اعمال نامے کو شہرِ آشوب کہنا بیجا نہ ہوگا۔ نہین معلوم تمہارا حشر کس
ساتہ اور کیا ہوگا۔ لاکھ فکر کرتا ہوں۔ میزانِ عقل میں تو لٹا ہوں۔ مگر یہ دن
ہی نہرِ لا ہے۔ جس کا حساب ہی نہیں ملتا۔ تمہارا انداز کبھے دیتا ہر شعر
نہ خریدار کا حصہ ہوں نہ حق بائع کا۔ میں وہ دانا ہوں کہ گرجاؤں میں نہ
اے مردِ خدا تمہارے سر میں مغز ہے کہ حرام مغز۔ تب تو یوں مزاج بگڑے
عصنی مزاج ہو گیا ہے۔ اہل یورپ کہتے ہیں بندرِ آدمی بہ ترقی و تربت
بنا ہے۔ میں کہتا ہوں تلو حیوانیت نے سچ مچ آدمی سے بندر بنا دیا ہے۔
انسان کو خاک کا تپلا جانتے ہیں۔ تمہارا وجود اگر چکنی مٹی سے بنا ہے تو
چکنی چٹری پاتین تمہاری سرشت ہوتی۔ تلخ مزاجی سے یوں ترش روی

کی صورت پیدا نہ ہوتی۔ روکھی پھکی طبیعت سر بد مزگی ہویدانہ ہوتی۔ اور
 انجان شیریں زبانی شیوہ انسان ہے۔ دشمن جان بک بنہار جان قربان
 بد کلام کا انجام حب شعر۔ شعر دہن خویش بستانم میا لاصائب پہ کین زہر
 قلب بہر کہ دہی باز دہد پہ لاکلام ہے۔ دنیا بھر کی شکایتیں زمان زمانہ کی
 حکایتیں جو کرتے ہو۔ کہیے تو آپ کیا مین کیا ایک جہان تمہارا حاسد ہر او تم محمود
 نقد ان قوال افعال سے باز آؤ۔ مجھے مبارزی نہ کرو۔ وقت سیر زمانہ سازی
 اور د سازی کرو اسلئے کہ تمہیں نیاداری کرنی ہے۔ ورنہ وہ شاید دیکھو
 کہ شدا د نے بھی نہ دیکھی ہو۔ چمکو حضرت پیر و مرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد کیا
 جس کو آب زر سے لکھنا چاہیے۔ فرماتے ہیں۔ عالی درجہ چاہتے ہو تو واللہ
 ادب کرو۔ مساوی سے مساوات نہ کرو۔ مواسات کرو۔ کم حیثیتو نیز زیادہ
 القات کرو۔ موافق و مخالف سے حب مصرع باد وستان تلاف با دشمنان ملار
 برتاؤ کرو۔ علی ہذا بدھو کی تعظیم اسلئے کرو کہ متھے وہ ثواب مین زیادہ ہیں۔
 کم عمر و نکی تکریم اسوا سٹے کرو کہ حرمت مین تم سے کم ہیں۔ ہم سن حسن ظن
 باین لحاظ رکھو کہ غالباً نیکی مین شریک غالب ہو گئے بجان اللہ کتنا پاک مسلک
 جس سے دنیا بخیر عاقبت محمود ہو۔ اس سر مغزنی پر بھی اگر تمہارا یہی سراور
 سودا ہی تو میرے درد سر نہ ہو۔

اکھڑو گے۔ جیسا ہاڑی ٹٹو ہریالی پر۔ بیچارہ میر غشی پھرتے پھرتے میر غش ہاڑی
فریش ہو گیا ہوا اور تم اڑیل ٹٹو کی طرح نئی علت نرالی کر پڑی کئے جاتے ہو۔
برسات کا عذر لنگ ہے۔ معذور دن گریباتی ہوا کرتی ہے بانیہمہ اگر حاضر ہو گے
(ساون ہرے نہ بھادون سو کہے۔) کی ضرب المثل بن جاؤ گے۔

مولوی خواجہ محمود جان صاحب و کار عدالت ضلع اندولکھام

ہیچات آپکے منکر و نکیر نہ آئے۔ نامہ اعمال ہاتھ آیا۔ شدت اعمال سے یہاں
پڑھا جانا کیسا۔ حاشیہ خیال میں بھی نہیں آتا۔ کہ لکھا کیا ہے۔ ناگزیر بنے اگر احم
غشی کو دیا کہ کسی خط شناس سر پر ہالائیں۔ مگر کسی مجال تھی جو آپ کا نوشتہ پڑھتا
قصہ مختصر معاد سماعت عارض جانکر گاؤ خور در دیا۔ آپکے رب مدد کے ہوئے
مکتوب کو غالباً ڈاک کے نے نوٹ بک سمجھ کر اڑا لیا۔ یا ڈاکو نے نوٹ کی پٹ
جانکر لوٹ لیا۔ جب میں التماس پر التفات نہیں کرتا۔ تم نے پر کیا لحن کرتا۔ لیکن
کے اول تعلقدار کے فرزند کو (جسے آپ کو بیڑ میں غالباً آشنائی ہوئی ہوگی)
مولوی مہدی علی خان صاحب انہیں خطاب سکرٹریٹ دیا تھا۔ جہاں آبا تشریف
لیجاتے ہیں۔ فرزند بھی پیچھے لگے رہتے ہیں۔ بے آنکھ کوئی پوچھے کہ نہ پوچھے
سکرٹری صاحب میں کہ فرائے بہر رہے میں کہ والد ماجد ایسے ہیں ویسے میں
ادری کے جا بے دو پیسے میں۔ خدا کے کریم کا واسطہ اگر آپ مجھے بخشہ دے

اتنا کہنا چاہتا ہوں۔ کہ بس مضمون تو ایک ہی ہے۔ صرف الفاظ کا فرق ہے۔
وہ باپ کے سکرٹری تھے۔ آپ فرزند کے سکرٹری ہیں۔

نواب رفعت یار جنگ کمشنر انعام کے نام

میں قدرِ یگانگت جتلاتا۔ نہ بتلاتا۔ وجہ کیا۔ اتحاد کا اندازہ متحد نہیں کر سکتا۔
بحرِ مودت میں کوئی لاکھ ہاتھ پیر مارے مگر پار جانا دشوار تر ہے۔ آخر یہ
تفتہ جگر بھی تو اسی سمندر کا ڈوبا ہوا مشناور ہے۔ با اینہم ماہی بے آب
ہوں۔ تاب سی بیتاب ہوں۔ زارِ خشک نا آشنا ہو وہ کیا جانے کہ میں کس
شوقین پہا جاتا ہوں بندہ بند ہوا نہیں ہے۔ دبستگی سے البتہ وابستگی رکھتا ہے
اسیر جس کا جو جی چاہے باز نہ لو باز نہ ہے۔ سمندر ہوں شور نہیں کرتا۔ جوشان
ہوں جوش نہیں کرتا۔ نالان ہوں نالہ نہیں کرتا۔ موج ہوں۔ موج زن نہیں
ہوتا۔ ہر چند اپنے سی باہر ہوں پر آپسے باہر نہیں ہوتا۔ بے بہرہ ہے
اس آبِ حیات سے وہ جو بہرہ ور نہیں ہوتا۔ ظلمات کی جستجو میں سفرِ بحرین کیا
کہ حفظ البحرین پڑھیں۔ ملے کیا خاک۔ آبِ شور سے آبِ شیرین نہیں ملتا۔
دنیا میں کون شے ہے۔ جو اس رنگ میں ڈوبی ہوئی نہیں ہے۔ بلبلِ عشق
گل میں مبتلا ہے بچ و محن۔ گلِ عاشقی بلبل میں گریبان چاک تا بدمن سنبل
زلف سی پچان۔ کاکل سنبل سے پریشان۔ قمری عشق سر و مقیہ بہ طوق و سلا

سرو مجتہدین صنوبر کے پاجگل۔ سبزہ سبز خطون کا پامال۔ نہال شمشاد
 قدون کا پامال ہے۔ ہر چند آرزو شراب زندگی حباب ہے۔ تیسرا زاہد عالیجناب
 ہانک لگا رہے ہیں۔ مان مے ناب نہ پینا ورنہ شراب ٹھہرنا یاب ہوگی
 آج صبر صبر چلیو۔ تلخی تلخ کامی سہو۔ فردا حور خدمت میں قصور نہ کریگی۔
 آپ سچی کیجئے ضرور ملیگی۔ آپ کو ظاہر پرستی سے نفرت ہے تو پھر کیوں ظاہر
 پرستوں سے ربط و موافقت ہے۔ تعجب نہیں آپ کا قلب دوست نما ہو کر شدہ شدہ
 جہان نما ہو جائے۔ جو آپ سے باہر نہیں جاتا۔ جس کا خط آپ تک نہیں آتا۔
 اوسکے آنے کا یقین آپ کو کیونکر آیا۔ برگ و شاخ پہلے جھومتے اور
 پھول بھولتے ہیں تب کہیں ٹھہرتا ہے۔ افسوس زندگی کا فی معدوم زندگی
 عدم۔ اس پر جدائی کا ماتم دائم ہے۔

حاجی مولوی سید شاہ غلام جیلانی صاحب قادی جاکیر اکرم بابر نا
 تاجد گرد دنیا گردی : دنیا معلوم و اہل دنیا معلوم : آپ نے صاحب معلوم
 شکر۔ صوبے کی حکایت زمانہ بہر کی شکایت۔ خصوصاً خاکسار کی نسبت عتاب
 بے نہایت ظاہر کر کے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ سمجھ کر کہہ کر بے سمجھی کیا ہے
 دوست سمجھے ہو تو سمجھ جاؤ۔ امکان میں دروغ نہ ہوگا۔ ناممکن ممکن العمل
 کیونکر ہوگا۔ آپ اتحاد کے قائل ہیں تو معقول ہو جائے۔ ورنہ غیر متحد سے

شکر کیسا شکایت کیسی۔ خیر مناسبتی کہ خیر گزری۔ نہیں معلوم کیا گزرتی۔ آپ
 بزرگ و بزرگ زادے۔ اور دنیوی وہ الجھن۔ یہ اُلٹ پھیر۔ لاکھ فکر کیجئے
 سوئی کے ناکے سے اونٹ ڈاڑھی سے تنکہ نہیں جاتا۔ غم کلیجہ کیون نہ کہا جائے
 وقت سے پہلے کلیجہ نہیں ملتا۔ محال کا امکان محال ہے۔ تغیر جس عالم کی
 ہے۔ وہاں اپنی ذات کو قائم جانتا وصف بہائم ہے۔ نہ اوصاف آدم۔
 جسکی ابتدا اگر یہ وزاری ہو او سکوتنا خوشی منہی کی بات ہو۔ جسے جینا کہتے ہیں
 وہ افاقۃ الموت یا موت کے انتظار کی ایک مدت ہو۔ بہر حال دنیا جب مقام
 گزراں۔ سراب رنگ روان ہے۔ رنج کا رنج کیسا نہ خوشی کی خوشی کیسی۔ شب
 سمور گذشت و شب تنور۔ یل رنجور گذشت و لیل مسرور۔ کیون صاحب کعبے میں
 بسا بتوں سے آنکھیں لڑانا صنم کی مہسایہ داری۔ حرم والوں سے امید داری
 احرام باندہ کے محرم راز کی خوشخواری۔ آئین دینداری ہے۔ حسینو کو
 آئینے کی قدر ہے۔ صورت بُری ہو تو آئینہ تو سے سر بدتر ہے۔ بجا ہے
 یہ جائے گردن زدنی ہے۔ نہ مقام دم زدنی۔ اے جناب مجھ جیسے
 دل شکستہ جگر پرستہ۔ نفس نیم سوختہ سے کہ جس کا سر سرگردانی سے دوش
 پر بار۔ گردن ندامت کی زیر بار۔ ہاتھ دست بگریبان۔ گریبان چاکا یا مان
 آنکھیں سراپا صورت انتظار۔ زبان یاران ہمزبان کی جدائی سے خموش۔

دوش یاس سے ہمدوش۔ حسرت دوش بدوش۔ آغوش لحد کی ہم آغوش ہو
 کلمہ مند نہ بنو جئے۔ جانے بھی دیکھے۔ جان بازان بے نیازی جیسا کہ ہیں
 وینا ہی خود داری سے چلے جاتے ہیں۔ جی چاہتا ہی ہزار جانے بیٹے
 گروے کے لوگوں پر اپنے تئیں تصدق کروں جو حصول پرشکر۔ لاجھول پر
 شکر کرتے۔ بلکہ نہ ملنے پرشکر۔ ملنے پر ایثار کرتے ہیں۔ دل ادھ جاتے ہیں
 یہ دل نہیں تشکدہ ہے یہاں آرزو کے فانی۔ فنا و سوختہ ہے۔ روحانی
 کیا پہچانیں یہ کیا سودا ہو۔ انجان کیا جانے یہ کس سر کی سر نوشت ہو۔ اس
 سرشت کا کیا سرشتہ ہے۔

بنام نواب حامد الملک خان خانان حسین المہام متفرقات رعایا

قاصد آیا۔ مزد کہ قدم رنجائی لایا۔ وہ خود دار آیا۔ میں خودی سے باہر
 ہوا۔ جی چاہتا تھا اسکے لہ دیدہ و دل بچا دوں۔ اس لئے کہ مصیوع
 قاصد محبوب بھی محبوب ہے۔ لیکن ادب نے جتلا یا کہ تمھاری کائنات و سلاطین
 میں اور کیا ہے۔ جو مقصود کیلئے فرش و پائیدان کرو گے۔ عرض طبیعت کی
 عجیب کیفیت تھی۔ انتظار میں نظر بردر۔ کان پاؤں کی آہٹ کے غنظر۔ مردم بڑ
 نگہبان کی طرح گردش میں اوہرا و ہر۔ آنسو کون نے چڑکا کر دیا۔ تاکہ
 گردِ راہ غبارِ خاطر با صفا نہ ہو۔ مشتاق آپ کے دہر کے میں بار بار مشتاقانہ

کھڑا ہو جاتا۔ مایوسانہ بیٹھ جاتا تھا۔ اضطراب میں سینے سر دم کھینچے آنکھوں تک
 بھونچا۔ جان بصورت آہ لبون تک بچو نہی۔ باغ سے صبا چین سے ہو گزری
 برجیت ہنوز آپکی سواری اس کو چے سے نہ گزری۔ واحد تاسیج تو یوں ہے کہ
 کوئی اخلاصی چال مجھ سے دوستی کی چلن حضرت سے سیکے۔ جب تک مے پرست
 شربت خانے کے نزدیک۔ مسجد سے دور رہے۔ کعبہ دل حبیب پرستان آپسے
 آباد رہے۔

رہمت پورہ کے شوقین نواب کے نام

میں آپکا شاکر نہیں۔ اپنی تدبیر کا مشکور ہوں۔ کہ کس تجویز سے تقدیر کو
 اپنا مشیر کر کے بہر قالب آپکے قلب میں تاثیر پیدا کر دیا۔ حالِ جناب کے دولت
 سرا کے چھوٹے تک جب آچھوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں تو میرا کیا منہ
 جو رخ کرتا۔ لیکن واہ ری قسمت نصیب اسکو کہتے ہیں۔ نا تو انان محبت۔
 رسائی کی یون رسم و راہ نکالتے ہیں عاشقوں کا جب حشر ہوگا۔ مقتول عوید
 قاتل جاہدار ہوگا۔ فرمائیے تو کیا جواب دیجئے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو خون ناحق
 کا دہیتہ دامنِ سفاکی کو لگ جائے جس سے آپ تر دامن ٹھہر جائے۔
 خیر اسکو جانے بھی دیجئے فردا جو ہونا ہو وہ ہوگا۔ بارے آج کل جدائی میں
 آپکے جیسی گزرتی ہے کیا کہوں کہ کیسی گزرتی ہے روز روز قیامت ہو تو شب

وہ بلا کی رات جبکی سحر آفت ہے۔ تنکے چُن چنکے شام کرتا ہوں تو تارے گن گن
کے صبح۔ بس ایک مین ہوں اور شمع۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ شمع کیسے
روتی۔ کسے شوق میں گھلتی۔ کیوں جلتی ہے۔ کیوں جناب ہمارا انکار و پیر
لوٹنا۔ جگر کا بہنا آپکا مزہ پُرا۔ سرمہ۔ مٹی۔ حنا سپنا۔ منظور نظر پُرا۔ کیا
خوب اچھی پُری۔ تماشا پُرا۔ آپنے سکار کو تقرب ملاقات کیا پُرا یا ہے۔
جنگل میں منگل منایا ہے۔ بارے ہم سکار کیا کریں جبکہ خود ہی پنچیر یا رہیں۔
نشانِ ملامت بنکے کسے نشانہ ندامت بنا لیں۔

مولوی خواجہ محمود جان صاحب ناظم عدالت ضلع اندور نام
آپکا خط آیا۔ جسکے نظارہ سے آنکھو نہیں وہ سما بند ہا کہ گل رخونکا خط تک
لکھا ہونے لگا۔ کیا نستعلیق خط آپ کا میری خاطر شکستہ کو مہربانی کا واسطہ
کیا۔ خداوند کریم آپکے مقاصد کو کامیاب یوں کا بستہ کرے۔ بڑی صاحب کی
کامیابی کی تفصیل کا اختصار یہ ہے (جی۔ اے) ہونا تو امر لازمی تھا۔
اوسکا ذکر ہی کیا ہے۔ علی ہذا الجمل ابواب کو بھی اوسکا مستلزم سمجھیے۔
کیونکہ جسکی ولایتی تعلیم میں ہزار ہا روپے کی نوبت آگئی ہو اوسکا نہ ہونا
حیرت کی بات ہے۔ نہ ہونا۔ کوئی فخر و مباہات ہے۔ درحقیقت مجھ حصولِ کٹورگی
معاف ہے۔ مگر میں اوسکو تحصیل لا حاصل جانتا ہوں۔ سبکوں کے احسان اور

عوض طلب و مطلوب سے کہ تہ اوٹھانا بہتر سمجھتا ہوں۔

خط ایک دوست کے نام

مسلمین عیسیٰ میان بازار و موسیٰ محلہ سے عموماً مصلیان مسجد سے خصوصاً
سنا گیا کہ کسی درویش بد کام کا آپ کے یہاں مقام ہے۔ جس کا وظیفہ و شام
بد گوئی۔ و روز صبح و شام ہے۔ خدا جانے اس ملامتی کا کیا آغاز و انجام ہے
اجل گرفتہ کو اپنے جو سرِ بام ٹھیرا یا ہر شاید حیات اسکی لبِ بام ہے۔ فقرہ بازی
سے راہ چلتوں کا ناک میں دم ہے مبادا کوئی مارتے مارتے ایسا بیدم نہ کر دے
کہ پھر دم نہ مارے۔ غالباً اس خونخواری کو ضرور مایخو لیا ہے۔ اسے معجونِ عقرب
کھلانا اولیٰ ہے۔ اس دہماز کا حق ہدم نہیں البتہ حقہ و مساز ہے جسے
خرقہ تک پہن نہ ہو اس سے خرق عادت پیہم ہو۔ حضرت محمد صلعم نے شقِ لقمہ
فرمایا پہلا یہ شقی شقِ اچھا پاتی تو کر دے۔ تب ہم اسکے آٹے دال کا بھجوا دیکھا کر
نواب میرا حجت علی پاشا من اقر بامی حضور نظام کے نام

شاکل کو صدائی بازگشت کی طرح شکایت نامہ بھجوا۔ با آنہمہ و بے اینہمہ بیدی سے
دل مکدر تھا اسکو وہ جلا و صفا بختا کہ سراپا آئینہ خانہ بنا دیا۔ لیکن ششدر رہوں
کوئی شکل متخیل نہیں ہوتی۔ تحیر سے خیال کیسے نہیں ہوتا۔ وجہ کیا جواب لکھنا
اگر مشکل ہے۔ لکھنا مشکل تر۔ اسلئے کہ صورت واقعہ شکل بہ تعلی و خود نمائی ہو گیا

ناگزیر مثال امر کرتا ہوں۔ آپ کا یہ فرمانا (میں سبک میں دکھائی دیتا ہوں
 نہ اوقات ہوا خوری میں نظر آتا ہوں) جناب میں اسکی وجہ موجب لایعنی ہے۔
 میری طبیعت کا کیف جدا۔ دنیا کی کیفیت جدی ہے۔ میں بد و ماغ نہیں۔
 بے دماغ لا محالہ ہوں۔ وجہ کیا میرے کا سہ سر کو اس بے انباز نے بے نیازی
 سے مملو کیا ہے تو ہوا و ہوس سے خالی۔ اب کسی سے خلط کیسا۔ اخلاط تک
 اخلاط سے پرہیز کرتے ہیں۔ ہر چیز بخود ہی سے باہر ہوں مگر آپ سے
 کب باہر۔ میرے لئے ہوا خوری ہوا کے خوری ہے۔ یہ فادہ ہی اور ہے
 خود رو اپنی نظر و نئے آپ گرا ہوا ہے پر ہوا خواہوں کی قدم رنجائی پریدہ
 دلفسش راہ ہر ہا میرا جانا آنا اسکو نہ پوچھیے اب تو نفس کی آمد و شد بھی شواہد
 نفوس مقدس و انفاس تبرک سے بھی ترک ملاقات ہے۔ بس اپنے ہی پالاس کا
 ہدم ہوں جب تک سرکاری اور رزیدنسی کے دعوتوں میں جاتا ہوتا ملا تاہنا جتا
 شکر لبوں کی صحبت و ہمکلامی کا شوق کشان کشان لئے جاتا تھا۔ ان کے لئے اب
 نا توانی سے جان لب تک نہیں آتی شہر عرض و نیاز عشق کے قابل نہیں
 جس دل پہ مجھ کو ناز تھا وہ دل نہیں رہا نہ اب بس باقی ہوس۔

تقریب نامہ نواب شمس الملک کے نام

رباعی۔ جس چیز کو بیان دیکھیے وہ فانی ہے پڑ آبادی اس جہان کی میرانی ہے

اس نرم میں سب بیٹھے ہیں اٹھ جائیگو ہر جمع کا انجام پریشانی ہے اس
 عالم کی نیستی عجیب تماشگاہِ مستی ہے۔ یہ مقام جا آقا مت نہیں۔ ایک وطیرہ پر
 دو رنگا گزنا یہاں کی عادت نہیں۔ بس ہر شخص عکس کے مثال گزرا جاتا ہے پشانی
 کیلئے یہ مجمع جمع کیا گیا ہے۔ آہ جیسے حوادث بے اختیاری ہیں۔ قلع و قارب
 بھی اضطرابی ہیں۔ دل غ مفارقت نہیں ٹھتا۔ جب تک بتلائے فراق نہ مرے۔
 آئینا لے انجام پر شروع سے روتے آتے ساکت ہو کر چلے جاتے ہیں۔ شام
 شام غریبان ہے صبح روز ہجران۔ شب غم میں سیاہ پوش ہے تو سحر چاک گریبا۔
 چارچمن عالم خوف خزان زرو۔ لالہ حمر تو سنے داغدار و پرورد۔ نرگس بہار
 چار سوزش سے شرر بار۔ سرو بصورت آہ ساکن۔ قمری طوق بہ گردن۔ گردن
 بے ثمری و نیرنگی سے بیرنگ۔ غنچہ دل تنگی سے تنگ۔ پلس صیا و سے لصد با
 ہزار داستان کا ہم آہنگ۔ صبا باد صحر کی طرح خاک بسر۔ تپش سے انسان کے
 دل میں اگلے۔ پتھر کے جگر میں شر۔ چشمونکی آنکھیں ڈھرائی ہوئیں۔ یا
 سے لبریز ہیں۔ فوارے جانوں سے چھوٹے ہوئے۔ مایوسی میں ایلے ہوئے ہیں
 اُن کل جو شمع محفل تھا آج گل ہے۔ وہ خوش گل جو باعثِ زندگانی تھا گل
 ہے۔ وہ جو بد بخت تھا اب داغِ دل ہے۔ غم وہ ہے جس سے دل کا خون
 عقل کو خون ہوتا نہیں کو مجنون کرتا ہے۔ پر کیجئے کیا ناشکیبائی بے فائدہ ہو۔

فشی غلام غوث خان بہادر ذوالقدر کے نام

ہر چند یہ مجھ پر بظاہر دور ہے۔ مگر فی الباطن در حضور ہے۔ باین نظر کہ آپ کے منشآت

جنگاں لفظ طفقوت ہے۔ اس کے معانی ہیں۔ میں ہر ایک آپ کو دیکھتا ہوں۔

بارک اللہ سید فغان بخیر نہیں آکان باخبر ہے۔ گو لجن اودی اشہر ہے لیکن

یہ اثر کہ ہر ہے۔ طبیعت جو اس سے متاثر ہے۔ اس قدر وہ کب موثر ہے۔ یہ کتاب

ادب میں ادیب بے نظیر اور طرز تحریر دلپذیر ہے۔ آپ کا اپنے تئیں فقر سے

غلوب کرنا اور فقیر لکھنا جسے میں فعلی سمجھا تھا مشاہدہ کلام سے وہ محاکل گیا۔

سیاق کلام واقعی مصداق دعویٰ ہے۔ جب ذاتی محامد ایسے ہوں اور قہمی

مستحکم ویسے تو نامحمد ہی ہو گا جو مسعود نامے کا مشتاق نہ ہو گا چونکہ آپ نے اول

سے شک و گنا جواب اپنی تخلص کو (بخیر) تجویز کیا ہے لہذا شکایت نہ کر کے حکایت

بیان کرتا ہوں۔ سادون بجا دون کا ہمینا جوان اور جوان مزاج کو حسیا گد گد کر

دیتا ہے۔ سوسن کی زبان کہنے دیتی ہے۔ مگر اس سادون ہرے نہ بہادون سوسن

پر حجت خدا کی زائد خشک کی طرح ہال میں بیٹھا ہوا منشآت دیکھ رہا ہے ناگہان گناہ

اس خط پر حسین شبیبہ کا ذکر ہے پڑ کے تصویر پر تنویر پر جا پڑی۔ پھر کیا ہوتا

کشش محبت کا عجب حال تھا۔ یہ ہے یہ آپ کو لکھے کون کہ کسی وجدانی حالت

کیونکہ سٹر محمد جان مین نہ سٹر محمود جان۔ اسوقت عجب سما ہی۔ ولین آنکھوں مین
 آچکا وجود سما گیا ہر خط کو تحریر نہ سمجھے تقریر جانیئے بلکہ جذبِ دل کا فوٹو
 جب تک برسات برستی رہی۔ پھول اور پھل۔ چھوٹے پھلے پھلتے رہیں اس گل
 سب سے گلستانِ سخن سبز رہی۔

ایضاً

آپ کا اپنے تئیں خجالت سے پانی پانی ہونا۔ سمندر حیرت مین ڈوبتا ہوں فرمانا
 مجھے جیسے نظروں سے گرے ہوئے پانی کو بحرِ مواج بنانا کیا ہی۔ میری نگاہوں مین
 میری آبرو بڑھانا ہی ورنہ درحقیقت مین وہی قطرہ ہوں جو گردِ آب متغلی غرق
 ہو کر عرقِ انفعال مین بہا جاتا ہوں۔ آپ کے کلام زاید الوصف کی توصیف کیلئے
 مٹھ چاہئے۔ بے زبانی سے زبانی تعریف کو۔ گونگے کی مٹھائی کہنی چاہئے۔
 کہاں آفتابِ عالم تاب کہاں ذرہ بقیاب۔ گجماہ و ماہ تاب۔ کجا کر مک شب
 تاب۔ کہ ہر ذرہ نایاب کہ ہر گوہر بے آب۔ کہاں نالہ اور نور۔ کہاں شام کی اندھی
 اور ڈرکے کا کلور۔ پرسون قرنائہ جگر کیا دستیاب ہوا دل ماتہ سے جاتا رہا۔
 کل دستاویزِ محبت ماتہ آیا۔ سر ملبدی سے بھالوں کلیجہ اوچھلتا رہا۔ آجکی
 کیفیت آئندہ کی حالت مین بعدِ غمّس ہوگی۔ آپ اپنے بہت کو غیت سے۔
 دوا کو نادراری سے جو مناسب دیا ہی۔ وہ تو منکر المزا جی ہے ورنہ اہلِ معنی پر

کہلا سوا بھید ہے کہ اس عالم کی ہستی و مہند نے پن سے نیت نہاد کہانی دیتی جو
 ایک تو ناہ نظری سے دور کی شے مد نظر نہیں ہوتی ہے۔ جو ہر کافا محال عادی
 رہا عرض عارضی ہے۔ تو یہ چھوٹا چھٹا ماکیس۔ دہرار ہنار ہجیا ماکیس۔ اسکا
 غم تو وہ کریمین جو مرنے والے ہوں۔ یا ساتھ کچھ لائے ہوں۔ یا لیجا ناچاتے
 ہوں۔ سیاح کو مہمان سرا و کاروان سرا کے صلاح و صواب سے سروکار ہو
 نہ اشیاء کی گذاشت و نگہداشت درکار۔ باقی رہے اعمال کے اٹھار او کی
 اہل محبت کی ملت میں روانہ ہیں کیونکہ مسئلہ (خَيْرٌ وَ شَرٌّ مِّنَ اللّٰهِ عَلَيَّ)
 جب بائین ابرار نہ بوضع اشار مان لیا گیا تو اب تکرار عمل۔ ناممکن العمل
 بیکار ہے مفت کی جھنجھٹ باعث تنگ و عار ہے۔ یہ کیا ارشاد ہوا کہ (فغان
 بیخبر۔ خون ناہ جگر۔ اپنی نادانی کے دو گواہ ہیں) نہیں جناب سرگز نہاں اصلا
 نہیں۔ یہ تو یہ بھیا اور عصائے موسیٰ ہیں جو منکرین کیلئے دوستی مار ہیں۔

ایک دوست کے نام کسی کے کہنے سے

قاصد آیا میں چتون ہی سے تاڑ گیا کہ پوسٹ بیاگ نہیں۔ مخمور بول مریغ
 دباے ہوئے دلے لگائے ہوئے نامحرم سے چھپائے ہوئے محتسب سے
 بچائے ہوئے لکڑ آتا ہے۔ نامہ کیا مارتے آیا۔ دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ ہر خیز
 دل کو ٹھوکتا ہوں۔ آپکو باتا ہوں۔ واللہ یہ تماشا تو دیکھئے جو دل خود نہا تھا

بجولے سی بھی خطائے فاحش نہ ہوگی۔ جتنک پھول میں باس۔ صبا میں جن شبو
مذاب و شراب میں کیف و کیفیت۔ گل و بلبل میں الفت رہے۔ اشتیاق
و امنگیر شوق و سنگیر رہے۔

بنام پرا درم جناب نجاب محمد عظیم الدین خاٹنا بہاؤ تعلقدار
سرگردان ہون مگر پابوسی میں سر ہوتی نہ مایوسی بسر ہوتی۔ آنکھ میں دیدار کیلئے
ترستی ہیں۔ کان گفتار کے سننے کو گوش بر آواز ہیں۔ گاہ گاہ ہے جو نامہ
آتا تھا وہ بھی نارسا ملی نجات سے گیا گذرا۔ اب نامہ رسان تک نہیں آتا۔
کیا فدوی اپنے نصیب کو روئے یا حضرت کی سمیڑی پر آتسو بہا ہے۔ اور
اخلاص پر آپ ادرم فاتحہ تو پڑھ ہی چکے ہیں۔ بس ایک آب اور ہم تھے جو
ایک روح۔ دو قالب بہم تھے۔ آپ قلب تہو۔ میں قالب تھلا۔ اگر میں آگ
جان جانتا تھا تو آپ مجھے روح و وردان جانتے تھے۔ میں قربان تو آپ بلا
گردان تھے۔ مگر یہ خبر ہی نہ تھی کہ آپ بلا وجہ ایسی بے جگری سے بیدی
فرمائیں گے شاید بائین خیال کہ جو اپنے سے بے خبر ہے اسکی خبر ہی کیا ہے۔ تغافل
فرمایا ہو۔ نہیں حضرت ہر چند میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوں پر اپنے سے
باخبر ہوں۔ فتنی قادر حسین صاحب مقلب بہ نعل دکن جنکے فغان تاحہ افغان اور
شور تالب دریا کے شور پہونچا ہے۔ مجھ تک پہونچ کر کسی بیکانہ کو یگانہ ٹھہرا کر لگو یگانہ

چکنے۔ مصرع کہ مرغ مینی کا بچہ کھٹکتے ہی انڈا نہ نواسخ ہو سکتا ہر نہ بے بال
 و پری سے بہر بہری لیسکتا۔ فلہذا پاکٹ بند کر کے بسبیل بیرنگ بنیو اکو خاقان
 بذل و نزال تک پہنچو ادیکجے۔ چونکہ پرکٹ بطبع آب و دانہ پھدکتے پھدکتے
 پھونچتا ہی۔ اس مشت استخران کو طعمہ دیکجے کہ لطمہ۔ بہر حال زرِ گل کے خلیاں پہنچا
 تاکہ گل دم بعد زبان ہزار داستان ہو۔

نواب رفعت یار جنگ بہادر کھانم

آپکے ملاحظہ رقیہ اور رقم فرمانے نے راقم کو دو ہرے کرم کامرہوں کیا
 جس کا تہرا شکریہ ترقیم ہے میں اول ہی سے سمجھتا تھا۔ آخر کار کیا درکار ہو
 جب خود ہی نہیں۔ خودی کجا۔ باقی خدا خدا۔ غم ہو تو غمگسار ہو۔ بیغم کا غمخوار
 کیا۔ سستی کا گہرا مہر۔ کہالت کا مکان آباد۔ اس خراب آباد سے میں
 ایسا بیزار ہوں۔ جیسے شراب خانے سے پرہیزگار۔ یازد سے سرشار۔
 بہر کیف جو کچھ ہو مجھے اپنا ہی رونا پڑا ہی۔ اغیار پہ ہنسنا نازیا ہی۔ میں کسی پر
 مرتا ہوں نہ دوسرا مجھ پر جان دیتا ہے۔ میں کیسا ماتم دار ہوں نہ کوئی میرا
 عزادار ہی۔ بس ہستی مینی سستی کے فرے اٹھار ہا ہوں۔ شعر نہ شادی
 داد سامانی نہ غم آورد نقصانی نہ بیش بہت مابہر کہ آمد بود مہمانی نہ فی زمانہ
 دوت ہر نہ پاس دوستی۔ الا ایک یاس ہی جو پاس ہے مگر ڈیر کا ہے

کہیں بیدلی سے وہ بھی شب ہجران میں سائے کی مثال نہ کہسک جائے
 نہ آپکا برد و بار بیدلون کا دلدار ہو جائے تو ہو جائے۔

مولوی خواجہ محمود جان صاحب مجسٹریٹ ضلع اندوڑ نام
 دہوا اندھارنامے کے پر جوش و گرما گرم فقروں نے طبیعت کو ایسا گرمادیا کہ
 دل کو وہ آتش فشان بنگیا۔ آچکا پچھلے پہر کو نماز صبح ہی پہلے نیم سحری کی روشنیوں
 سرد مہری سے اُون کی طرح اُڑ جانا تسخیر خوش کن عذر کرنا انگاروں پر لٹا دیا۔
 زخم جگر پر مچ اور نک چھڑک کر ہمیرہ کیا۔ لو صاحب بر خور دار بڑے صاحب
 کیمرج سی، ڈسمبر کو داخل ممبئی ہو کر سید ہے کلکتہ جا گئے۔ عالیجناب اب
 گورنر جنرل بہادر سے مشرف ہوئے بعد ۲۰ تک مع انخیر یہاں پہونچ گئے۔ نواب
 اوہنین لینے کو ممبئی گئے ہیں مجھے خبر خطوں کا خط ریکان جب بہتر دکھائی نہیں دیتا
 تو خدا مخطہ چینان کب منظور نظر ہوتا۔ لہذا ابتداء یا تہلکا چکا کہ اللہ فری نشعلیقی کو
 کام فرمائیے۔ شکستہ خط لکھ کر خستہ خاطر کا غبار بصیرت نہ بیٹے۔ مگر مہیات
 آپ چشم بنیاد کہتے ہیں نہ گوش شنوا والسلام۔

منجانب مہجور نواب مہاجر کے نام

آپکا خط ریکان غیرت دہ خط سبز خطان ہی۔ سطرین سنبستان۔ نقطے خط کش
 خال مہجور نشان ہیں۔ ہائے دو چشمی ہم چشم غزالان۔ مسطر رگ جان ہے کاغذ

کی سفیدی بیاض چشم محبوبان۔ سیاہی دودل عاشقان۔ جدول کی روشنائی
 خونِ شہیدان ہے۔ صفحہ صفحہ روزگار کو اُلٹ دی۔ خطِ سرِ نوشت کو پلٹ دے
 مین جان گیا قلم پر ہی کا شہر ہے۔ تب ہی تو نامہ رساں کبوتر کیسا دلبر ہے۔
 خورشِ خطی پر یا قوتِ الماس کھائے۔ خطِ غلامی لکھ لائے۔ طرزِ وہ جس سے
 زما نیکا طرز بدل جائے۔ بگڑا دلِ ستعلیق بن جائے۔ حروف کے رخِ قطِ حرف
 رخِ پہرِ دین۔ الفاظ کے جوڑ لٹا منحرِف کے بند ڈھیلے کر دے۔ عبارت کا
 سلسلہ۔ الفاظ کی گرہ۔ زلف گرہ گیر کے عقدے کھول دے۔ مضامین معنی
 بند سے معنی مٹائے تنگ دہن ان کہلے۔ تکرارِ لفظ قندِ مکر کا مرہ دیتی ہے
 شیرِ نئی سخنِ حلاوتِ کلام۔ حافظ و سعدی کے گویا لب بند کرتی ہے۔
 کہیے تو کیا یہ سلسلہ تحریر و تسلسلِ کطرح چلا ہی جائیگا یا تقریر کا کوئی موقع
 بھی آئے گا۔ مجھے آپسے شکوہ نہیں۔ اگر ہے تو اپنی ہی سے مجھ کو شکایت ہے
 وجہ کیا سنگدل کے ارتباط کو تہر کا کلیجہ چاہیے۔ میکش کو ماہِ تباہ کا دامن
 دُرُکش کو دردِ کثر کا پیرا بن۔ غذیب کو چمن۔ حبیب کو محبِ گلبدن کا شمع
 صنم پرست کو بُت کا بھجن۔ بہمن مین خورشیدِ نہیں۔ برہمن بچہ شمسِ طلعت کا
 درشن چاہیے۔ خالی خولی تکلفی شعر و سخن کسے چاہیے۔ ہمارے ورثے میں
 بالفرض اگر قربِ خدا مقرر ہو۔ مین قبلہ رو ہو کر دعا کرتا ہوں کہ اس سرگرائی

میں آجکے طوافِ کعبہ میسر ہو گیا اور ہے موج و خروشِ بحر۔ و متوج و جوشِ متحیرین
 فرق آنکھ سے ہے۔ بادِ مراد اور ہے۔ ہوا کے نام مراد اور۔ مردم ویدہ کو دیکھو
 مردم آبی کو جانچو۔ آبلہ دل کجا۔ آبلہ پا کجا۔ حجرِ اسود کی سیاہی کہاں سنگِ لونی
 سیاہ کاری کہاں۔ اس لین دین کو دیکھیے۔ اُسکے بوسے لقمہ میں۔ ہمیں
 بوسے دیتے۔ وہاں اشکیار میں یہاں شرابار۔ وہاں اغیار میں یہاں اخیار
 بس طائف سے درگزرے طوافِ کعبہ ہو چکا۔ مطوفِ کعبہ دل نیلے حنا لایا
 ہو کر سیاتِ الابراہیم ہو جائے۔

منجانبِ فاشعار جفا کار کے نام

کیون صاحبِ آشنائی کی رسم ہی نا شناسائی تھی جو آپ نے اختیار کی ہے۔
 بے اختیار ہی چاہتا ہے کہ آپ کی بے مروتی سے پوچھوں۔ کیا وہ اونچی دکان
 یہی پھیکا پکوان تھا۔ جس پر اس قدر شیخی بگھاری جاتی ہے۔ للعجب کہاں شور و شہار
 کجا یہ بے نیکی مزہ یہ کہ اُسے خود بدولت ہی کلمہ مند میں۔ البتہ اس معنی سے تو
 خاطرِ ہون کہ بر خنی سے آپ کی میں منہ نہیں موڑتا۔ ملکِ پاشی پر سبزہ نہیں ہوتا
 جہرِ زبانی پر رکھائی۔ بد دماغی پر بید ماعی۔ نہیں کرتا۔ آپ تو روز میں ہی
 آئینہ خیال نہیں کرتے اور ہم ہر شب آپ کو خواب میں شبِ باش رہتے ہیں۔
 نہیں معلوم آپ خواب پریشان کے تصور میں کیا تعبیر کرتے ہیں۔ سچ تو یوں ہے

کہ اپنی آنکھوں نے مجھ کو شکوہ ہے۔ آپ کی نگاہِ قبر سے نہیں۔ اپنی طبیعت سے
 شکایت ہے۔ فہارے مزاج سے نہیں۔ مجھے اپنے دل ہی سے حکایت ہے۔
 آپ کی سنگدلی سے نہیں۔ مصرع کیا کہوں تہر کے نیچے ہاتھ ہے : یہاں یہاں
 کہلا ہر کہ کسی ستم ایجاد نے تہین کر بلائے، معالی جانیگا شکوفہ کیا : یا ہر مرتون کو
 مارنے کا نرالا راستہ نکالا ہر دم ذبح پانی کے عوض تشنہ کو آبِ دشمنہ
 پلانکی سبیل تہلائی ہے۔ بیہیے واللہ قسم حضرت حسین کی کیا ہی حسنت کی سبوی
 ہی۔ اچھا صاحب جناب مولانا گہیان رمین۔ آپ اوس زمین پاک کی صحبت
 تمام خاکِ شفا پیکر ہماری دوا بنیں۔

مولوی حکیم مظفر الدین صاحب یہاں درمخلص بہ مزاج

ایک مدت سے تنہا جبکی متمنی تھی۔ دل ڈھونڈتا تھا۔ آنکھیں ترستی تھیں۔
 وہ دولت دیدار آپ کے ہاتھوں ہاتھ آئی۔ یہ نوحہ کی بات تھی جو اتفاق سے
 ذکر آگیا۔ تذکرہ ملگیا ورنہ مصرع نسخہ نایاب معنی نایاب بود ہا بیچ تو یوں ہے
 آپ کے فیض عام سے عوام فیضیاب خواص فیضآب ہوئے۔ حضرت مرحوم کا
 پایہ اوس نے پایا جو اس فن میں کچھ پایہ رکھتا ہے۔ اہل زبان ہو تو زبان کی
 صفت کرے مٹھ ہو تو نازک خیالی کا بیان کرے۔ صاحبِ دل آپ کی عالی دماغی
 کو پاتے۔ روزمرہ کو محاورہ دان سمجھتے ہیں۔ کسکی مجال کہ آپ کی بندش

باند نو باند ہے۔ کسکو یا راجو تلفظ پر آپ کے حرف گیری کری جو منہ اور منہ کی کہائے
ایسے۔ ایسے۔ گویا خاموش۔ سجدہ شاہ۔ شادان ہے۔

ایک خٹلمین مجسٹریٹ ضلع کے نام

مجھ کو شاعرانہ تقریر سے عار ہے۔ تحریر تک میری نثر عاری ہے۔ نیرنگی
زمانہ سے کبھی طبیعت رنگینی پر آجاتی ہے۔ تو اس کا مطلب آپ رنگ بدل
رنگ لائے۔ نہیں ہے یہ تو اپنا اپنا ڈھنگ ہے۔ مذاق سخن مرقا
و مذاق نہیں ہے۔ اسے واسطہ پور بی گھونگٹ پر پور پی چرخہ۔ تیر توں
جون۔ چرا نباشد۔ اور کے الفاظ آپ کے تلفظ میں موزون باشد کہ نباشد مگر
میں اسکو ملفوظ شریف کہتا ہوں نہ کہوں تو کیا کہوں۔ آپ نے سر پر (ہٹ)
کیا دیا ہے بس دنیا بھر کی ہٹ دہری پر کمر باندہ لی ہے۔ عقد کے بعد
عقد ثانی۔ عقد ثریا نہیں ستم کی گانٹھ ہے۔ سوت در کنار۔ نام سوت
ہی چھاتی پر مونگ دلتا ہے۔ شاید آپ کے نزدیک (خٹلمین و من) اور
(کامن و من) کا قرین قران السعدین ہے۔ بالفرض اگر ایک کے ملفوظ کا
نوالہ دوسرے کے ہاتھ لگ جائے اور اٹھائی گریے صاحب کہہ بیٹھیں
غم نہ کھاؤ آدھا آدھا بانٹ کھاؤ تو کیا یہ فیصلہ واجب و سنجیدہ سمجھا جائے گا
ہرگز نہیں بلکہ انصاف پر مبنی لگ جائیگا جبکہ گھر چلتا ہے اس کے جلدی ہے۔

پوچھو۔ دو دگر کو دیکھو کیسا اوسکے آنکھوں میں جہان تیروتا رہے۔ اربے
 غیرے نہ تو خیرے کیلئے تو جلتے جھوٹے کا بانس بھاگتے سمجرت کی لنگوٹی
 ہی بس غنیمت ہی۔ یہ قدرت نے زوجہ کو زوج سے ویسا ہی گلہ گیر کیا ہے
 جیسا دست شکستہ گلے کا بند ہوا ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ مغموہ کے لڑکے لڑکی
 پاس ہوں نہ آپکی اس بیوی یا اس پاس ہو اور سوت کا ساتھ ہو تو سپر آپ
 پاس دا بھی نہ ہوں تو بتلائے کہ آخر نتیجہ کیا ہو۔ اگر یہی لیل و نہار ہیں تو
 بس ستورہ کی عمر کے دن تمام میں غالباً آپکی دانست میں گون حیدر آباد
 میں بیوجو دو بیکار ہے گون کا سائیہ اور پولیٹیکل قبادر کار ہے۔

ڈاکٹر محمد علی الدین صاحب

شعر مریم عشق پر رحمت خدا کی پڑ مرض بڑھتا گیا جو جو دوا کی پڑ بتلائے
 قہر معدہ دوا کھاتے کھاتے قراہ۔ نسخون کا پولندہ نسخہ قراہ دین بن گیا۔
 مگر حیف درد بیدردی بیاضی چہرہ در زمان پذیر نہیں ہوتا۔ چونکہ پُرانی دوا میں
 اور پارینہ نسخہ جات از روئے تحقیقات حالیہ نہ ہے ہسٹے میں نیش
 ہمیشہ پیر کا مزاج بھی ایسا پسند ہی لہذا میں نے ایک انوکھ نسخہ تجویز کیا ہے
 جسکی تعریف میں اپنی زبان سے نہیں کرتا آپ کے منہ سے تو صیف مننا
 چاہتا ہوں۔ دیکھئے بلا تعلی کہہ سکتا ہوں ایسا منفع و مقوی نسخے کا آج تک

کوئی موجد نہیں ہوا جو ہر موسم میں معتدل اور امتزاج مصلکین میں ممتنع ہو۔
 مرثیہ یہ ہے جب چاہو کھاؤ۔ جو چاہو پیو۔ پرہیز۔ صرف پرہیز گاری سے
 اجتناب۔ احتیاط ریاکاری و ریاکاری احباب سے ہے۔ کون و فساد میں آزاد
 و آزادی کو ثبات ہے۔ اربعہ عناصر مع ہوا نفس بند کوزہ شہادت ہے۔ مجموعہ
 ہو اس خمسہ شیرازہ بند لذات ہے۔ جب ہی تو عالم اسکا طالب۔ یہ سب کا
 مطلوب ہے۔ عوام اسکا راغب۔ یہ خواص کا مرغوب ہے۔ ملخص یہ کہ۔ وہ نسخہ
 مجوزہ اپنی تیق کیلئے بہتیا ہوں۔ اگر کوئی جزو جھوٹ گیا ہو تو اضافہ فرما
 بصورت پسند اجازت دیجئے تاکہ بلانوش اس معجون روح افزائے سریع العمل
 باسرع آواں نوش کرے اور غم زندگانی جاودانی فراموش۔ زندگی وہی کام کی
 جو زندہ دلی کا کام دے ورنہ زندگی بیکار محض بیکار ہے۔

وہو ہذا

شکر چین سینان ^۱ یاض چشم سیاہ چشمان گل عارض یا سمن بدنان۔ سنبلی ^۲ لطیف
 کاکل شامیان ^۳ سسم خال ہندیان ^۴ پستہ دہن کشیان ^۵ شیرین زبان ملیحان
 لب ^۶ لعل بدخشان ^۷ دروندان ^۸ رمانی ^۹ شکر خند نارس ^{۱۰} ریحان ^{۱۱} سبز خطان ^{۱۲} خطائی
 سیب ^{۱۳} زرخندان ^{۱۴} شفا ^{۱۵} لور غیب ^{۱۶} ترکان ^{۱۷} قندق ^{۱۸} انگشت ^{۱۹} ہر و شان ^{۲۰} ناولستان
 پنچہ ^{۲۱} مر جالہ ^{۲۲} نافہ ^{۲۳} ناف ^{۲۴} آہو چشمان ^{۲۵} چکو ترہ ^{۲۶} سُرین ^{۲۷} مچھ ^{۲۸} انگبین ^{۲۹} درنا ^{۳۰} سفتہ

شاخ نبات - مئے ناب بر تگالے -

باندازہ پیمانہ عمر

نواب میر خورشید علی خان بہادر من اقر بائی علی حضرت نظام کے نام
آپ کا رقعہ دیکھنے سے اس شکستہ خاطر کا جگر خستہ ہو گیا۔ یہ کس دو فصلی کا شکر فر
تھا جو یون گل کہلا ہے۔ یہ کس سنگ شکاری کا چتیا ہے جس سے ہمارا پرش ہرن
ہوا جاتا ہے۔ یہ کون بد چلن ہے جو اپنی چلن کا سکہ پیر ٹہلانا چاہتا ہے۔ سچ جو چوہو پو
حق یون ہے سچا و عویدار میں ہوں۔ پہر یہ گپی مدعی اور شپتی دعویٰ کیسا اور خلفشار کیستی
خیر ہوئی کہ وہ مٹھ چھپائے ہوئے ہے ورنہ جبرے چیر ڈالتا۔ نگاہ بد کرتا تو انکھیں
نکال لیتا۔ دیکھنا جاتا کہاں ہے۔ چین چین نہ بول جا۔ اور بہا گتی راہ پاچی کو نہ ملو
سہی۔ غالباً کسی عقل کے اندھے نے اسکو آنکھ دیکر اٹھی راہ سچائی ہے ورنہ
مجال تھی جو بچ کرتا۔ کیا اندھیر ہے جو دن دھاڑے چراغ گل بگڑی غائب کرتا۔
ان دل جلون لقون ہلقو فسنے خدا محفوظ رکھے۔ یقین ہے بر دو باری آپکی آتش
افروختہ کو برا فروختہ نہ کر لی بلکہ با حسن وجہ خاموشی سے خاموش کر دیگی اگرچہ
میر دل اس عالم سے بے تعلق ہے پر آپکی وجہ سے دو دل متعلق ہے۔ اللہ
ما تعلق واقعات لکھو کہ فی الواقع کیا ہیں۔ تاکہ بقدر ممکن و ناممکن فکر کیجائے۔

نواب صف افکن جنگ کے نام

یہ کس باغی نے آپکو شگوفہ دیا جو آپ قبائے گلگون دربر۔ تاج نہرین بر سر۔

باتیخ و سپرباغ میں شہر کھانے گئے۔ آپ کی ششیر و سپر میں جب پہل پہل میں
 تو گلخدا رجا کر کیا مژگل لائے گا۔ پامالی زر کے سو کیا حاصل کر کے آئیگا۔ اگر فیض
 منظور ہو تو ادھر کرم فرمائے گا۔ شعر آئے ہر ایک شیعہ و سنی برائے سیر
 یہ باغ و اغ عشق ہے باغ فدک نہیں آج تک نہ کہلا باغ جا جا کے کیا گل
 کھلائے گا۔ جب آپ خود ہی سراپا باغ و بہار و منظور نظر ہیں۔ تو گلخدا رجا کر
 کیا تماشا کیجے گا۔ بوٹہ ساقہ۔ شمشاد سحر کتر نہیں گلگون گال سے گل تر۔ بر
 نہیں۔ زبکس بیمار سر گین آنکھوں نے چشم بد و در بہتر نہیں۔ افشان جبین سے
 گل بنفشہ خوشتر نہیں۔ سبزہ رخسار سبزہ گلخدا رکو با کمال کئے دیتا۔ دہن تنگ
 کے رشک سے غنچہ تنگ ہوتا ہے۔ قامت سرو پر۔ قیامت ڈھاتا۔ قد بالا صنوبر
 پر آفت ڈالتا ہے۔ کاکل پچان سے سنبھل پیچ و تاب کھاتا۔ رخ انور سے سوچ
 کہی منہ کی کھاتا ہے۔ سیب ذقن سے سیب آسب زدہ۔ آتش مزاج سے
 چنار بھولا کھڑا ہے۔ لک دار روش سے کبک لٹکیان کہانی رنگین انکھوں نے
 گلاب کی قلمیں یک قلم کٹجاتی ہیں۔ منت کی بیڑی کی تمنائیں قمری بہ بنت طوق بگڑ
 ہے۔ او گورے گالوں۔ کالے گیسوں والے۔ کبتک یہ لیت و حل۔ لب
 رنگ محل سے نکل۔ عیش باغ چل۔ بخلین نہ جہانک۔ ہم سے ہو در بخل۔ ہے
 گل و جب ہمیں خار کھلاتے ہو تو پہلو میں جا دینے میں عار کیوں کرتے ہو۔ ہے

رکے تم یہ کیسے سرد مہر آتشین رخسار سے بالا بڑا ہر کہ ٹھنڈی آہن بہتے بہتے
 دم سرد ہو گیا۔ پرواہ رہے مسیحا دم۔ تو نے دم اخیر تک ایسی سون لیا کہ دم
 نہ مارا۔ تمھاری سنگدلی سے وہ پتھراول ہوئی۔ آنکھیں پتھرا گئیں مشکل
 سنگساری حل ہوئی۔ اے مہربان واسے برین نامہربانی اچھی لگی تھی
 کیا میں مینڈولا ہوں۔ جو باتوں میں جھلاتے ہو۔ بلا ہوں جو سر سے مالتے ہو
 واہ صاحب ہم باخلاص درود پڑھ کر پہنکیں۔ اور آپ صلواتیں سنائیں۔
 تمہارے مصحفِ رخ نے میرے دل کو سپارہ کر دیا۔ مگر الحمد للہ تم اس دُائی سے
 بے نقط سناتے ہو کہ جی بے اختیار آمین بول اُٹھتا ہے۔ تم نے لاکھ تلخ کہا
 شکر کھایا۔ میں بے مزہ ہوا ہوں نہ ہوتا۔ اور شکرین لب تمہارا دماغ تنگ
 تنگ شکر ہے۔ جسکے وصف میں میرا قلم منشر ہے۔ لوگ گلوری چاہتے ہیں
 تم حرفِ مطلب چباتے ہو۔ مٹھے کہاں ہے جو باتیں بناتے ہو۔ جھوٹا مٹھے بڑی
 بول بولتے ہو۔ یا وحشت یہ آجکودہشت کیوں ہے۔ جب عشق میں مورچہ تک تمہارا
 تیغ آبدار کو کہا جاتا ہے۔ حیف ہے کہ میں عاشق ہو کے آپکی تلوار کا وار
 نہ کھاؤں۔ لہذا الحمد تمہارے میٹھی باڑہ دار نیچے ابرو کے وار نے میری
 ابرو بڑھایا۔ یہ پھل دیا کہ ولایتِ شرف کا ثمرہ ملا۔ تمہیں واللہ ہے۔
 نیس کہنا کہ میں اس نیچے کو آبِ حیات تو نہیں پلایا تھا جو یوں میرے زخمِ جگر

ہرے بہرے ہیں۔ یہ آپکی طبیعت کس لئے بدلی۔ زمانے نے کیونکر نگاہ لا
 آپ کیوں مجھ پر برسے پڑتے ہیں۔ اُن رے غضبِ آبِ شمشیر سے پانی کے
 بدلے خون اور شرارے نکلتے ہیں۔ شاید اپنے تیغِ خونِ آشام کو زہرِ یاس
 بجھایا ہے۔ تب تو بجائے پیاس بجھانے کے یون لہو پتی زہراؤں گھٹی رنگ
 لاتی ہے۔ جس سے آپکی خمیر کے جوہر کھلتے ہیں۔ آپکی طمع کا رسی سے
 کہاں تک کوفت کھاؤں۔ تاب اٹھاؤں۔ تم نے تو میرے نام تک کو تڑپا
 کر دیا ہے۔ خم ابرو کے بل میں ناوکِ مرگان سے آنکھوں میں دم آگیا۔ تھکا
 ہاں ہوں شمشیرِ دہم کا کام کر گیا ہے۔ فکرِ مرہم میں اگر مرہم جائیں تو بھی
 تم رحم نہیں کرتے مٹانے کے دینے کے عوض ٹکے سا جواب دیتے۔ آسمان میں
 او دھڑیریں سے تھکے لگاتے ہمسور فوج پر ہوتے ہو۔ تہیں واسد ہے
 کیا ہمارا خون ہڈی ہے جو ہمیں اُدھر رکھتے ہو یہی بات تم نے نہ اُدھر کا کیا
 نہ اُدھر کا۔ جی ہاں ضرور آپ خون بہا دیں گے۔ اُجی میان نام کو بھی تو
 تم کوڑی کٹا رہیں نہیں رکھتے۔ واہ رے کہلاڑی کبوتر کے ساتھ
 میرے خوش اُڑاتے ہو۔ کبوتر لڑا نیکی اُڑ میں اغیار سے آنکھیں لڑا
 لالہ رو متھاری نافرمانی سے میری جان کے لالے پڑے ہیں۔ او شعلہ رو
 سرد مہری سے جلانا ہنسی ہنسی میں رولانا۔ آگِ بانی میں لگانا۔ بازی نہیں

آتش بازی ہے۔ آپ کالا و فلا نے مجھے بلا میں پھانس رکھا ہے۔ زلف کا رونا
 سر کے ساتھ ہے۔ وبال جان ہر دن پریشانی سے گزرتا ہے۔ شب پریشان خواب
 میں گذرتی ہے و احسرتا جیکے یاد میں ہم سب کچھ بھولے۔ انکا بھولے سے بھی
 ہمیں یاد نہ کرنا۔ عیاری نہیں جان آزاری ہے کیا تم اپنی ہی گائے جاؤ
 میرا کھڑاگ نہ سنو گے۔ جبکی چال سے بھونچاں آئے۔ ہل چل پڑے۔
 جیکے کان پر جون تک نہ چلے۔ اُسکر آگے کسی چلے۔ اوغنیچہ دہن اس
 شگفتہ مزاجی پر اپنے دل بستہ سے یوں دلتنگی۔ نرمی تنگ طرفی ہے۔
 واہ رے بدر۔ لیلۃ البدر۔ تو نے در بدر ہو کر آخر مجھے شہر بدر کیا۔ او
 کنہیا یہ ماجرا کیا ہے۔ اولیٰ گنگا بہانا کیا ہے۔ کیا میں نوح کا طوفان تھا
 جو گیا گذرا۔ یہ دل نہ تھا کوئی تو وہ طوفان تھا جس پر سے تیرا جی اُترا دیکھو
 بیخودی میں آنکھیں کرشنا۔ جتنا کی طرح بھوٹ بھوٹ کر رہی ہیں۔
 اللہ پاس آشنا فی کرو۔ دوش بدوش آؤ۔ آستان کر و تو دل ٹھنڈا
 ہو۔ بتلاؤ تو میرا گناہ کیا ہے۔ تم رنگ بدلے۔ میں ڈھنگ بدلا۔ آپنے
 صورت کو بدل دیا۔ ہم نے روپ اور کیا۔ تم مصلیٰ بنے۔ ہم رند ہوئے۔
 تم نے سجد لی۔ ہم نے زنا رسب نہالی۔ تم کہے جا کر بت پرست بنے۔
 ہم گنا گئے خود پرست بنے ویکھے جناب۔ جناب و حیات میں ہیں مکتون بھی

فرق ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پیر ہارمین اولٹ پیر پڑ جائے۔
 نواب سردار ولی الملک کے سہد ہیا نے کے مرسلہ آمونی سید
 آپ کا خط آتا ہے تو طبیعت کو حفظ آتا ہے۔ مزید شس پیوند نخل مراد کے بھیج رہے
 پیوندی آمون کا بھونا۔ محفوظ کے لئے بے عدد دل پسند ہوتا ہے۔ فہمنا
 آمنتی کی خواست بالیدگی پر آمین کہتا۔ مہرے بہرے کی سرسبزی بلا خواست
 چہتا ہوں۔ اے خالقِ دو عالم چارچمن عالم میں اس نو نہال کے پیوند کو
 رشتہ ربط سے مربوط کر کے شجرِ تناکو پھولنا پھلنا نصیب فرما۔ شکرین شکر کا شکر
 قلم نئے سے دشوار خاتمہ فیکر درکار ہے۔ ناگزیراوس تفصیل واکا
 گو یا ہی اختصار ہے۔ جیسے شیرینی میرے لب بند کر کے زبان کو اظہارِ واہ اد
 میں واکردی۔ ویسے عذب البیان کی انکی انکو شیرین کام کر دے۔ امنہ
 پیوندی کو باز روزگار کاٹ کر کھاتے ہیں۔ مگر مینے بلحاظ رابطہ رشتہ
 اس کا رشتہ بنوا کے کھایا ہے۔ کیون صاحب بے ریشہ رہا فی ثواب
 ہو کے جانین ریشہ خطمی کیسے اغلب گلنار ہو گئے ہوں۔ بارِ تخمیں کے
 ریشہ وانیو کا کچھ پتہ نہ لگا۔ آیا مکھی چوس شکر گزار ہیں کہ گس انگبین
 کی طرح کاٹے کھاتے ہیں۔ فی الاصل یہ مرشد مرشد آبادی کھاتے مرشد
 سے نہیں جو کتے۔ شیاطین الانس پڑی کھاتے۔ پر امی رستے۔

پرفن الفین الفین کھاسے پر بھی فن نہیں چھوڑے کجوس کے کا سہ چشم و قمر
خاک گور کے سوا نہیں بہرتے مین۔

نواب فیروز حسین خان بہادر اچنٹ رئیسہ آرکاٹ کے نام
اپکا مرسلہ ٹیلیگرام موصول ہوا۔ جب طرفین سے خط کے ارسال میں خطا ہو
عذر تکلف معذرت تکلیف کیون نہ ہو۔ بس آپ قاصر تھے میں مقصر تھا۔
یکجہتی میں معذرت مستلزم دوئی ہے اور دوئی عین احوالی سچ یوں ہے
نہ میں محض شکوہ ہوں نہ آپ سختی گلہ۔ جسے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا وصال ہوا۔ ہم سب ہوں کی زندگی کا انصال ہوا۔ برخور دار محمد علی خان
کو فوجی تعلیم کے لئے لندن بھیجا ہوں تاکہ مجھے فتح الباب اہل ہند ہو۔ کیونکہ
از روئے (رول) انڈین بکدیکہ والی ملک کیون نہ ہو فوجی کالج (الچ)
میں داخل ہو نہیں سکتا اگر حق تعالیٰ مجھ اس کا خیر میں کامیابی دے۔
تو اسکو حاصل زلیست سمجھو لگا۔ بائیں وجہ کہ تمام کے لئے یہ بند بھاٹک کہل
جائیگا۔ اور تالی مات لگ جائیگی۔ سینے یور میں اجاب کو خطوط لکھتے ہیں
اور دوسرے بھی لکھوائے ہیں۔ مگر سرگراؤڈ ڈن۔ ولارڈ کانیرا گورنر ان سابق
ہو اس سے شناسائی نہیں ہے۔ اگر نواب بیگم صاحبہ رئیسہ آرکاٹ کے
مکتوب آپ موصوفین کے نام بھیج سکتے ہوں تو بہجوا دیجئے۔

حکیم محمد نعیر الدین صاحب ڈاکٹر حضور نظام کے نام
 حکیم مریض کی صحت چاہتا ہے۔ مگر آپ کی حکمت پہلے چنگے کی علالت چاہتی ہے
 تب ہی تو آپ نے دو ہفتہ سے ایک بار بھی کرم نہ کیا۔ اگر یہی علت غائی ہے کہ سلمند
 ہوں تو اے بسم اللہ بیمار محبت ابھی ابھی نگاہ بیمار کا بیمار بنتا ہے۔ اور
 کیون نہ بنے جبکہ میچا کا دیدار اسی پر منحصر ہے۔ ایام فرقت کی صحت سے
 مواصلت کی کسالت بہتر ہے۔ جس مریض کی آپ تیمارداری کریں۔ اس پر
 تندرستی اگر رشک کرے تو زیبا ہے۔

ایضاً

شعر لہر کے خط کی آئی بعد مرگ : سبزہ تربت میرا لہرائے ہے : آپ
 میری حالت نہ پوچھیے مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیجئے۔ خود دل تنگ ہو جائے
 نہ مجھے تنگ کیجئے۔ مجھ کو عشرت۔ عشرت۔ عشرت۔ ہے۔ تو ایسے
 خیالی کے خیال کا کیا ہٹکانا ہے۔ کور باطنون کی آنکھ میں روشنی کب ہے۔
 جو میری تحریر کو دیکھیں۔ میرا قلم انکے لئے نیل کی سلائی۔ نپسل سرمہ گلو کا غد
 کا نوٹکی ڈاٹ ہے۔ جس جامہ زیب نے مجھ کو جامے سے باہر۔ ہوش ہوا
 کو رفو چکر کیا ہے۔ اسکی زیبائش نے نہ چاک گریبان کی پروا۔ نہ دامن صحرا
 کا ہوا خواہ رکھا ہے۔ گو جب تمنا خالی ہے مگر دامن محشر میرے شور سے

پر رہے گا۔ ہر چند میری افتادگی کی یہ افتاد ہے کہ نقشِ قدم کی طرح سایہ تک
 اٹھ نہ سکتا ہے۔ بقدری ناہنجار نے پا مال کر دیا ہے۔ مگر آپ دیکھیے گا
 آخر کار میری خاکِ مزار گلِ حکمت ہوگی۔ کاسہ سر سرِ عبرت ہوگا۔ گو نکیرین سے
 بحثا ہوں لیکن منکرین کے سوال لایعنی کا جواب بحث جانتا ہوں خوف سے
 افتائے راز کے آنسو پیتا۔ ضبط سے غصہ کھاتا ہوں۔ رقیب ہنسی میں
 بات پی جاتے۔ حبیب نبات جان کر چبا جاتے ہیں۔ دزدِ خاکِ دل چراتے
 سنا۔ بارے انہیں آنکھیں چراتے دیکھا۔ ان غارتگر ایمان کا دل چرانا
 دیکھو۔ میرے زخمِ جگر کے چور کا گہا و گکا پانی چرانا دیکھو۔ ان ستمِ ایجاد و نکلی
 شیریں اداؤں پر قربان جائے۔ جنگی کھاری چہری پر میٹھی باڑہ ہے۔
 طاقِ ابرو کے ساجد کے وضو کا پانی۔ آبِ خنجر ہے ورنہ ادا و قضا برابر ہے
 بیوجہ میری آنکھیں ڈبڈبائی ہیں نہ آنسو بہے جاتے ہیں۔ مردم دیدہ مصحفِ
 رخ کی تلاوت کیلئے غسل کرتے ہیں۔ اس شکر کی سنگدلی تب کہیں رقم ہو۔
 جب خونِ جگر و فولادِ قلم بہم ہو۔ مہیہات انکرِ مشکندون سے کفِ افسوس
 ملتا ہوں نہ ملے تو دلِ مستانِ ناگزیر ملتا ہوں۔ جسکے کوچے کی ہوا سیم ہو
 اوسکا ہوا خواہ ندیم کیسے سہیم ہو۔ چشمِ علیل کا سح بیمار ہو۔ جس کا نقاب
 حسن پر وہ دار ہو۔ اوس پر بلا مرنے سے پردہ دل رقیب دریدہ کیون نہ ہو

شیرین زبان کی گیلی باتیں۔۔۔ سیلی آنکھوں نے کڑی نگاہیں خط و تہ میں شیرین
لب کی ترشہ رولی و تلخ مزاجی نے مجھے کہٹائی میں ڈال رکھا ہے۔ ان شعلہ رویوں
نقاب سے فوجیں چھپ کر بست ہیں۔ نگاہ قبر ربانی۔ نظر بجلیاں گراتی ہے۔ قبلہ
ان شعلہ رویوں کی آواز جسے میرے دل میں لگی ہے۔ نوا ایمان شمع کلیسا بنا
ان کھجور کی بائیں و اونٹنی چشم نیم خواب کے خیال تے مجھے بے خواب کر دیا ہے۔ جن
برویوں کی جو کہش تک کے سلیمانی پتھر ہوں۔ وہ سنہرا انسان کینوکر ہوں۔ اُن پر تو
نقوش سلیمانی تک موثر نہ ہوں۔ والسلام

ہنام مولو خمی اجہ محموجان صاحب رئیس الہ آباد

میں آپ کے شکرین امرود کے شکرین رطب اللسان و غذب البیان ہوں۔ باغبان
عالم آپ کو شیرین کام کرے۔ شجر امید پھولے۔ ثمر مراد پھلے۔ یہ جام میں کم کوزہ
نبات ہیں۔ حلاوت میں حلو اسے بید و دین۔ یہ الہ آبادی ہیں کہ سہ قندی شہر
ہیں۔ بیج نکلا و سکر ریزہ قند۔ بل قند مکر۔ ہیں۔ اس جام کی حسن خوبی کو اگر
چشم دید و یکہیتا۔ کیچہر و سنہتا۔ اپنے پیالے کو موسوم بہ جام نہ کرتا۔ اسکی رنگت سے
جام سنہر کا رنگ پیکار۔ رشک سزا پرستان کا سینہ فکر۔ خوشنوعی پر ثریا نثار ہے۔
سڈ و لی پر نظر پہنچتی دل اٹکتا ہے۔ گو نگاہ نہیں ٹھہرتی۔ پر بے دیکھے دل کب
ٹھہرتا ہے۔ مگر ملا عبد الرحمن کے جامی تخلص کرنے کی نسبت جو تفتیش تہی و دلان

جامون سے مشخص ہو گئی۔ غالباً اسی مناسبت سے انکی شیرینی سخن و حلاوت کلام۔ شہرہ آفاق ہو گئی۔ اے واللہ! آباد کے جام لکھنؤ کے سفید محرم خاص عام کے دل پسند ہوتے ہیں۔ مجھ کو اسکے چند قلمیں مطلب ہیں۔ مگر ہونو طلب کر کے بھیج دیجئے تاکہ فصل بہار میں بار و رہون اور شاخ نبات و شکر لب خط جام میں جام کے نظاریے مدام محفوظ ہوں۔

بنام مولوی احمد حسین خان صاحب رئیس کیتورہ

آپ کا قاصد خط دیکر نامہ بر نہ ہوا۔ دل برد و نہان شد ہوا۔ چالے کے انتظار میں مدت تک منتظر کا قالب مضطرب قلب مضطرب رہا۔ بے پروا بالی سے جو بالکی رت و بال۔ احوال پر احوال ہو گیا ہیہات کہون گیا۔ سرو قامت۔ آزاد پر قیامت ہے۔ سید ہی بات کا ٹیڑا جواب کج کلاہ کی عادت ہے۔ منتین کر کے مناتا ہوں مٹتا نہیں۔ سمجھتا ہوں سمجھتا نہیں۔ الہی طبیعت کا سلجھانا پریشان خاطر کے لئے گوا لچھن ہے پر کیجئے کیا۔ گیسون والے کی الفت سودا کی کو محن نہیں۔ میں ہے۔ برہمن بچے سے جو بال لا پڑا ہوا اسکے ہوا خواہی میں پٹنا کبوتر تک سینے پالا ہے۔ اس خون آشام کے ہتھکنڈو نہ صرف آپ کے لالہ جی ہی کا خون ہوا ہے۔ لالہ خونائے دل پیتا۔ غم کھاتا۔ لہوا گلنا ہے۔ اسکے جگر پر داغ دلمیں چالے۔ لب پر تجالہ ہے۔ دریغا

واثر ون طالعی سے مخلص کیرنگ و محب یک روح و دو قالب کا قلب
 انقلاب زمانہ سے منقلب ہو چلا ہے۔ صنم بت پرست کا جگر تپہر کا کلیجہ ہو گیا ہے
 مین ہجر مین ہجر اطفال کی چوٹیں سہتا ہوں۔ چشم بد و ر آب مین کہ شکر لب
 امر و دے شیر و شکر مین۔ خیر صاحب آپ رنگر منائے۔ گلی کے چراغ
 جلوائے۔ آتش افروز کے برا فروختگی سے ہمیں سرو چراغان کے روش
 جلوائے۔ نور العینین کو بعد دیدہ بوسی کہیے۔ جامن تم کیا پہچانو جیسا
 ہم تمہیں جانتے ہیں۔ تم دو نوئی پیاری پیاری باتیں اور بھولی بھولی باتیں
 ہنوز میری آنکھوں میں ہیں والسلام۔

بنام مولوی منصور علی خان صاحب

خدا را غور تو کیجئے۔ در حقیقت یہ ذات شریف اگر حاجت روا ہوتے۔
 آپکے کیون ملتی ہوتے۔ التجا کرتے۔ جیسے ہنود اپنے ہاتھوں بنا ہو کر
 بت کے پاؤں پڑتے ہیں۔ ویسا ہی عوام بے سرو پا۔ بے پیرے
 پیر کے۔ پیر کپڑتے ہیں۔ جیسی روح ویسے ہی فرشتے ہوا کرتے ہیں۔
 جوانی وال روٹی ہی کی پوری فکر نہ کرے۔ پوری کچوری کی تمنا میں رہے۔
 وہ آپکے لئے کیسے پورن پوری نہیا کرے۔ مرید کا حصول مراد ہے
 حکم نامہ دی بیعت کا حاصل گرفتاری ہے نہ کہ آزادی۔ مجھ کو اس بلال

نوش کے نافر جامی حضرت جام کا شعر یاد دلاتی۔ بوتل سے قل قل کتنی ہر
 پر کہوں کیا۔ لُحیہ شریف کو ریش قاضی کہتے شرم آتی ہے۔ بیٹھے خواہ
 ان با صفاؤں کے صوفیانہ ملت و صافی مشرب کا کیا کہنا۔ آپ کی سر کی قسم
 ان کے لیے ساختہ پن پر بے خواستہ جی جانتا ہوں کہ بس ان کے قدم لیجئے
 اچھی وہ علتی مشائخ یہ علت مشائخ ہیں

عجبت کے تقاضے سے محب کے نام

آپ کے شکونے دینے پہ کلرونے چمپا کے ہاتھ گلدستہ یا سمن جو بھیجا غنچہ مراد
 کھل گیا۔ کار پرداز عبادت انعام دینے لگا تو تنگ کر کہنے لگے۔ مصغ
 برات عاشقان بر شاخ آہو پونعم نے انعام لینے کو نعم البدل سمجھا ہی چونکہ
 مجھ کو بھی بعض بھیجنے کے بھجنا تھا۔ لہذا غنچہ دہن کی دلجوئی کے لئے بڑی جستجو کر
 جو ہی اور گوٹے کے ہار ہم و باہم کر کے پر تکف گلدان زر گس کے ہاتھوں بھجوا دیا
 میرے سر کی قسم آپ گلے کا ہار بن کر شاخ گل کے زیب گلو کیجئے۔ اگر قریب خار
 ہو کر خلش کرے۔ آپ حلقہ بگوش کے گلو گیر ہو کر زبان دراز کی جیجھ گڈھی سے
 کھجوائے۔ دامن افشان کے دامنگیر کے گریبان گیر ہو کر دہن دریدہ کے
 جبرے چروائے۔ مین رقابت سے ہنیں کہتا دامن فی قریب نخس کے
 منحوس ہیت دیکھنے کے لائق۔ سراپا سُننے کے قابل ہے۔ یہ بصورت

شگوار بصیرت باجم با عور ہے۔ قد تار کا پیڑ۔ ستر تار چیل۔ زرد رو کے رنگ
 روغن کو سیاہ و تاب سے نسبت کیا ہر توے پر ارنڈ کا تیل ملا ہے۔ گنجے
 سر کے پیلے چند یہ سر چند بال ایسے ہیں گویا گھوڑ کی اوگی نہرونی خشک گھاس
 ہے۔ پوست مُتَب کی بھس بہری کھال سے کلاف دار چہرے پر غلیظ
 اوسپر تہ یون ہے جیسے تو دُغلاشت پر اونٹ کی میٹنی۔ احوال کے
 آنکھوں پر اندھے کنوین کی چھپک رو کے تھج گالوں پر کٹر کھائے سینا چل
 کی پھبتی ہے۔ مستطیل بشرے پر چوڑی ناک نہیں ہے دریا ئی بینک
 ہر۔ دہن دھانچا مصرع یک قطرہ بود پیش دہانش یم قلم پگندہ ہن
 کی کوتاہ اندیشی و زبان درازی کا کیا کہنا گویا کاٹے کھاتا ہے۔ اکان
 بھی شنیدنی ہے بس صورت الحمر کا خطاب اسی مُنہ بھٹ گد ہے کہ حق
 میں نازل ہوا ہے۔ رونی صورت گھاتا بھی ہے تو گدھا ملھا رگھاتا ہے۔
 چھوڑی کو منڈیرا کا گرز کھون یا ہلیڈ کا بی۔ ریش کو سن کا ریشہ کھٹے کہ
 بڑے درخت کی ڈاڑھی۔ کندہ ناتراش کے جسم کی گولائی ایسی ہے
 جیسے آنوس کا اٹھا۔ انگشت مجذوم کے سر انگشت۔ جوع البقرہ کا شکم
 کہ ہوائی گاؤ تکیہ۔ غلیظ ہتھڑ و نکی پوٹ ہر کہ مرے بھینسے کا بھولا ہوا
 ناف سانپ کی بانہی سر میں کوہ البرز ہے۔ واضح لفظ خرگس کا موضوع

اغلب یہی گور حوس ہے۔ المختصر فتنہ انگیز کے لحاظ سے عطر فتنہ ارسال ہے
عذالضرورت بجائے روغن قاز استعمال کیجئے۔

ایک سادہ پرکار کے نام نامہ

پھیٹا والون نے خردہ گیر کیوجہ وسیلہ خردہ گیری گردانا ہے۔ شاید آپ نے
تجاہل عارفانہ کر کے اس سے مجھے انجان جانا ہے۔ نہین صاحب اہل شملہ
نے شملہ بمقدار علم جانا ہے مولویں کی کیفیت اور ہے۔ کیفیتوں کے کیفیتاً
اور وہ انکا کلیجہ کلیجہ جان کر کھا جاتے۔ یہ آنسو پیکے رہ جاتے ہیں۔
عزب عذاب میں کیسے عذب میں ہے۔ مجرد کے واسطے تجرد سہل ہے۔
متاہل کے لئے تجرید مشکل لائیل ہے۔ آسودہ کتاب کی گدی سے تنہا
ہوتا ہے۔ کحزاب سایہ مغیلان، ہی کو فرش مشجر جانتا ہے۔ آکچو فکار غیار رہا
افکار اخیار نہین ربتے۔ مرنیسے پہلے مرہم گئے پر حیف آپ برسر ہمایہ
آئے نہ برسر تیار ناسور دل پر پچھا مرہم کار کہہ آئے۔ آکچو مرگان آبرو
کے و صاف کو فولا دی قلم۔ سر سخن کے لئے شجر جرف میں آب خنجر چاہئے
اوصاف نگاہ قن کیواسطے۔ قلم شاخ زگس۔ دوات چشم غزالان
مداد دود جگر چاہئے۔ کیا خوب ہمارے لئے کچھ نہ چاہئے۔ آپ کیلئے
سب کچھ چاہئے۔ سیمبر کے لئے زر۔ بلبل کیلئے زر گل تک نہ چاہئے

اگرنا مرضی ہی آپ کا مرضی ہی تو پھر تراخی میں تراخی کیوں ہے والسلام۔

قصہ عجیب دل چپ یہ حکایت ہے یعنی میری حالت بیاہرطالت ہے

منتین منہ کے منتین کر کے اس سنگدل کو جو گداز کیا۔ خاطر مکرر صاف ہو کر

آئینہ بنا بھی تو اسے واخود نما بنا۔ خود میں کا طرفہ تماشہ ہے بے وجہ میری

تبع دیکھتا۔ اپنا حسن ہر آئینہ دکھاتا ہے۔ سراپا حسن کے قد موزون کو سر و شمشاد

و صنوبر سے تشبیہ دینا موزون ہے۔ قد بالا طوبی۔ ساعد شاخ طوبی ہے

قامت شاخ گل۔ دہن غنچہ۔ عارض گل ہے۔ قدر عا شاخ گل مراد نارستان

نمر مراد چشم بادام۔ دہن پستہ۔ ذقن سیب۔ پور فذق۔ ہاتھ پنجہ مرجان

ہے۔ سر پر مانگ کیا ہے خط استوائے نور بر سر ظلمات ہے۔ پر فرق ہے

کہ خط استوائی فرضی ہے یہ عینی۔ سودائی سے وصف زلف گرہ گیر کیے ہو

مضمون زلفین خیال ہے۔ سطرین زنجیر پائے قلم ہیں۔ سر جڑ ہی کالی

بلاؤں کو ناگنوں کا جوڑہ کہنا بیجوڑ ہے۔ اس بلکہ نور کے کاکل کو تار شاخ

آفتاب کہنا زیبا ہے۔ شنیدہ گیسوؤں کو سنبل سے تشبیہ دیتے ہیں تاویذ

جسین کو لوح مرآت کہتے۔ مگر میں کھتا ہوں شہر ہے قدرت خدا کی یہ

ضدین دیکھو شب تار گیسو جنین صبح صادق مژگان و ابرو کو دشمنہ و

خنجر و پیکان کمان سے۔ نگہ کو خدنگ و منان سے مشابہ کرتے کرتے طبیعت

کند ہو گئی ہے۔ بھون کو ہلال کہو، تو ابرو کی ابرو طشتی ہے۔ دیکھتے دیکھتے
 دیدے کو علیل کہتا علت ہے۔ آنکھوں کو چشم آہو کہتے میرا پتیا میرا ہوتا
 پوشِ رم کرتا ہے۔ چشمِ نیم باز شکارِ طایرِ دل کیلئے باز ہے۔ حیدِ مرغِ روح
 شاہینِ نگہ کی عین آڑ ہے شہر کو قہر ہے وہ دیکھیں مگر دیکھتے نہیں ہیں
 شاد ہوں کہ ہوں تو کیسے نگاہ میں چشمِ بد دور جسکے خدنگ نگاہ سے دل
 بادامِ مشک ہے۔ اُسکے آنکھوں سے بادام کو تشبیہ دینے والوں کی چشم کو
 ضرورتِ چشمک ہے۔ ساغرِ نئے دوات۔ شاخِ تاکِ قلم ہو تو چشمِ مخمور کی کیفیات
 رقم ہوں آتشِ گل پر دل بلبِل جلتا ہے۔ شعلہ رو کے آتشیں لب سے سورِ قلب
 بیدل ٹھنڈا ہوتا ہے۔ شکرین لب کانِ نمک ہے ملاحِت چہرہ شیرینِ ادا۔ میج
 کی میجِ زندگی ہے۔ لبِ بعل کے وصف میں گویا میری زبان لال ہے۔ سرخی
 لب میں سفید دندان ایسے رختان ہیں گویا شفق میں انجم نمایاں ہیں۔ گردن
 صراحی بُبور۔ لبِ لب از شرابِ طہور ہے۔ دوشِ نزاکت کا ہمہ دوش ہے۔
 دستِ رنگین کے وصف کو قلمِ شاخِ خنادر کا رہے۔ رنگ سے پنچہ مر جان کف
 افسوس ملتا ہے۔ اُس خورشیدِ لقا کو بدالذبحی کیسے کہوں جسکے ناخن سے ہلال
 بدر ہوتے ہیں شکمِ مصفا پر شکن ایسی خوشنما ہیں جسکے لہر میں۔ موجِ دریائے
 نوز ہے نافِ گردابِ محبت ہے۔ جو ہے اسی چاہ کا ڈوبا ہوا ہے۔ شہرِ برانے

مگر پر جتنے مضامین باندھا ہے باندھ نو ہے۔ بہتان بند ہے۔ ناسخ نے
 سچ کہا ہے شعر دیوان میں سادی ہے جگہ چھوڑ دی میں نے مضمون یہ
 باندھا تیری نازک کمر لیکا ہے جس منظور نظر کا تصور میرے مد نظر ہے ہاں
 اغیار کی حد بصر در خانہ۔ بصیرت ششدر ہے۔ گورخند دیوار باعث رخنہ
 پر کھینچے کیا وسیلہ تاک جھانک کا یہی ہر آئینہ ہے۔ اجاب کہتے ہیں او
 خانہ بدوش اس خانہ برباد کے گہر کے پاس مکان لو۔ حق ہمساگی کو شفیق
 کرو۔ پر کرون کیا ہمسائے میرے سائے سے بھرکتے سائے دیوار تک کو
 سایہ جانتے ہیں۔ حضرات دلار کے لئے آئینہ خانہ خوشنما ہر آئینہ ہے
 جگہ دار کے لئے چار آئینہ ہی آئینہ خانہ ہے۔ وارستہ مزاج کے واسطے
 خانہ گمان ہی خانہ ہے۔ میری حالت زار دیدنی ہے نہ شنیدنی۔ قیوں کی
 تشنec بلائے ناگہانی ہے۔ تپہ جدائی جدا وبال جانی ہے۔ بیدار سے
 کہے کون کہ در و مند جان بلب ہے۔ دلبر تک پیغامبر کی رسائی کب ہے ہوتی ہی تو
 مہر و شش بے مہر کب مخاطب سے مخاطب ہے۔ ہمارا راز نہان محتاج بیان ہے
 خط شکستہ سے خاطر شکستہ کا حال عیان ہے۔ مہیبات جو نام لیتے کا لو
 پر ہاتھ دہرتا ہے وہ نامہ میرا کب ہاتھ میں لیتا ہے۔ مصرع
 قلم انجیا پسید و سر بہ شکست ہے۔

صبح و شام کے مکالمہ سنی مستحکم کا استفہام

(صبح) میرے سہانے وقت کا عالم۔ عالم نور۔ جلوہ۔ جلوہ طور ہے۔
 میرے آگے ستاروں کی چمک دمک چلنے سحری کی طرح جھلکاتی ہے طلعت
 شب کا نور۔ سیارہ شمع کا فوری کی طرح بے نور ہے۔ رشک سے انجم
 کی آنکھوں میں تارے ٹوٹتے۔ نجم ثاقب کی چشم سے صورت اسٹک شہاب
 گرتے ہیں۔ شب تار لگیو کو اپنی نور افشان پیشانی پر سے جب سمیٹ لیتی ہو
 عقد ثریا شرم ساری سے بچھا ورہوتا۔ بتیا بی سے آفتاب ماتھا چوم لیتا ہے
 نسیم سحری سر سے چلکر آتی۔ صبا شوق میں ہی جاتی ہے۔ غنڈ لیب بصدوق
 ہزار داستان ہوتی۔ بلبل چمکتی۔ گھٹ گل مہکتی۔ میکیش سے شکرانہ صبحی کو
 صراحی قل قل کہتی ہے۔ بیت اللہ کے در۔ بتخانہ کے کواڑ کھلتے ہیں۔ مومن
 قرآن بہ لحن پڑھتے۔ برہمن بچپن کرتے۔ ہوا خواہ ہوا دار پر ہوا کھاتے ہیں
 (شام) آپ اپنے وصف کے وصفی بنیں۔ بنا کرین۔ ہمیں حسد نہیں۔ لیکن
 تعالیٰ تبارک و تعالیٰ کے سوا ماسوا کو زیبا نہیں۔ سچ تو یہ ہے۔ اس جھوٹ
 میں سچ کیا ہے۔ لفظ کاذب کس پر صادق آتا ہے۔ ہوش سنبھالو۔ جانے
 سے باہر نہ ہو۔ جسکے دام غافیت میں پلو۔ اُسی کی گریبان گیر نہ ہو۔ اُجی
 اس میری کا کلون والی لیلیٰ دام اقبالہ ہی کے بدولت تو مہتاب پر مویخت جاہیز

اوسیکی ہمدی سے تمہارا دم ہے ورنہ تمہارا وجود فی نفسہ کا لحد ہم ہے۔
 اسی بڑے پر یہ خم و دم ہے۔ تمہاری اوقات کا کیا کہنا آپ کے وقت میں
 جنگلی پدے۔ ٹائین ٹائین۔ پہاڑی کوئے کا ٹین کا ٹین کرتے۔ مسجد جی مرغ
 بولتے۔ عاشق معشوق کے لئے پنگھٹ پر آہیں بھرتے ہیں۔ فجر کی ہوا خوری
 خوری ہے۔ لوگ فراری کی طرح بھاگے جاتے ہیں جبکہ دیکھتے ہی ہینڈ
 پسینے آتے ہیں۔ آئین بائین ٹائین نہ کرو دل لگا کے باخلاص سنو عشاق
 کا وداعی بین۔ فراقی شین قل اعوذئے کیا جانیں مصرع گوش بر سنیہ من
 نہ وشنوزاری دل؛ (صبح) الحق ناحق تم بختی ہو۔ غافلونکی طرح خواب
 غفلت میں پرکے اپنے کو ہنسواتی ہو۔ ورنہ اسے کذاب میرے وقت
 کارویا باصدق و صفا ہوتا ہی۔ بتلاؤ تو سہی وہ کون ہے جو دل سے میرا
 دلدادہ و مبتلا نہیں ہوا ہے صبح سے صبح پر میکش جان ویاخشیش
 نہاری کو لقمہ لگا ہی نہ از مرغ و ماہی کہتا ہے۔ (شام) جی بجا یہ جو چلا
 شرابی وافیونی کو بجاتا ہے۔ یہاں و باش فاقہ کش کی بھوک پیاس کا
 تذکرہ نہیں ہے۔ حیرتوں کی سیر کا مذاکرہ ہے۔ سرشام گلغام باد بہار کا
 کی روش ہوا کھاتے ہیں۔ بانکے ترچے گھوڑے کداتے پھنڈاتے۔
 حسین مجیدین سوز نگہ کے گبیان اڑاتے۔ دلدادہ و دل گرفتہ ہاتھوں

ہاتھ دے۔ انکھیلیاں کرتے چمنون میں پہنتے۔ ساقون کے دمنوں کی خیر
 متوالوٹے سر بازار انکھیں اڑا کے ہوش اُڑاتے ہیں۔ اسجان نہ غنبا
 یہ نکتہ جان رکھنا۔ مواصلت رحمت۔ ہجرت۔ رحمت ہے (صبح) تم عجیب
 نہ ہارے مانتی ہو نہ جیتے۔ اپنی ہی کہتی۔ ہماری نہیں سُنتی ہوسم نے
 مانا تم خوبون سے ٹھٹھس ہو۔ بارے کہو تو جنت میں بہارِ نظارۂ ہا
 فضاۃ ریگی یا تھاری جلوۃ۔ (شام) ماشا اللہ آپ تو بہت دور کی کوڑی
 لگیں۔ اجمی بیان عالم محسوسات کی بحث ہو۔ غیر محسوسات میں گفتگو عت ہو۔
 (صبح) غنچہ نگل میری ہوا سے کھلتے ہیں۔ میری ہوا میں سرین و سترن
 ہیں۔ (شام) میری فضا سے شگودہ دل کھلتے ہیں جسکے رشک سے
 صبا برباد و نسیم خاک بدامن ہے۔ (صبح) ہم مستجاب الدعوات ہیں۔
 (شام) ہوا کرو کیا ہم نہیں ہیں۔ (صبح) کیا تھے صبح بنارس کے نظارے
 نہیں سنے۔ (شام) کیا آپ نے شام حیدر آباد کے تماشے نہیں دیکھے
 اسے جانے بھی دو۔ جیسی تھاری تعلیان ہیں۔ ویسی میرے لنترا نیان۔
 ورنہ فی الاصل لیل و نہار کے وصل کے دو نام ہیں۔ صبح تم ہوا و ہم شام
 ہیں۔ اس بعد المشرقین پر جانبدار کی ہم بزمی و ہم کلامی کو سخت اتفاق سمجھو
 اکول بیٹھو۔ دو گہری ہنس بول لو۔ کہہ دینا پس نہ ہو لچر بحثی میں گنج جاس

بھور جائے۔ وقت ہاتھ سے چلا جائے۔ ارمان رہ جائے۔

روز و شب کی چہر چارمین صبح بنارس شام وودہ کی

(روز) قادر و ابجلال نے مجھ کو سراپا نور فرمایا۔ قدر افزائی کے نظر کرتے
میرے قلم کھائی ہے۔ زمانہ ہر سے میرے بھولتا پھلتا۔ زمین سے اوگتا۔
آسمان سے برستا ہے۔ وجود با جود میرا نظام عالم کا ناظم۔ انسان معنم
حیوان کارزاق۔ سال و ماہ کا خلاق ہے۔ خالق نے میرے نور بصر۔
(مہر) کی حلف اٹھایا ہے۔ تب ہی تو میرے حلف کے آفتاب پرست پڑا۔
بت پرست نثار۔ سہارے خدمت گزار ہیں۔ کفار سنجھا پوجا۔ دیندار
اشراق و چاشت ادا کرتے ہیں۔ جہان اسکی روشنی سے روشن۔
جہانیاں اوسکے درشن سے بہیمین ہیں۔ موجودات اسکی طالب۔ یہ
کار و بار کا علین مطلوب۔ نجم اس سے مشتق۔ یہ انجم کا مولے۔ معدن
شرف بخشنے والا ہے۔ اسیکے فیض سے سحاب۔ سحاب میں آب۔
آب میں گوہر۔ گوہر میں آب ہے۔ اسیکی تاب سے حجر میں جواہر۔
جواہر میں رنگ۔ رنگ میں تاب ہے۔ حسین اپنے کو خورشید طلعتی
سے فسوب کر کے خورشید ہوتے ہیں۔ پر جمال با جلال پر اس کے
نظر ڈالنے کی مجال رکھتے نہ تاب لا سکتے ہیں۔ (شب) احمق کو خوشا

خوش آمد ہے۔ جو اپنا آپ ملج بنے وہ مع نہیں۔ خدمت سے
 خروشی گنج شایگان۔ فضولی فضول و رایگان ہے۔ فخر قسم کہہ تمہارے مہجی قوم
 میں نہیں آیا ہے۔ قاسم ازل نے ہمیں بھی اس سے مستخرف مایا ہے۔ بارے
 میں براہ نیاز محض فضل خباب باری جانا۔ سرمایہ ناز نہیں گردانا ہے۔ اگر تم
 معشیت کی مانی ہو تو میں راحت و استراحت کی مبانی ہوں۔ اللہ جل شانہ نے
 کمال عنایت سے میرے نور نظر (قر) کی سوگند کھائی ہے۔ اسکی ضیا سے
 ارض و سما کو فرین و منور۔ یوسف طلعت اپنے تئیں مہ جبین۔ حاجبین کو ہلال
 ابر و کہتے ہیں حسن پر انسان مرتے۔ جان جان دیتے۔ چشم بد و در غیرت حور
 گھورتے ہیں۔ تمہارے ہر ہنہ پر چربا کے سوا آدمی بھولے سے بھی آنکھ
 اٹھا کے نظر نہیں ڈالتے ہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کوئی دیکھے کہ نہ دیکھے۔
 آپ ہیں کہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھ رہے ہیں۔ تمہاری تاب و ونکی
 آنکھیں ماستہاب میں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ خوب دلیل النور میں چاندنی کے
 جلے کرتے۔ دفع نظر کے لحاظ سے نجم ناقب شہاب کو صدقے کرتے ہیں۔
 تمہاری حدت و شدت سے خلق کی کھوپڑی پھیل ہوتی۔ جیل انڈا چھوڑتی۔
 عطش سے پیاس خاز زبان پر لٹکتی ہے۔ شمسی سال تا فرجامیون کا سن ہے
 قمری اسلامیون کا ماہ و سال ہے۔ مغز میں گرمی تو نہیں چڑھ گئی جو یون نڈیا

بکے جاتے ہو۔ اس روز اند زوال پہ دعویٰ لایزالی۔ گرگٹ کی پشش
 پڑا دعائے معبودی نری بیہودگی ہے۔ ذکر فوائدِ شریک معنی ندارد۔
 چشم بصیرت اگر ہے تو دیکھو۔ گوش شنوا ہو تو سنو۔ تمہارے اور تمہارے
 پسربد اختر کے راج میں جسے دیکھو روزگاری محنت و اخروی مصعوبت میں
 مبتلا ہے۔ ہر فرد بشر عرق میں غرق و غرقابِ بلا ہے۔ روزِ فردا عالمیں کو
 تہ و بالا کر کے تم ہی تو نہال ہو گے۔ ظالم کی عمر کو ماہِ تم ہی تو چپاس ہزار
 سال کے ہو گے۔ اُف رے ڈھٹائی۔ بجائے شرم و شرمنا کی یہ صفا
 چشمی۔ منقل ہو عرق انفعال میں ڈوبو۔ دلدل میں ندامت کو دھنسنو
 بس انہی بیخونہ زرد و دھوکے مغرب میں مٹھ چھپائے مشرق سے
 نکلے ہو۔ مشفق شفق کی طرح پھولو نہیں۔ آنکھوں میں خون نہ اُترائے
 تو سہی۔ (روز۔ شب سے) یہ تو وہی مثل ہوئی۔ ہماری بلی اور ہم ہی
 سے میاؤں۔ تمہارا پور ہمارا ضیا پذیر ہو کے کیا ہمیں یہ بضیا بتلاتا ہے
 دعوائے ہمہری کر کے جو مٹھ کی کھاتا ہے۔ لیلة البدو و شبِ دیو
 ہوید اسپے۔ نشاطین میں نشاط میری ذات سے ہے۔ نوروز۔ بہرم۔
 تہوار۔ جنوری۔ عیدین۔ صوم۔ حج۔ جمعہ۔ تیرتہ۔ زیارت۔ ہماری
 دینی دنیوی صفات سے ہے۔ اسپر کیا منحصر ہے بارون ماہ سا اہلیان

ہمارا مشتاق ہے۔ ہم نہ ہوں تو مٹا ہوا ہمارا مشتاق ہے۔ ہمارے انعامات
 مشکور سارا آفاق ہے۔ ناشکر آفاقی قمر ساق ہے آپ ذری اپنی سیرت
 و صورت کو بھی ملاحظہ کیجئے۔ اندھیری کیسی کالی بلا ہے۔ یہاں تک بشرہ
 جیسے تماکو کا پنڈا ہے۔ آپ کے سائے عافیت میں پلنے والے شہر
 و شہرک۔ چور۔ نقب زن۔ ڈاکو۔ شب خونی۔ درندے۔ گزندے ہیں
 جو باعثِ مرگ ہیں (شب۔ روزے) ہر خندِ سعادت اُخریٰ و عشرت
 دنیا کا سرمایہ ہیں ہوں۔ بارے بحث کر کے طول عمل کرنا نہیں چاہتی
 بے کہ رہ بھی نہیں سکتے ہوں۔ شکر نعمانہ شکر ہے ناشکری میں کفران
 نعمت ضرور ہے۔ دیکھو دن کے تھکے ماندے کی خصوصاً در ماندگی
 عموماً۔ اگر ہم برداشت نہ کریں تو کیسے لوگ سفر میں گذر۔ حضر میں سہر
 کر سکیں معاذ اللہ تم بہر صورت صورتِ قہر شدید ہو۔ لاخیر متہارا
 شداد ہے۔ حالِ کائنات راحت ہے۔ سو وہ متہاری کائنات میں نہیں
 ہے۔ حتیٰ کہ نوم جو ستہ ضروریات سر ہے وہ بھی دغین از روئے
 حکمت علت ہے۔ منزلت میری مشکور۔ و بے بھرچا جانین ماہیت کو
 اصحاب بصیرت و معنی جانین تو جانین۔ مصرع ہزار شکر کہ باطن میرا
 سیاہ نہیں پڑ جو شے میرے ہم رنگ ہوتی ہے۔ تبرک و تبرک

ہو جاتی ہے۔ شک ہو تو اسلامی سیاہ نشان۔ حجر اسود۔ پوشش کعبہ۔
 غلاف مزارات مقدسہ۔ درباری لباس وغیرہ کو دیکھو لو۔ اہل نکبت کا
 خوشی منانا دشمن۔ ذمی دولت کارات میں ہے۔ وہ بے تکلف و سادہ

یہ بے تکلف آراستہ ہے۔ تم مصداق تکلیف ہو۔ ہم مصداق تکلف ہیں۔ گو
 تفصیل تکلف تکلیف ہی۔ بس اتنا تو کہہ دیجئے۔ لوگ چاندنی کی رات کے
 جلے کرتے ہیں یا دھوپکالے کی دھوپ کے۔ اہل قدرت رات کی قدر
 کرتے۔ بیلۃ القدر مجھے بولتے۔ بل مصرع ہر شب شب قدرت اگر قدر بڑی

کہتے ہیں۔ میری شان میں اللہ تعالیٰ نے سورہ قدر نازل فرمایا ہے۔
 نا اہل کیا جانے۔ اہل ہماری خیرات۔ برکات جانتے ہیں تب تو ہمیں شب

برات بجاتے ہیں۔ تنزیل قرآن معلیٰ۔ معراج حضرت رسول اللہ مجہدین
 ہوئی ہے۔ نزول تقدس و تعالیٰ۔ رحمت خداوند اعلیٰ الاعلیٰ دائمًا

مجہدین نازل ہوتی ہے۔ تم رحمت۔ ہم رحمت۔ تم صائمین کے مانع آب و نان
 میرا کام کہلانا۔ پلانا۔ تمہارے ہنگام کی خیرات بشیر یا۔ میرے وقت کے

حسنات حسن و بے ریا۔ تم صفت انشراح پرودہ در۔ میں صفت ستار پرودہ
 اپنا اوڑنچو۔ ہمارے سانپ بچو۔ ہم سے بدظن۔ اغماض نقب زن

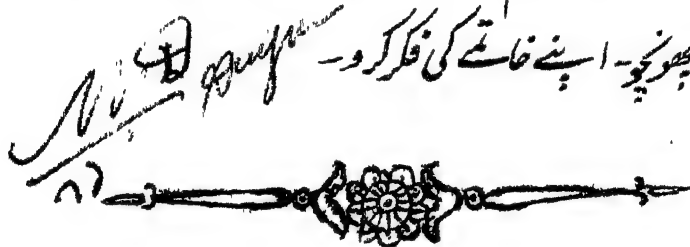
آپ کی فضولی کی حجت میں ہے۔ شہر بے بال و پر ہے۔ لکھڑ کے سر میں

سرخاب کا پر ہے۔ موزی پروری میں تمہارا درجہ بدرجہا بڑھتا ہوا ہے۔
 پرندگان شکاری کا دستِ نظم ستم بپا کر رہا ہے۔ بدو عا سے بیٹھ کر جو جوج
 عین زوال ہے۔ اختراقی کی زندگی دباں ہے۔ (روزِ شب سے
 احسن الخالقین نے تمہیں سوا والوجہ فی الدارین بالوجہ کیا ہے۔ بنا سزا کے
 دن دھڑے اندھیر چٹائی سزا ہے۔ عالمین میں کسٹنی محنتِ راحت۔
 بلا مشقت دولت پائی ہے (إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا وَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا)
 کے کیا معنی۔ ہمارے اوقات میں کامل تک شاغل و مشغول ہے۔ ہمارے
 مشاغل شوق و فحور۔ تم فاقون کے صدر الصدر۔ جسے دیکھو اسی افعال
 فاعل و مفعول ہے۔ تم وقف خرافات۔ میرا وجود سو قوتِ ملاحضہ و
 حرف و تجارت و معاملات و انتظامات ہی۔ با این ہمہ اگر تمہیں سیر
 وصف زاید الوصف نظر نہ آئیں گے کہ بلید روزِ شہر و چشمِ چشمہ آفتاب
 را چہ گشاہ بتلاؤ تو دنیا کے جلوے نظارے چہلپل ساری ہماری
 ریاضت کے فتح ہیں کہ تمہارے عیش و عیاشی کے نتائج۔ تمہارے
 زمستی اعمال و عمل سے لوگ جو تباہ کار و تغافل شعار ہو جاتے۔ واکلت
 میں کیر پہیلے سوتے ہیں۔ انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کر دیتا ہوں
 اچھا کرتا ہوں کہ برا۔ اوشب و بچور بچور پر تم بہاری ہو۔ انہیں

بیزاری ہے۔ میرے منتظر و انتظار میں ہیں۔ بہی بہت دھرمی کی سند نہیں
 انصاف شرط ہے۔ فرما سکتے تو مجروح کو چاندنی مارتی ہے کہ دیوب۔
 اسفاک میں سیکھ ہوں۔ تم دیکھ ہو۔ یہ سب کچھ درکنار۔ ابھی میری مدنی
 نہیں تو تمہاری ور خیرتی کہاں۔ یہ نخرے تے کہاں۔ سارے جو چلے
 مابدولت کے ہیں دولت نہیں تو تمہارے لئے دولت ہیں۔ (شب رتی ہے)
 لاخیر کہ خیر کا کیا کہنا۔ اسے ناہر بان تمہاری بیہر سے در تو یہ بند ہے کہ
 وار۔ بچے باب اچا بنت سدر دسے کہ باز۔ قوت بیہرہ رسکت ہو تو قیاز
 کر لو۔ تم مرجع مسدات ہو۔ میں فتح حسنات ہوں۔ جاگو تو خدا ملے سو تو راحت
 دعا کرو تو دعا ملے۔ جھوٹے دعوے۔ ناحق کے جھگڑے بکھڑے۔
 کیسے بری۔ راہ زنی۔ جدائی قتال بہر حال سے ٹپلے ہیں کہ مجھے دن کے
 کشت و خون کا عوض شب خون ہے نہ یہ کہ شب باعث خون ہے۔ میرے
 عہد میں چوری۔ چوری چھپی سے۔ نہ تمہاری طرح سر زوری سے۔ آپ کے
 حکم و حکمے کیا ہیں مروان ابن انگم کے محلے ہیں۔ چراغ گل تو پکڑی غائب کی
 مثل ہے دن کے ایک کی ٹوپی دوسرے کے ہاتھ آپ کے بدولت نقد
 وقت فی الاصل ہے تیرا کچا براہ فضولی انتظامی جھگڑے پر لے بند بھنا
 کو باطل مہل ہے۔ عالمیان جانتے ہیں نظم و نسق عالم کے چرخ کے محور ہم ہیں

گردون و قار پار یمنین مجھے تعلق رکھتی ہیں (روز) کلیمون نے کم طالعون کی
 کلیم بخشی کو تہاری سیاہ بخشی سے منسوب کیا ہے۔ (شب) کیا تملو مسکلیمین روز
 منبرس یوم النخس نہیں کہتے ہیں (روز) میں سعد ہون مجہہ میں حضرت محمد صلیع
 کانبوت پر بعث ہوا ہے (شب) میں اسعد ہون۔ آنحضرت کا مبعوث ہونا۔
 حضرت موسیٰ کا بٹ کرنا مجہہ میں ہوا ہے۔ تہارا بحث کرنا۔ عبث و بیجا ہے۔
 (روز) جشن نوروزی۔ و بارشا ہی ہم میں ہوتے ہیں۔ (شب) لیوی و حبسہ
 شاہنشاہی کیا مجہہ میں نہیں ہوتے ہیں۔ (روز) ہم میں مردانہ کیسے سپاسیہ
 وزر شین۔ امور منافع و نافع ہوتے ہیں۔ تم میں سیاہ کاری عیاشی بدعاشی
 ہوا کرتی ہے۔ (شب) تم میں بدعاشی اور اباشی کے علاوہ کیا کچھ خرابی
 نہیں ہوتی ہے۔ اکل و شرب بآئین شریعت صواب ہے۔ ماصواب کا عذاب
 تہاری گردن پر ہے۔ وجہ کیا و نگو نامشروع اگر مہیانہ ہو تو رات کو ہم کیسے ہو
 (روز) ہمارا نور۔ ضیاء السما والارض ہے۔ جب ہم نور افشان ہوتے ہیں
 تمہیں سب کے کشان کشان نبات النعش پہ لا کر لے جاتے ہیں۔ (شب)
 جب ہم دامن کشان خرامان ہوتے ہیں۔ تم بھی تو زور و ہو کر دلدل میں
 دھنسے جاتے ہو۔ اچھی یہ دون کیسی یہ بڑائی کیا ہے۔ میرے آگے
 تمہاری ہستی کیا ہر ایک لگہ سحاب تم دونوں کے ہست کو نیت کے دیتا ہے۔

پرواہ رہے چلتے گھڑے کوئی برسات کی طرح کیون نہ برس پڑے۔ مجال
 کیا خواہنے پر آج آنے دے۔ اتنے تو بہتہ بجائے۔ زبان کو تھا مئے۔
 منہ کو سنبھالے۔ بریخی میں کچھ کچھ سے کہیں روئے سخن نہ بگڑ جائے۔
 بس سب غلام دستگیر خان شاد شہانہ روز کے ناشاد بکھیرے کچھ کم ہیں
 جو لیل و نہار کے جھگڑے اپنے سر لئے بیٹھے ہو۔ یہ دو نوحہ با کی طرح منہ کو کھلے
 اور چونہ لگائے ہو سورات دن لڑا ہی کریں گے۔ دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا پرانکا
 مناظرہ ختم نہ ہوگا تمہیں خاتم النبیین کا واسطہ۔ بیواسطہ افکار سے درگزر۔
 اسرار تک بھونچو۔ اپنے خاتمے کی فکر کرو۔



تہذیب

جب سے فارسی نوشت سر نوشت گورنمنٹ حیدر آباد سے
 بوجہ اردو خوانوں کے حک ہوئی تو بس اردو دانی ہی پہنی
 لی محکم۔ مفقود می عربیت مقصود انگریزیت بلا شک۔
 تحصیل علوم لاحاصل ہو کے اردو میں خط و کتابت علی العموم
 ہوئی۔ تب سے فارسی میری معدوم ہو کر اردو نگاری
 طبیعت سے منظوم ہوئی۔ چونکہ پیچیدہ نے پیشتر ہی التماس
 کر دیا ہے کہ بوجہ ہمدست نہ ہونے مکتوب زمان گذشتہ
 کے جو پیشتر یہ زبان فارسی تھے۔ اُن پہ صلوات پڑھ دیا ہے
 من بعد اتفاقاً جو لکھنے کا اتفاق ہوا ان چند نامہ کا اندراج
 ہر چند کسی شمار میں نہ سہی۔ بارے اُن نامیوں کی نام
 کا اس قرطاس میں شمار رہا تو سہی۔

وہوہندا

نام میرزا محمد حسین خان مصباح السلطنۃ کاسل و لت ایران

مقیم بمبئی

فدایت شوم۔ والا نامہ انبساطے بخشید کہ شرحش راست نیاید۔ شگفت نیست
 کہ صد بار و دیدم و بردیدہ گذاشتم۔ و زبیا بی چون دگر منیم انشرح و گیر می
 یابم۔ و در حقیقت صدق و محبت جذبے دارد کہ قوت و کشش متقاضیان از
 نصیبے ندارد۔ کو یار تا کیفیت دل زبان و از زبان در بیان آید۔ من بندہ
 نہ صرف روحی فداک میگویم۔ بل بدل سرت گردم۔ قربانت شوم۔ اللہ اعلم
 کہ این احقر العباد و آن خیر العباد فی کل حال فی کل حدین خیریت استیم و فحایت
 خواہ یکدگر ہستیم۔ اما تخیر داشتم و متخیر بودم از انکہ آخر باعث کیست موجب
 جعیت کہ مستوجب چنین کم التفاتے جناب شما باشم۔ بارے مراجع جامعہ
 مرہم زخم جگر بیدل آمد۔ چشم از لطف زیادہ بخش عالی دارم تا این وقت
 از دل سر و شش منزل دور نیفتد۔ شعر خراب یک نظر از چشم نیم خواب
 تو ایم بہ بحال ما نظر کے کن کہ ما خراب تو ایم بہ نور العین نواب محمد علی خان
 در بمبئی است۔ ہما نا ایشان بارین ملاقی خواہند شد۔ حساب بوے سپارند
 تا زربسپارو۔ التفات شما بیش باد۔

ایضاً

ریاز است نامه فرستم جوابش نیا فتم - ساعت بدین ساعت رسید
 سیلِ عکس بالعکس آمد - طالب به شکوہ از بان کشاید و منِ مَطْلوب گویا
 کل تصویر لب بند و خاموش - پیہات به نظر اجاب شبیہ من مرا بلا شبہ
 شبیہ ساخت - گویند تنگ چشتی انگیس باعث دل تنگی ما است نہ منجا
 اب شما قس و ہائیک بندہ حایل گردنم است و اشتیاق عاشق و
 شوقش ز نارِ کرم -

ایضاً

سپاس خدائی را کہ این مبتلائی و لا وجناب والا را سورو سرور
 شتہ و بصارت و بصیرت ارزانی فرمودہ تا بیکدگر منظور و ناظر و
 نکور و شاکر باشیم - اگر بشکر متعیش ہر بن مویم زبان گرد و یکے از
 اروا ند کے از بسیار ادا نتواند - چہ مرا ملقت دوستی دوستے
 اخت - کہ ذاتش حسن است و صفاتش حُسن - نہ ہے روزگار و
 خیمہ خوش وقتی کہ ز نار التفاتش زیب گلوم ساختہ - خدا یا رشتہ یافت
 ستہ بہا و شبیہ پیروزم نواب محمد عسکری خان ہر گاہ از بیبی
 سیدند - رسانیدند و لیک پارسل شبیہ قومی گذارد - الی یوم
 حصول نشد - بیت بسکہ پیویم را و انتظار نہ آبلہ افتاد و پانظر

چون از شبیہ ہائے مرسلہ و موصولہ یکے پسندم بود باز پس خدمت عادت
 چشما داشت آنکہ ہمیشان بقدر وضع و پیمایش باشد و بس۔ مگر مگس
 نفس اینجائی علت برداشتند کہ غایت ثبت شبیہ بر صفحہ سوانح عمیم صورت
 خود نمائی است حال آنکہ مقصودم بیش ازین نیست تا حضرات بنشین از
 روی قیافہ دانند و بخیند کہ عکس من سوانح مرا بلسان حال گویا است
 یا عکس از من بندہ مثال میمون و طوطی اشارات و قال پیدا نظر
 بر آن مسکت خواہ ہستم بفرماید آنچه مناسب احوال بود بہنگی میوہ خوب
 بخوبی موصول آمد۔ جدا تین کہ بوصف حلاوتش لب بند است و دمن
 وز بانم پر ذائقہ۔ لذتے داشت کہ هیچ لذت بوی نمی رسید۔ چون
 تقدس و تعالی تا خوردہ قشمش منجور دمن کہ باشم تا بخورم و تبہ تصیفش
 طرب اللسان نباشم۔ از شادابی سیب شیرین چنان آسیب بہ سیب فقیر
 شیرین رسیدہ نہ ابرویش ماندہ۔ نے امید بھی۔ ہر چند انگور بصورت
 آبلہ دل میجو راست مگر بیرت و لطافت ہمسر شراب بطور۔ آری فخری
 از صاحبی عجبی بہتر۔ و بیضیہ الحام ہمانا از خایہ غلامان برتر۔ و خایہ غلامان
 از رئیس بابائے ماوراء النہران خوشتر است۔ ہر گاہ از اثر حلاوت
 حلوائے بیدود۔ کاغذ نباتی۔ نے قلم شکر مداد شیرہ شکر گشت بکار

و گزارش خط شکر - خط شکر باز گشت - خوان کرم پُر - خانه احسان آباد -

موسوم حضرت فخرالدین میان صاحب شپتی

واحترتا - وامصیتا - این چه سانچه جانکاہ و روح فرساقیل از وقت چشم
آمد - انے کاش ماور گیتی نہ زادے - تا این نادیدنی دیدے نے
شنیدی - مہیات چه چارہ کنم - حالیہ بر حالت زار خویش زاری کنم
یا بفرق آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجا - ہر چند علیہ الرحمۃ از چشم بصیرت
دور نیستند فاما من ہجورہ آن دل و دیدہ کو و کجا یار اکبصارت تانہان
و آشکار در یام - خدا یا چه واقعہ مرگ انداختی کہ مارا از زندگی بلند حتی
چون مقصود و نظر است و نہ مقصد نظر - چشم کو راست و گوش سراسر کر -
بیت در سچ پردہ نیت و نباشد لقاء و نہ عالم پُراست از دے
و خالیت جاؤ و حیرانم انچه میدیدم کنون کجا جویم - ہر آنچہ می شنویم
بلکہ گویم - الہی بسرو سامانی کہ خود را میر سامان می شمردم - باین بسرو سامانی
گذشتی - ندانم این زندگی زندہ و درگور تا چند بہ عذاب بگور فرو برد -
سبحان اللہ گل فلانہ خار بماند - جان جان نباشد تن بیجان باشد کیت
تا بود بے بود خواهد - اگر نخواہد دلش نابود باد - دلم ازین حادثہ دو نیم ہست
و جگر پارہ پارہ - و آمد و شد نفس بر روانم آرد - چون از بین و بیان زبان

خامه شق است و دستم لرزان - حیرانم بکدام حرف و عبارت تغزیت نامه
 نکاحم - اولی آنکه دل زبان قطع کنم و در عریضه ملفوف - تا بر چه داند و بنید
 آشکار گوید ۵ بے او گزینته ام ز حمت این در و بسنج ۶ بگذر از مرگ
 وابسته به گامی هست ۷ اگر زندگی بسخت جانی به پائی کند - بچلم حاضر می شوم
 بنام حاجی محمد علی سیاح محلاتی

سرت گردم - سلام علیکم و قلبی لدیکم - مدتی است نه نامه یافتم نه بنگار چاه
 پرداختم حالتی دارم که نیمه اش کافر به جهنم مینماید - ہی و اچه ساخته جان گز
 سومان روحم آمده که طاق و تاب از قالب و قلمم برآمده - شعر
 آه امروز از ورق گردانی رنگ ظهور ۸ نسوخته نایاب معنی معنی نایاب
 اعنی نه صرف انتقال مرشد نا و مولانا حضرت شیخ محمود میان چستی رضی اللہ
 عنه و روضه شبل از شداید الم فرقتش من بنده زنده بگوشد - چون
 وصل حضرت بو اصل والد ولای و لا بود - بلائی که هجر بر هجر چها خواهد بود
 چون نسبت عقیدتم از فدویت گذشته به عبدیت رسائی داشت - حال
 بوصل آنحضرت بقدر فراقیکه باشم اندازد اشک زان والا خفا نخواهد بود
 الباقی عند الملاتی - اگر تصدیق گرامی اوقات نباشد مصدع شوم - بعالیجناب
 مصباح السلطنه از من بر رسا پس سلام پیام رسانند - قوطی تصاویر که لطف

داشتند از ان بخت دانه بسوی عمری چپ شد - باقی مرد کے نام مودی
 کرد و برزو - افسوس کارم مختل شد و مکر متناظر - رحمت بگورید
 تا چنین زحمتی سپر آورد - اگر نه چندان ہرج شود بعد چندے چند تا شبیہ
 و گھر محنت گردد - عنایتکم زاوہ - نیازم ترا دباد -

بنام برادرم جناب نواب محبت عظیم الدین خان در تعلق قدر

بجائے محنت دارم و خیریت حضرت میخوام - توفیق کہ بگزارش نیایش نامہ
 آمد - باغش علاوہ حالت منظرہ - انتظار گزشتن عرضداشت والا
 بیشک عاید ثواب مدارالمہام بہا درو اہم - ولیک لایو منادانویدے
 نیافتم - از آنجا کہ من بندہ بجناب مدوح گاہ گاہے رود - بہا نابروز پاک
 عید مذکور طوی مناسبت تام داشت - للہب مرزا مصطفیٰ بیگ صاحب
 باوصف منصرم معتمدی انصرم درخواست عالی ہنوز از چہ نگروند - جہ
 غیر پیدا است کہ صیت مستحسن آنکہ بموصوف الیہ اشارت رود - ہر گاہ
 بسر کار عرضیہ گزارند و گزارش نمایند ہم مرا از ان ایما دہند تا بندہ نیز از
 موقع ہمزبان شان باشد - دی شنیدم گزارش حضرت بنجا طرش گرانست
 از آنکہ خزانہ عامرہ سرکار عالی زیر بار قرض و خالی است و زراحت
 بیعد بہ باقی است -

ایضاً

رحمت نامہ عالی مرہون مرحمت ہا کر دے ہے نامہ ہی چاہے کہ درودش ہمچو من
 بے سرو سامانی راسر و سامان سر بلند می بخشید۔ ویک از شکوہ حضرت
 خصوص عدم عرض احوال خوشیم متر و دم چہ زین پیش عریضہ فرستہ ام
 ناید نار سائیش از نار سائی بنجتم باشد۔ بہر حال حالیہ مقرون فیتا تم و ایا
 ملائت خواہ حضرت ہستم۔ در بارہ استدعا کے جناب فخص نمود چون منجاب
 زرا مصطفیٰ بگ حبابیرخی دیدم عند المذکرہ بجناب مدار المہام بہا در
 وے سخن بذکر خیر شما آوردم و التماس کردم بہ آن خیرات مال فخری
 فیت عقد و خرب تند و عقدہ کشا کی رسوم از دوا بے نمیتوانند۔ زر شدہ
 چہ دورہ از ضلع بدین عندیہ حاصل نہ کردند تا عند العروسی از تحصیل
 کے تسہیل مصارف آید فی الوقت دقت بر رویے کار است و وقت
 ساعدت سرکار۔ عالیجناب بہ استعجاب تمام شنودند و تاسف فرمودند
 لثا اللہ تعالیٰ مکرر متمسک اہم شد فقط۔

تمت

صحیح کتاب نشات پریشان

مط ناظرین سے استدعا ہے کہ پہلے ان الفاظ کی تصحیح فرما کر بعدہ ملاحظہ فرما بین۔

| صفحہ | خط | صحیح | صفحہ | خط | صحیح |
|------|-----|-------------|------|---------------------|---------------------|
| ۱۰ | لوح | حکیم | ۱۹ | توبہ | توبہ |
| ۱۱ | ۵ | لبن | ۲۰ | بین | بین |
| ۱۱ | ۱۱ | باطن | ۱۰ | اسلئے | اسلئے |
| ۱۱ | ۶ | منجھ | ۱۷ | سنگ | سنگ |
| ۱۱ | ۲ | گلگون بشہ | ۱۲ | کیا | کیا |
| ۱۱ | ۵ | پگلی | ۱ | آپیل | آپیل |
| ۱۱ | ۶ | قلمی | ۲ | سی | سی |
| ۱۱ | ۱۱ | ہندی | ۱۱ | اسلئے تا | اسلئے تا |
| ۱۱ | ۶ | لوئے | ۱۱ | دھوترہ شاد | دھوترہ شاد |
| ۱۱ | ۲ | (نہر) | ۱ | یزید بریزید | یزید بریزید |
| ۱۱ | ۲۲ | تارکی | ۲ | بیات | بیات |
| ۱۱ | ۹ | یا جا کجی | ۱۱ | مسیمینم | مسیمینم |
| ۱۱ | ۶ | نامہ | ۶ | آتے | آتے |
| ۱۱ | ۱۳ | جسن | ۱ | شکورے | شکورے |
| ۱۱ | ۱۶ | ہیہات | ۱ | سد | سد |
| ۱۱ | ۶ | چھی | ۲ | اسکے | اسکے |
| ۱۱ | ۱ | آپ کے شیریں | ۱۵ | پکار | پکار |
| ۱۱ | ۱ | اشنائی | ۱۵ | لاچاری | لاچاری |
| ۱۱ | ۱۲ | برگ و برے | ۱۵ | باطلہ جواد مشائی کا | باطلہ جواد مشائی کا |
| ۱۱ | ۲ | مالالی | ۵ | انسان اس | انسان اس |
| ۱۱ | ۲ | تیا شے | ۸ | دکھانے | دکھانے |
| ۱۱ | ۳ | قشین | ۱۶ | علیفہ | علیفہ |
| ۱۱ | ۵ | بس | ۱۱ | سید ہی | سید ہی |
| ۱۱ | ۱۳ | نا | ۱۲ | شرعی | شرعی |
| ۱۱ | ۶ | ڈور | ۶ | خیالوں کی بیان | خیالوں کی بیان |
| ۱۱ | ۵ | پک | ۲ | طریقہ | طریقہ |
| ۱۱ | ۶ | لعین | ۱۵ | مارے | مارے |

| صحیح | غلط | صحیح | غلط | صحیح | غلط |
|-------------------|-------------------|-------------------|-------------------|-------------------|-------------------|
| کرتے | کرتے | کرتے | کرتے | کرتے | کرتے |
| دہی | دہی | دہی | دہی | دہی | دہی |
| دربانگی | دربانگی | دربانگی | دربانگی | دربانگی | دربانگی |
| سر دھری | سر دھری | سر دھری | سر دھری | سر دھری | سر دھری |
| ہار کو | ہار کو | ہار کو | ہار کو | ہار کو | ہار کو |
| کیسے جائیں | کیسے جائیں | کیسے جائیں | کیسے جائیں | کیسے جائیں | کیسے جائیں |
| دست اجابت | دست اجابت | دست اجابت | دست اجابت | دست اجابت | دست اجابت |
| آنا جانا | آنا جانا | آنا جانا | آنا جانا | آنا جانا | آنا جانا |
| فراموشی | فراموشی | فراموشی | فراموشی | فراموشی | فراموشی |
| فضول | فضول | فضول | فضول | فضول | فضول |
| ندست | ندست | ندست | ندست | ندست | ندست |
| لگتی | لگتی | لگتی | لگتی | لگتی | لگتی |
| سماتے | سماتے | سماتے | سماتے | سماتے | سماتے |
| سجدہ | سجدہ | سجدہ | سجدہ | سجدہ | سجدہ |
| اعلیٰ حضرت کو بار | اعلیٰ حضرت کو بار | اعلیٰ حضرت کو بار | اعلیٰ حضرت کو بار | اعلیٰ حضرت کو بار | اعلیٰ حضرت کو بار |
| قرآن | قرآن | قرآن | قرآن | قرآن | قرآن |
| شادمانی | شادمانی | شادمانی | شادمانی | شادمانی | شادمانی |
| اسمین | اسمین | اسمین | اسمین | اسمین | اسمین |
| کہنا | کہنا | کہنا | کہنا | کہنا | کہنا |
| گھپ | گھپ | گھپ | گھپ | گھپ | گھپ |
| سیتا | سیتا | سیتا | سیتا | سیتا | سیتا |
| نار | نار | نار | نار | نار | نار |
| لگی | لگی | لگی | لگی | لگی | لگی |
| ہیندی | ہیندی | ہیندی | ہیندی | ہیندی | ہیندی |
| چلے | چلے | چلے | چلے | چلے | چلے |
| بازاری | بازاری | بازاری | بازاری | بازاری | بازاری |
| اسکے | اسکے | اسکے | اسکے | اسکے | اسکے |
| تبدیل | تبدیل | تبدیل | تبدیل | تبدیل | تبدیل |
| اسکی | اسکی | اسکی | اسکی | اسکی | اسکی |
| بینے | بینے | بینے | بینے | بینے | بینے |
| مشہور | مشہور | مشہور | مشہور | مشہور | مشہور |
| یہ | یہ | یہ | یہ | یہ | یہ |
| روشن | روشن | روشن | روشن | روشن | روشن |
| تاکہ انگہ | تاکہ انگہ | تاکہ انگہ | تاکہ انگہ | تاکہ انگہ | تاکہ انگہ |
| پتیرے | پتیرے | پتیرے | پتیرے | پتیرے | پتیرے |
| بنی | بنی | بنی | بنی | بنی | بنی |
| بازرسی | بازرسی | بازرسی | بازرسی | بازرسی | بازرسی |
| جناب نواب | جناب نواب | جناب نواب | جناب نواب | جناب نواب | جناب نواب |
| گردند | گردند | گردند | گردند | گردند | گردند |
| کون | کون | کون | کون | کون | کون |
| رحمت | رحمت | رحمت | رحمت | رحمت | رحمت |
| چنگا پوٹی | چنگا پوٹی | چنگا پوٹی | چنگا پوٹی | چنگا پوٹی | چنگا پوٹی |
| دکھا نہیں سکتا | دکھا نہیں سکتا | دکھا نہیں سکتا | دکھا نہیں سکتا | دکھا نہیں سکتا | دکھا نہیں سکتا |
| اشکال پیش | اشکال پیش | اشکال پیش | اشکال پیش | اشکال پیش | اشکال پیش |
| اسوقت | اسوقت | اسوقت | اسوقت | اسوقت | اسوقت |
| جو بھائی کے ساتھ | جو بھائی کے ساتھ | جو بھائی کے ساتھ | جو بھائی کے ساتھ | جو بھائی کے ساتھ | جو بھائی کے ساتھ |
| کی | کی | کی | کی | کی | کی |
| تھو اپنے | تھو اپنے | تھو اپنے | تھو اپنے | تھو اپنے | تھو اپنے |
| نہیں بچا ہے | نہیں بچا ہے | نہیں بچا ہے | نہیں بچا ہے | نہیں بچا ہے | نہیں بچا ہے |
| رقیب کسی | رقیب کسی | رقیب کسی | رقیب کسی | رقیب کسی | رقیب کسی |
| ہمیات | ہمیات | ہمیات | ہمیات | ہمیات | ہمیات |
| کو تہ | کو تہ | کو تہ | کو تہ | کو تہ | کو تہ |
| بیت المقدس میں | بیت المقدس میں | بیت المقدس میں | بیت المقدس میں | بیت المقدس میں | بیت المقدس میں |

| صحیح | غلط | صفحہ | صفحہ | صحیح | غلط | صفحہ | صفحہ |
|------------------|------------------|------|------|-----------------|-----------------|------|------|
| صورت خیریت | صورت خیریت | ۳ | ۱۰۵ | جینے | جینے | ۹ | ۶۵ |
| بندہ | بندہ | ۷ | ۱۱۰ | جیسے | جیسے | ۲ | ۶۷ |
| میرے نمبر | میرے نمبر | ۹ | ۱۱۲ | آدھے | آدھے | ۸ | ۷۰ |
| نکل | نکل | ۳ | ۱۱۴ | لاڈل | لاڈل | ۷ | ۷۱ |
| نظام کے نام | نظام کے نام | ۶ | ۱۱۷ | صرفہ کوٹ | صرفہ کوٹ | ۱۲ | ۷۲ |
| دو لکھ | دو لکھ | ۱۳ | ۱۱۸ | بچ | بچ | ۲ | ۷۳ |
| ایضاً | ایضاً | ۲ | ۱۱۵ | زبان زدگان | زبان زدگان | ۷ | ۷۴ |
| مہینوں کی پیشانی | مہینوں کی پیشانی | ۸ | ۱۱۶ | ازان | ازان | ۶ | ۷۵ |
| قابل | قابل | ۴ | ۱۱۷ | روشن | روشن | ۷ | ۷۶ |
| بناتے ہیں | بناتے ہیں | ۱۵ | ۱۱۸ | ہونگا | ہونگا | ۲ | ۷۹ |
| بیٹا | بیٹا | ۱۰ | ۱۱۹ | علی | علی | ۲ | ۸۰ |
| قرآن | قرآن | ۱ | ۱۲۱ | حاکم عشر یسر | حاکم عشر یسر | ۳ | ۸۱ |
| اللہ | اللہ | ۶ | ۱۳۰ | مال | مال | ۱۰ | ۸۲ |
| عذر | عذر | ۱۰ | ۱۳۳ | پائے | پائے | ۵ | ۸۳ |
| عرض و نیاز | عرض و نیاز | ۱۳ | ۱۳۴ | ہو گیا | ہو گیا | ۱۰ | ۸۴ |
| پرست | پرست | ۵ | ۱۳۸ | تعلقات | تعلقات | ۸ | ۸۵ |
| شراب و شراب | شراب و شراب | ۲ | ۱۳۹ | اکرم | اکرم | ۲ | ۸۶ |
| سرگردانی | سرگردانی | ۱۲ | ۱۴۲ | چال | چال | ۱ | ۸۷ |
| شاد | شاد | ۲ | ۱۵۵ | حق تو یوں ہی کہ | حق تو یوں ہی کہ | ۵ | ۸۸ |
| سوا | سوا | ۲ | ۱۵۹ | گو | گو | ۸ | ۹۰ |
| تیج | تیج | ۱۳ | ۱۶۰ | اگرچہ | اگرچہ | ۱۶ | ۹۱ |
| دودم | دودم | ۸ | ۱۶۱ | شراب | شراب | ۲ | ۹۲ |
| نسبت | نسبت | ۱۶ | ۱۶۷ | آزادہ | آزادہ | ۲ | ۹۳ |
| خط | خط | ۵ | ۱۶۸ | توشل | توشل | ۵ | ۹۴ |
| گلدان میں | گلدان میں | ۱۱ | ۱۷۰ | بینوائی | بینوائی | ۷ | ۹۵ |
| بانی | بانی | ۵ | ۱۷۱ | سر نوشت | سر نوشت | ۸ | ۹۶ |
| وفاش | وفاش | ۱۸ | ۱۷۲ | کار گزار | کار گزار | ۱۶ | ۹۷ |

اظہار

عالیجناب غلام دستگیر خان صاحب بہادر قائم مقام

مصنف کتاب ہڈانے اس کتاب کا حق تصنیف عاقل کو

سرست و فانی ب صابو رجسٹری کئی گئی ہے۔ لہذا

مکملی صاحب بلا جاذب طبع نہ فرماوین اور جس قدر کتب

مطلوب ہوں بار سال قیمت نقد یا بذریعہ دیوینی اپیل رقم سے

کتاب فرماوین۔ قیمت فی جلد بلا محصول

دافتہ

میر قمر علی مدرس مدرسہ عالیہ

سیدنا یادگار